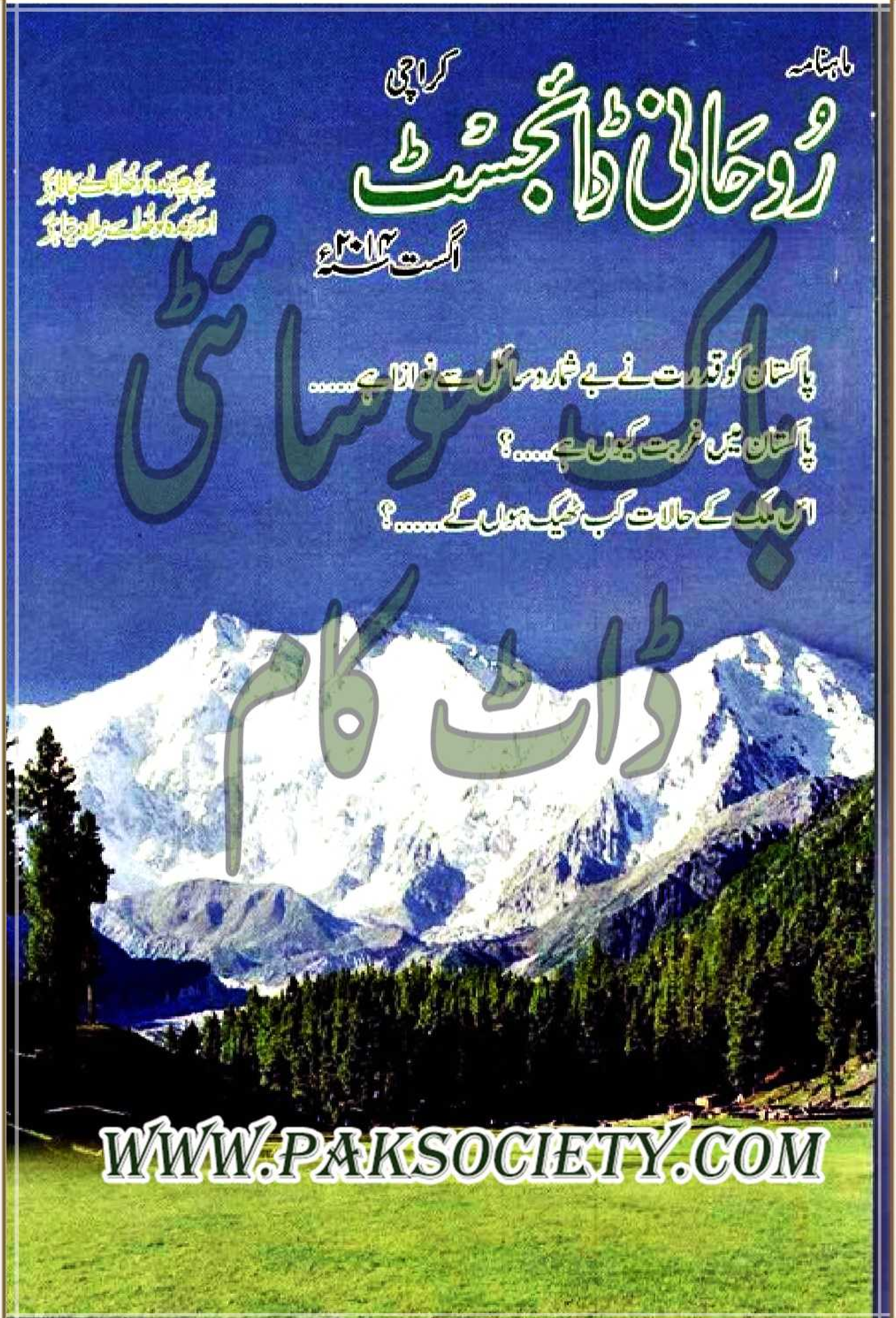


ماہنامہ
روحانی ڈائجسٹ کراچی
اگست ۲۰۱۴ء
پاکستان کو قدرت نے بے شمار وسائل سے نوازا ہے......
پاکستان میں غربت کیوں ہے.....؟
اس ملک کے حالات کب ٹھیک ہوں گے.....؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پڑھ تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے

پیغمبرانہ تعلیمات، روحانی وسائنسی علوم اور نظریہ رنگ ونور کا نقیب

ماہنامہ

روحانی ڈائجسٹ

کراچی

ممبر: آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

جلد: 36 شمارہ: 09

اگست 2014ء/شوال، ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ

فی شمارہ 70روپے

سالانہ خریداری کی شرح

پاکستان (بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک)....سالانہ 800روپے

بیرونِ پاکستان کے لیے.......سالانہ 70امریکی ڈالر

خط کتابت کا پتہ

1-D,1/7، ناظم آباد کراچی 74600

پوسٹ بکس 2213

فون نمبر: 021-36685469

فیکس: 021-36606329

ای میل / فیس بک / ویب سائٹ

roohanidigest@yahoo.com

digest.roohani@gmail.com

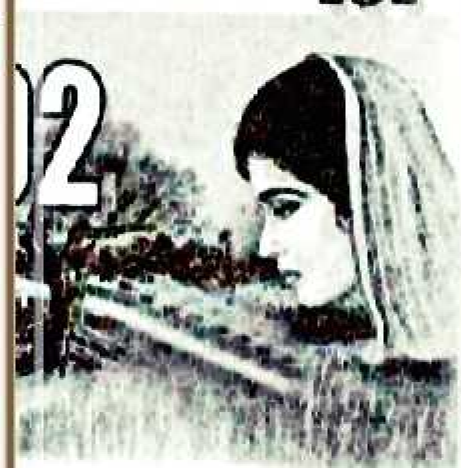
facebook.com/roohanidigest

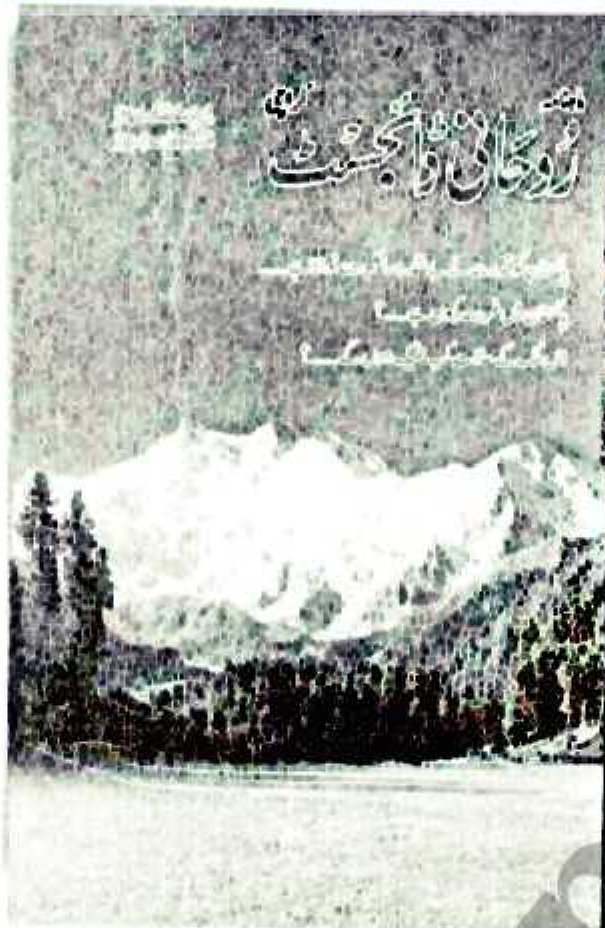
www.roohanidigest.net

پبلشر، پرنٹر، ایڈیٹر: ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی طابع: روحانی ڈائجسٹ پرنٹرز

مقامِ اشاعت: 1-D,1/7، ناظم آباد کراچی 74600











اس ماہ بطورِ خاص......

پاکستان۔ اللہ کا انعام

اللہ کے کرم سے پاکستان معدنی ذخائر سے مالا مال ملک ہے۔ پاکستان میں کوئلہ، نمک اور دیگر معدنیات کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ پاکستان کو قدرت نے بے پناہ حسن سے نوازا ہے، تپتے ریگستان، وسیع و عریض میدان، سمندر اور سرسبز پہاڑی علاقے پاکستان کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ پاکستان کی سب سے بڑی خوبی اس کے محنتی اور جفاکش لوگ ہیں۔

19....❖❖❖

پارس

مرد کی انا اور عورت کی بے بسی اور اُس کی محرومیوں کے گرد گھومتی حقیقت کے قریب ترین ایک کہانی۔

آفرین ارجمند....92

استقبالِ رمضان

سلسلہ عظیمیہ کے زیر اہتمام متحدہ عرب امارات اور پاکستان کے کئی شہروں میں استقبالِ رمضان کی تقریبات کا احوال

197....❖❖❖

2050ء میں دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی....؟

2050ء تک اس دنیا کی حالت بہت بدل چکی ہوگی۔ دنیا میں ترقی سے زیادہ مسائل جنم لیں گے۔ آبادی، خوراک اور صحت جیسے مسائل عام ہوں گے۔

ہرمس....27

انسانی نفسیات پر چاند کے اثرات....

اگرچہ آج کے دور میں بہت سے قدیم نظریات متروک ہو چکے ہیں لیکن انسان ذہن اور مکمل چاند کے تعلق پر سائنسی نظریات کی تردید کے باوجود بعض اعتقادات آج تک قائم ہیں۔

99....❖❖❖

اسلام و تصوف، روحانی علوم



33 حضرت باباتاج الدین ناگپوریؒ.....

اولیاء اللہ اور عارف باللہ حضرات کی تاریخ میں باباتاج الدین ناگپوریؒ کی ذات گرامی ایک پورا باب ہے۔

محمد اقبال جیلانی

ادب، معاشرت، ماحول



77 پاؤں کا کانٹا....

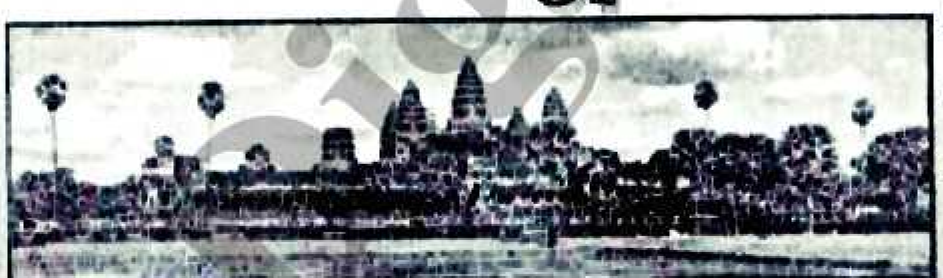
"بیٹا کریم....!وہ تو اُڑ گیا!"

کریم کے لبوں پر ہنسی کھیل رہی تھی جیسے وہ اپنے باپ کے جنون کا مضحکہ اڑا رہا ہے!

احمد ندیم قاسمی

دنیا، سائنس، حیرت انگیز

91 عجیب.....



انگ کور۔ 10 لاکھ کی آبادی کا ایک شہر...... جس کی مکین اُس کو کسی نامعلوم وجہ کی بنا پر چھوڑ کر نجانے کہاں چلے گئے۔



ایک اللہ والے کے عشق کا واقعہ



پاکستان کا ایک خوبصورت پہاڑی علاقہ



دلچسپ پراسرار اور حیرت انگیز سلسلہ





اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

ترجمہ: بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔[سورۃ رعد آیت 11]

ہم نے من حیث القوم اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین سے نظر ہٹالی ہے ہم تخلیقی فارمولوں سے ہم بالکل بے بہرہ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے زمین، آسمان اور اس کے اندر جو کچھ ہے سب کا سب تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے۔ تمہارے لیے سورج کو مسخر کر دیا ہے، تمہارے لیے چاند کو مسخر کر دیا ہے، تمہارے لیے ستاروں کو مسخر کر دیا ہے آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم ہیں کہ ہم نے اس تسخیری عمل کو بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔

جب کوئی بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم الیقین کی دولت سے نوازا ہے قرآن پاک میں تفکر کرتا ہے تو وہ اس بات کا مشاہدہ کر لیتا ہے کہ جس قوم نے اللہ کے بنائے ہوئے قانون کا مذاق اڑایا اللہ نے اس قوم کو پست اور ذلیل کر دیا....

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جس قوم میں دوسروں کا حق مارنے اور کسی کے حق پر قبضہ کرنے کا چلن ہو جائے، اس کے دل میں اللہ دشمن کا خوف ڈال دیتا ہے۔ جس قوم میں زنا عام ہو جائے، وہ تباہی کو پہنچ جاتی ہے۔ جہاں ناپ تول میں بے ایمانی ہو، کمائی کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔ جہاں جبراً فیصلہ ہو، وہاں خون خرابہ ہوتا ہے اور جو قوم وعدہ توڑتی ہے، اس پر دشمن کا قبضہ ہو جاتا ہے۔" [موطہ امام مالک، کتاب الجہاد]



معروف صوفی بزرگ حضرت غوث علی شاہؒ ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ......

ایک شہر میں کساد بازاری Market Slump اس حد تک پہنچی کہ وہاں کے بازار ویران ہوگئے۔ جب کاروبار چلنے کی کوئی صورت سامنے نہیں آئی تو لوگوں نے اس شہر سے نقل مکانی کرنا شروع کردی۔ اس کساد بازاری اور نقل مکانی کی وجہ سے شہر میں رہنے والے غریب مزدور نہایت پریشان اور بدحال ہونے لگے۔ ابھی اس مصیبت کا کوئی حل سامنے نہیں آیا تھا اور نہ ہی کوئی بات ایسی بن رہی تھی کہ بازار کی ویرانی ختم ہو کر دوبارہ گہما گہمی اور ہماہمی پیدا ہوجائے.....

ایک روز دو سوداگر بازار میں وارد ہوئے اور ان دونوں نے خریداری شروع کردی۔ حد یہ ہے کہ سوئی سے ہاتھی تک ہر چیز کے دام لگ گئے اور بازار میں چہل پہل اور رونق افزوں تر ہوگئی..... اس خریداری کے نتیجے میں گھوڑے، خچر، بیل گاڑیاں، مزدور ہر شخص متحرک ہوگیا..... ان دونوں سوداگروں نے اعلان کیا کہ ہم پورے ایک ہفتے خریداری کریں گے اور اپنی ضروریات کی فہرست کو اتنا طویل کردیا کہ اس شہر کے سوداگروں نے رات دن کی کوشش کے بعد دوسرے شہروں سے سامان کی فراہمی کا انتظام اور بندوبست کیا..... اس ایک ہفتے میں ایسا ماحول پیدا ہوگیا کہ یہ شہر ملک کی سب سے بڑی منڈی بن گیا..... لوگ خوشحال ہوگئے ان کے چہروں پر تازگی آگئی..... جو لوگ نقل مکانی کرچکے تھے ان کو جب یہ خبر ملی تو وہ واپس آنے لگے اور جن لوگوں نے نقل مکانی کا ارادہ کرلیا تھا، انہوں نے ارادہ ملتوی کردیا..... مزدور خوشحال ہوگئے، اضطراب اور بے چینی، افلاس اور بھوک

کا دور ختم ہو گیا.....

ایک ہفتے کی خریداری کے بعد مسئلہ سامان اٹھانے کا اور جہاز میں لوڈ کرنے کا پیش آیا۔ لوڈنگ اَن لوڈنگ کے سلسلے میں بھی ایک مخلوق مصروف ہو گئی اور اس طرح اجڑتا ہوا شہر دوبارہ بس گیا۔ ان دونوں سوداگروں کے ساتھ ایک بڑے میاں بھی تھے جو محنت مزدوری کے سلسلے میں ان کے ساتھ ہو گئے تھے۔

جب خریدا ہوا سارا سامان جہاز میں رکھ دیا گیا تو دونوں سوداگروں نے ان بزرگ مزدور سے کہا "اب ہمارا تمہارا ساتھ نہیں رہے گا"۔

بوڑھے مزدور نے ان کے ساتھ چلنے پر اصرار کیا اور کہا" میں تنہا ہوں!..... میں آپ لوگوں کی خدمت کروں گا اور آپ کے ساتھ میری زندگی گزر جائے گی"۔ سوداگر اور مزدور جہاز میں سوار ہو گئے اور جہاز چلتے چلتے جب بیچ سمندر پہنچا تو ان سوداگروں نے اس جہاز کو سمندر میں ڈبو دیا اور بوڑھے مزدور سے کہا کہ..... ہم دونوں فرشتے ہیں چونکہ ایک آباد بستی کاروبار نہ ہونے کی وجہ سے برباد ہو رہی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذریعہ یہ انتظام کیا، تاکہ بستی دوبارہ آباد ہو جائے اور یہاں کے لوگوں کو ضرورت کے مطابق رزق ملتا رہے..... یہ کہہ کر بوڑھے مزدور کو سمندر کے کنارے پہنچادیا اور وہ دونوں فرشتے غائب ہو گئے۔

حضرت غوث علی شاہؒ نے جس واقعہ کا تذکرہ فرمایا ہے اس واقعہ میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ رزق کی فراہمی کا بندوبست دروبست اللہ کے ذمہ ہے۔ اب اللہ تعالیٰ رزق پہنچانے کا کوئی بھی طریقہ اختیار کریں۔

ہم ماں کے پیٹ میں بچے کی پرورش، بچے کی زندگی اور بچے کو مستقل طور پر غذا پہنچنے کی مثال کئی بار پیش کر چکے ہیں، غور طلب بات یہ کہ ماں کے پیٹ میں بچہ غذا حاصل کرتا ہے اور اس غذا سے مسلسل اور متواتر اعتدال و توازن کے ساتھ پرورش پاتا رہتا ہے..... یہاں یہ بات بھی عجیب ہے کہ بچے کو غذا پہنچانے کا جو ذریعہ ہے یعنی ماں! اس ذریعے کو بھی غذا پہنچانے میں کوئی ذاتی اختیار حاصل نہیں ہے..... ایک ماں غذا کھاتی ہے..... اس غذا سے بالکل غیر اختیاری اور غیر ارادی طور پر خون بنتا ہے اور یہ خون شریانوں اور رگوں میں دوڑنے کے بجائے بچے کی غذا بنتا رہتا ہے..... شریانوں اور رگوں کو خون کی جتنی ضرورت ہوتی ہے، اس مقدار میں شریانوں اور وریدوں کو بھی خون فراہم ہوتا رہتا ہے.....

یہ سوال اپنی جگہ اہم ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچے کی پرورش کس ارادے اور کس اختیار کے ساتھ ہورہی ہے؟.....

یہ حقیقت واضح ہے کہ بندے کا اس میں ذرا سا بھی عمل دخل نہیں ہے۔

بچے کی پیدائش کے بعد بچے کو غذا فراہم ہونے کا طریقہ یکسر بدل جاتا ہے۔ وہی خون جو بچے کو ماں کے پیٹ میں براہِ راست منتقل ہورہا ہے اب دوسرا صاف شفاف طریقہ اختیار کرتا ہے اور یہی خون ماں کے سینے میں بہترین غذا یعنی دودھ بن جاتا ہے۔ یہ بات پھر اپنی جگہ اہم ہے کہ خون دودھ کیسے بنا، کس نے بنایا؟ اس میں آدمی کا کون سا اختیار کام کررہا ہے؟.....اور یہ بات کیا عجیب نہیں ہے کہ بچے کی پرورش جب مقصود نہیں ہوتی تو ماں کے سینے میں دودھ نہیں اترتا.....اس کے بعد بچہ دودھ کی منزل سے ذرا آگے بڑھتا ہے تو اسے دودھ کی مناسبت سے کچھ بھاری غذاؤں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ان بھاری غذاؤں کو چبانے اور ہضم کرنے کے لیے قدرت دانت فراہم کرتی ہے۔ دنیا میں کون سا ایسا علم ہے؟.....ایسی کون سی سائنس یا ایسا کون سا بندہ ہے جو ارادے اور اختیار کے ساتھ ایسا کرسکے؟.....

جیسے جیسے بچے کی نشوونما ہوتی ہے اور بچے کے جسمانی نظام کو بھاری اور قوت بخش غذاؤں کی ضرورت پیش آتی ہے اس کی آنتیں، معدہ اور دوسرے اعضا اسی مناسبت سے کام کرنا شروع کردیتے ہیں۔ عقل و شعور کے پاس ایسا کون سا علم ہے جس علم کی بنیاد پر وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی مشین کی نقالی کرسکے یعنی وہ آنتیں بنادے، معدہ، دل اور پھیپھڑے تخلیق کردے۔ چونکہ غذاؤں میں کثافت ہے اور یہ غذائیں ایسی نہیں ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے لطیف کہا ہے تو ان غذاؤں سے نکلی ہوئی کثافت کے اخراج کا بھی اہتمام ہے۔

آدمی اگر اپنے اندر خودکار مشین کا معائنہ کرے تو اس پر یہ بات پوری طرح واضح ہوجاتی ہے کہ انسانی زندگی میں انسانی اختیار اور انسانی علم کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

ایسے واقعات کے نتیجہ میں یہ یقین مستحکم اور پختہ ہوتا ہے کہ ضروریات کے واحد کفیل اللہ تعالیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ ہم رزّاق ہیں.....وہ ہر حال میں رزق پہنچاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وہ کارندے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فی الارض خلیفہ کہا ہے اس بات پر کاربند ہیں کہ وہ مخلوق کو زندہ رکھنے کے لیے وسائل فراہم کریں۔

اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے پیدا کرتے ہیں، جب تک وہ چاہتے ہیں آدمی زندہ رہتا ہے اور جب وہ نہیں

چاہتے تو آدمی سیکنڈ کے ہزارویں حصہ میں بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن آدمی یہ سمجھ رہا ہے کہ میں اپنے اختیار سے زندہ ہوں اور معاشی سلسلہ میرے اپنے اختیار پر قائم ہے..... اسی سلسلے میں ایک مرتبہ حضور قلندر بابا اولیائؒ نے فرمایا "کسان جب کھیتی کاٹتا ہے تو جھاڑو سے ایک ایک دانہ سمیٹ لیتا ہے اور جو دانے خراب ہوتے ہیں یا گھن کھائے ہوئے ہوتے ہیں ان کو بھی اکٹھا کر کے پالتو جانوروں کے آگے ڈال دیتا ہے..... جس زمین پر گیہوں بالیوں سے علیحدہ کر کے صاف کیا جاتا ہے وہاں اگر آپ تلاش کریں تو مشکل سے چند دانے نظر آئیں گے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پرندے اربوں اور کھربوں کی تعداد میں دانہ چگتے ہیں ان کی غذا ہی دانہ ہے..... کسان تو ایک دانہ نہیں چھوڑتا، ان پرندوں کے لیے کوئی مخصوص کاشت نہیں ہوتی پھر یہ پرندے کہاں سے کھاتے ہیں؟..... قدرت کا قانون یہ ہے کہ پرندوں کا غول جب زمین پر اس ارادے سے اترتا ہے کہ ہمیں یہاں دانہ چگنا ہے۔ اس سے پہلے کہ ان کے پنجے زمین پر لگیں قدرت وہاں دانہ پیدا کر دیتی ہے۔ اگر پرندوں کی غذا کا دار و مدار حضرت انسان یعنی کسان پر ہوتا تو سارے پرندے بھوکے مر جاتے"۔

دوسری مثال حضور بابا صاحبؒ نے یہ ارشاد فرمائی کہ "چوپائے بہر حال انسانوں سے بہت بڑی تعداد میں زمین پر موجود ہیں۔ بظاہر وہ زمین پر اگی ہوئی گھاس کھاتے ہیں درختوں کے پتے چرتے ہیں۔ لیکن جس مقدار میں گھاس اور درختوں کے پتے کھاتے ہیں۔ زمین پر کوئی درخت نہیں رہنا چاہیے۔ قدرت ان کی غذا کی کفالت پوری کرنے کے لیے اتنی بھاری تعداد میں درخت اور گھاس پیدا کرتی ہے کہ چرندے سیر ہو کر کھاتے رہتے ہیں۔ گھاس اور پتوں میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ یہ ان درختوں اور گھاس کا تذکرہ ہے جس میں انسان کا کوئی تصرف نہیں ہے، قدرت اپنی مرضی سے پیدا کرتی ہے، اپنی مرضی سے درختوں کی پرورش کرتی ہے اور اپنی مرضی سے انہیں سرسبز و شاداب رکھتی ہے"۔

یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جو زمین پر پھیلی ہوئی ہیں.....

ہر انسان کی زندگی میں دو چار واقعات ایسے ضرور پیش آتے ہیں جن کی وہ کوئی علمی، عقلی، سائنسی توجیہہ پیش نہیں کر سکتا.....

انہونی باتیں ہوتی رہتی ہیں آدمی اتفاق کہہ کر گزر تا رہتا ہے..... حالانکہ کائنات میں کسی اتفاق، کسی حادثہ کا کوئی دخل نہیں ہے۔

❀ ❀ ❀

حق الیقین

ایک روز چند افراد ہادی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور راستوں پر لوٹ مار کے واقعات بیان کرتے ہوئے لاءاینڈ آرڈر کی ابتر صورتحال کی شکایت کی۔ ان لوگوں کی بات سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تم دیکھو گے کہ زیورات سے لدی ایک عورت تن تنہا کوفہ سے مکہ تک سفر کرے گی اور اسے راستہ میں اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔

چند لوگوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر غربت و مفلسی کی حالت بیان کرتے ہوئے ضروریات زندگی پورا نہ ہونے کی شکایت کی۔ ان لوگوں کی داد رسی کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس معاشرہ میں عنقریب ایسی خوشحالی ہوگی کہ لوگ زکوٰۃ دینے کے لئے نکلا کریں گے لیکن انہیں زکوٰۃ وصول کرنے والا نہیں ملے گا۔ یعنی روزگار کے مواقع کثیر تعداد میں دستیاب ہوں گے۔ خوشحالی معاشرہ کے تمام طبقات تک اس حسن وخوبی کے ساتھ پھیل جائے گی کہ غربت کا خاتمہ ہوجائے گا اور انفرادی طور پر مستحق زکوٰۃ کو ڈھونڈنے کے لئے تلاش کے مراحل سے گزرنا ہوگا۔ دنیا نے دیکھا کہ صرف چند سال میں ہی یہ بات پوری ہوگئی اور ایک بڑے رقبہ پر پھیلی ہوئی سلطنت اسلامیہ کے شہری مکمل احساسِ تحفظ کے ساتھ خوشحال زندگی بسر کرنے لگے۔

حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں بند تھے ان دنوں مصر کے بادشاہ نے ایک خواب دیکھا سات دبلی پتلی گائیں سات موٹی تازی گائیوں کو کھا رہی ہیں اور سات سرسبز خوشے ہیں اور سات خشک خوشے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر بتانے کے ساتھ ساتھ آئندہ درپیش آنے والے واقعات سے نمٹنے کی ترکیب بھی بتا دی۔ اس پر بادشاہ نے مشکل حالات سے نمٹنے کے لئے سلطنت کا انتظام وانصرام بھی اس دانا وبینا شخص کے حوالے کردیا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا نبی ہونے کا شرف عطا کیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے قحط کے خطرے سے دوچار سلطنت کا انتظام اس خوبی سے چلایا کہ سلطنت کے عوام وخواص سب ہی خوشگوار حیرت میں مبتلا ہوگئے۔

اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام نے حکمرانی کا فریضہ سرانجام دیا تو ان کی زیر قیادت قوم جلد ہی قوموں کی برادری میں عزت و سربلندی کے مقام کی حامل بن گئی اور ایک عظیم الشان سلطنت وجود میں آئی۔

اللہ کے انبیاء اور رسولوں میں سے جن محترم ہستیوں کو ملک و قوم کی حکمرانی کی ذمہ داری دی گئی ان کے دور حکمرانی میں مملکت نے ترقی وخوشحالی کی نئی نئی منازل

سرکیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ انبیاء یا اللہ کے دوستوں کے گروہ کا کوئی رکن قوم کی حکمرانی کے فرائض سرانجام دے رہا ہو اور وہ قوم مفلسی، تنگ دستی، بے عزتی، بے وقعتی کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہو۔ پیغمبروں کی یا ان کی حقیقی پیروی کرنے والے افراد کی زیر قیادت اقوام نے دنیا میں ہمیشہ عزت و احترام اور سربلندی کے ساتھ زندگی بسر کی ہے۔ جب پیغمبران علیہ السلام کی تعلیمات سے دنیاوی مصلحتوں و مفادات کے تحت انحراف کیا جانے لگا تو ایسی اقوام کو حاصل عزت و سربلندی ان سے چھن گئی۔

پیغمبروں کی زیر قیادت اقوام کو حاصل ہونے والی کامیابیاں کیا محض ان پیغمبروں کی دعاؤں کا نتیجہ تھیں یا یہ کامیابیاں ان پیغمبروں کا معجزہ تھیں؟

انسانی تاریخ اور روحانی علوم دونوں ذرائع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبرانہ طرز فکر پر عمل پیرا اقوام کی کامیابیاں محض دعاؤں اور معجزات کا نتیجہ نہیں تھیں۔ ان کامیابیوں کے پس پردہ کارفرما عوامل میں اللہ کی مشیت اور انسانی فطرت سے آگہی رکھتے ہوئے بہتر اور نتیجہ خیز حکمت عملی کی تشکیل، معاشرہ میں منصفانہ بنیادوں پر وسائل کی تقسیم، مساویانہ بنیادوں پر مواقع کی فراہمی، انصاف کی فراہمی، معاشرہ کے کمزور افراد کو طاقتوروں کے استحصال و زیادتیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ٹھوس اقدامات، بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ، عوام کی فلاح و بہبود کے لئے علم و دانش کا بہتر استعمال، ذرائع پیداوار کی مسلسل سرپرستی و تحفظ، ارتکاز دولت کی سختی سے حوصلہ شکنی اور زر کے زیادہ سے زیادہ پھیلاؤ کے اقدامات جیسے عاملین شامل ہیں۔

نوعِ انسانی کے لئے الہامی ہدایات و رہنمائی کا حتمی مجموعہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ کتاب قرآن ہے۔ قرآن پاک میں اس دنیا میں انفرادی اور معاشرتی زندگی کے لئے جو قوانین و اصول بیان ہوئے ہیں ان کی تشریح اور وضاحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے ہوئی ہے۔ ہمارے قانون اور اعتقاد کا ایک مسلمہ کلیہ یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول اور فعل امت کے لئے قانون کی حیثیت رکھتا ہے اور قرآن کی طرح سنتِ نبوی سے بھی واجبات، مستحبات، مباحات، مکروہات، محرمات وغیرہ قائم ہوتے ہیں۔ خود قرآن پاک میں بکثرت نہایت واضح الفاظ میں سنت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی قانونی حیثیت بیان کی گئی ہے اور احکامات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل ضروری قرار دیا گیا ہے۔

رسول (ﷺ) تم کو جو دیں وہ لے لو اور جس سے وہ تم کو روکیں تو رک جاؤ۔ (سورۃ الحشر۔ آیت 7)

رسول کی اطاعت اللہ کی ہی اطاعت ہے۔ (سورۃ النساء۔ آیت 80)

تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات ہی بہترین نمونہ عمل ہے۔ (سورۃ الممتحنہ۔ آیت 6)

ایک ہستی جو اپنے شہر میں دشمنوں کے نرغے میں ہو، اپنے ایک رفیق کے ساتھ غاروں میں خود کو چھپاتی ہوئی، نامانوس اور پرخطر راستوں پر سفر کرتی ہوئی اپنے گھر سے سینکڑوں میل دور دوسرے شہر میں جاکر قیام پذیر ہوئی۔ اس واقعہ کے دس سال بعد جب اس ہستی کا وصال ہوا تو اس کی سلطنت کی حدود دس لاکھ مربع میل سے زیادہ پھیلی ہوئی تھیں اور اس سلطنت کے باسی جو کبھی خونخوار وحشی قبائل کی شکل میں رہتے تھے اس وقت دنیا کی انتہائی عزت واحترام

اور رعب و دبدبہ رکھنے والے قوم کی صورت میں موجود تھے۔ یہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے ایک پہلو کی ہلکی سی جھلک۔ اس عظیم ہستی کی اطاعت ہم پر فرض کر دی گئی ہے۔

آج امتِ مسلمہ ایک ارب سے زائد نفوس پر مشتمل ہے۔ قرآن جیسا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل ہوا تھا آج بھی ہمارے پاس موجود ہے اور قیامت تک اسی طرح رہے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا ایک ایک گوشہ، ایک ایک پہلو تاریخ میں بہت اچھی طرح محفوظ رہ کر ہم تک منتقل ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر عمل کرنے والوں کی کامیابیاں اور کامرانیاں بھی ہمارے سامنے ہیں اور ان احکامات سے انحراف کرنے والے کس ذلت و رسوائی سے دوچار ہوئے یہ بھی ہم سے پوشیدہ نہیں ہے۔

موجودہ دور علمی ترقی کا دور ہے۔ علم و حکمت کے فروغ کے اس دور میں بھی صرف مسلم ہی نہیں غیر مسلم مؤرخین بھی یہ اعتراف کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی کوئی ہستی انسانی تاریخ میں پیدا نہیں ہوئی۔

سوال یہ ہے کہ دنیا کے اس سب سے بڑے انسان کے امتی ہونے کے دعویدار دنیا میں عزت و احترام کے حامل کیوں نہیں ہیں....؟

اس المیہ کی وجوہات تلاش کرنے کے لئے کسی گہری بصیرت، یا بہت زیادہ ذہانت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قرآنی آیات میں صحیح معنوں میں غور و فکر اور سنت نبوی کی حقیقی تفہیم کا طریقہ اختیار نہیں کیا۔ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کامل کو محض چند مذہبی رسوم و رواج کا مجموعہ سمجھ لیا ہے۔ چند روایات کی پاسداری کو دین پر عمل قرار دے لیا ہے۔ تحقیق و جستجو اور عرق ریزی کی مشقتوں سے بچنے کے لئے ہم نے آج سے ایک ہزار سال کے فقیہان کرام کے فہم پر مکمل انحصار کر لیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اپنے دور کی ان انتہائی قابل اور فاضل علمی ہستیوں نے نہایت اخلاص اور احتیاط سے کام لیتے ہوئے اور صحابہ کرام کے طرزِ عمل سے استفادہ کرتے ہوئے قرآن و حدیث سے مسائل کے حل اخذ کئے تھے۔ ان بزرگوں اور ان کے شاگردانِ رشید کا چھوڑا ہوا علمی اثاثہ آج بھی ہمارے لئے روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان بزرگوں کی عظمتوں کو لاکھوں سلام۔ ساتھ ہی ساتھ یہ حقیقت بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ صنعتی انقلاب کے بعد گزشتہ ڈیڑھ دو سو سالوں میں دنیا بھر کے لوگوں کو اس قسم کے مسائل کا سامنا کرنا پڑا ہے جن کی نظیر انسانی تاریخ کے گزشتہ پانچ ہزار سالوں میں نہیں ملتی۔ سیاست، معیشت، معاشرت غرض ہر شعبہ زندگی میں انسان کی ضروریات اور بقا اور روزگار کی جدوجہد کے طریقوں میں جوہری تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ اس دور کے مسائل کے حل کے لئے ضروری ہے آج خود کو درپیش حالات میں بہتر لائحہ عمل اور حکمت عملی کی تشکیل کے لئے قرآنی آیات اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کے لئے ایک ہزار سال قبل کے عالموں کی فکر و فہم پر ہی تکیہ نہ کیا جائے۔ آج کی ضرورت یہ ہے کہ موجودہ مسائل کے حل کے لئے قرآن و سنت نبوی سے رہنمائی کے حصول کے لئے جدید ادارے قائم کئے جائیں۔ ان اداروں کی تشکیل اس طرح ہو کہ ان کے ذریعہ ماڈرن ذہن کو اسلامی فکر کے سانچے میں ڈھالا جا سکے۔ مسلم و غیر مسلم معاشروں میں تعلیم و تبلیغ میں اسلام کو بطور مذہب نہیں بلکہ بطور ایک دین کے پیش کیا جائے۔

زندہ قومیں اپنے قومی وسائل اور صلاحیتیں اجتماعی مفاد اور پوری قوم کی سربلندی اور عزت کے لئے استعمال کرتی ہیں تو مردہ قومیں مملکت کے مفاد کے مقابلہ میں انفرادی مفادات کی تکمیل کو اہمیت دے دیتی ہیں۔

ہم گزشتہ ساٹھ سالوں میں صرف چند ارب ڈالر کے مقروض بن کر عالمی مالیاتی اداروں اور ترقی یافتہ ملکوں کے آگے عزتِ نفس گنوا چکے ہیں۔ مختلف قوموں کی معیشت کا جائزہ لیا جائے تو یہ کوئی زیادہ بڑی رقم نہیں ہے۔ لیکن محض اتنی سی رقم کے مقروض ملک پر عالمی مالیاتی ادارے اس لئے حکم چلاتے ہیں کہ ہمارے پاس یہ قرضہ واپس کرنے کے وسائل بھی نہیں ہیں۔

اس وقت ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اپنی معیشت کو کیسے بہتر بنایا جائے اور اپنا قومی وقار کیسے بحال کیا جائے؟ ہمارے لئے یہ کوئی مشکل ٹاسک نہیں ہونا چاہئے۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی حاصل کرکے ہم اس قابل ہوسکتے ہیں کہ آنے والے چند سالوں میں نہ صرف یہ کہ تمام غیر ملکی قرضہ اتار دیں بلکہ اپنے پیروں پر خود کھڑے ہو کر دوسروں کو قرضہ دینے والے ممالک میں شامل ہوسکیں۔ اس کام کے لئے ہمیں جہاں اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ، قناعت اور توکل کی ضرورت ہے وہاں اپنے معاشرہ اور معیشت کی اصلاح کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل سے اپنے لئے راستے تلاش کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ سنت محض مخصوص وضع قطع اختیار کر لینے کا نام نہیں ہے۔ سنت دراصل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرزِ فکر کو اپنانے کا نام ہے۔ اس کام کی بہترین نظیریں ہمیں دورِ صدیق، دورِ فاروقی، دورِ عثمانی اور دورِ علی میں جا بجا ملتی ہیں۔

ہم پاکستانیوں کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ ہم اس بات کے شاکی رہتے ہیں کہ ساری دنیا ہمارے خلاف ہے اور دوسری تمام اقوام ہمارے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ ہم اپنی اصلاح کرنے کے بجائے کچھ حقیقی اور کچھ مفروضہ دشمنوں کو کوستے رہتے ہیں۔ ہم جس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں ان کا طرزِ عمل اپنے دشمنوں کو کوستے رہنا، اپنی مظلومیت کا ذکر کرتے رہنا نہیں تھا۔ اس کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے کثیر الجہتی حکمتِ عملی اور موثر منصوبہ بندی کی۔ قوم کو ایک وحدت میں پرو دیا۔ علم کو فروغ دیا۔ ایک منصفانہ معاشرہ قائم کیا۔ ایک شاندار اور جاندار تمدن کی بنیاد رکھی۔ اپنے بے مثال طرزِ عمل سے قوم کو ایک شاندار نظام عطا کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا۔

تاریخ کا سبق ہمارے سامنے موجود ہے۔ امکانات کے در بھی ہمارے سامنے ہیں اور خدشات کی تاریک وادیاں بھی ہمارے سامنے ہیں۔ ایک راستہ کامیابی کا راستہ ہے ایک راستہ ناکامی اور ذلت و رسوائی کا راستہ ہے۔ ہم کس راستہ پر چلنا چاہتے ہیں فیصلہ ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے۔

ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی



آپ کے تاثرات

درود شریف نمبر شائع کرنے پر مبارک باد۔ اس نمبر کے مضامین عشق کی آگ کو تیز کرنے اور عقیدت کو مزید بڑھانے کا اہتمام ہیں۔ حضرت محمد مصطفی ﷺ باعثِ تخلیق کائنات ہیں۔ آپ محسن انسانیت ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہدیۂ صلوٰۃ پیش کرنا ہر امتی کے لیے باعث سعادت ہے۔

روحانی ڈائجسٹ کے درود شریف نمبر میں شائع ہونے والے مضامین سے جہاں جذبہ عقیدت کو تسکین ملی وہیں درود شریف کے حوالے سے کئی سوالوں کے جواب بھی ملے۔

(سرفراز علی۔ کراچی)

جولائی میں شائع ہونے والا حق الیقین ایک بیش قدر تحریر ہے۔ ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی نے روزوں کی فرضیت اور ماہِ رمضان کی فضیلت کے حوالے سے کیاخوب موتی بکھیرے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے اردگرد سے مثالیں دے کر قرآنی آیات کی خوب تشریح کی ہے۔

اس سے پہلے ڈاکٹر صاحب نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تشریح پر ایک بہت عالمانہ اور فکر انگیز مضمون لکھا۔

اللہ وقار یوسف عظیمی کے قلم میں مزید گہرائی اور

اپنے تاثرات روحانی ڈائجسٹ کی ویب سائٹ اور فیس بک پیج پر بھی میسج یا پوسٹ کرسکتے ہیں۔

ای میل: roohanidigest@yahoo.com

فیس بک: facebook.com/roohanidigest

ویب سائٹ: www.roohanidigest.net

بذریعہ ڈاک: 1/7 ,1-D، ناظم آباد کراچی 74600۔

معنویت عطا فرمائے۔ آمین۔

(راشد گیلانی۔ لاہور)

میں انجینئرنگ کے آخری سال میں ہوں۔ مجھے حیرت انگیز اور سائنسی مضامین زیادہ پسند ہیں۔ میری والدہ ہر ماہ روحانی ڈائجسٹ خریدتی ہیں۔ میں بھی اس کا مطالعہ کرتا ہوں۔ اس رسالے میں "عالم امروز"، "عجیب"، "سائنس کارنر" اور "عقل حیران ہے سائنس خاموش ہے" میرے پسندیدہ آرٹیکل ہیں۔ اس کے علاوہ رنگ وروشنی سے علاج اور کیفیات مراقبہ بھی اچھے سلسلے ہیں۔

(محمد معارج۔ کراچی)

میں پنجاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں کی رہائشی ہوں۔ پارس کہانی پڑھ کر مجھے اپنے حالات یاد آگئے۔ گاؤں میں رہتے ہوئے ہم بہنوں کو بہت مشکلوں سے

پڑھنے کی اجازت ملی۔

ہم چار بہنیں ہیں۔ اللہ کا شکر ہے سب پڑھی لکھی ہیں۔ میرے والدین کو ہماری وجہ سے گاؤں میں جس اذیت سے رہنا پڑا اس کا تصور آج بھی ہمیں بہت تکلیف دیتا ہے۔ پارس میں ایسی کئی باتوں کا ذکر ہوا ہے۔

(افشین خلیل۔ گوجرانوالہ)

فینگ شوئی پر روحانی ڈائجسٹ میں مضامین پڑھ کر ہمیں خواہش ہوئی کہ ہم بھی اپنے گھر میں ان اصولوں کو آزمائیں۔ شاہینہ جمیل سے مشورے لینے کی کوئی صورت نکل آئے تو ہم فینگ شوئی تکنیک سے عملی فائدہ حاصل کر پائیں گے۔

(رخسانہ شمیم۔ حیدرآباد)

سلسلہ وار کہانی آگیا بیتال جوں جوں اختتام کی طرف بڑھ رہی ہے مزید حیرت انگیز اور پر تجسس ہوتی جارہی ہے۔ ماورائی کہانیاں پڑھنے والے ہمارے بہت سے دوست آگیا بیتال ہر ماہ شوق سے پڑھتے ہیں۔

(ریحان۔ سیالکوٹ)

میری عمر 70 سال ہے۔ لائف میں کبھی شدید بیمار نہیں ہوا۔ چھوٹی موٹی بیماریوں کا علاج ہمیشہ قدرتی اشیاء سے کیا مگر اب حافظہ کمزور ہو گیا ہے اور چیزیں یاد نہیں رہتیں۔ اس مشکل کو روحانی ڈائجسٹ میں شائع آرٹیکل "گھر کا معالج" اور "طبی مشورے" نے آسان کر دیا ہے۔ میں ان دونوں آرٹیکل سے بھرپور استفادہ کرتا ہوں۔

(محمد عظیم۔ راولپنڈی)

علامہ ارشد القادری کی تحریر ایک دوشیزہ نہایت متاثر کن واقعہ ہے۔ جولائی کے شمارے میں ممتاز مفتی،

واصف علی واصف اور عکسی مفتی کی تحریروں سے انتخاب بھی خوب رہا

(مسعود شاہد۔ اسلام آباد)

انٹرنیٹ، فیملی سے دوری کا سبب۔ اس تحریر میں دورِ حاضر کے ایک نہایت اہم مسئلے پر اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ میری تجویز ہے کہ اس نوعیت کے مضامین مسلسل شائع کیے جائیں۔

(فہمیدہ اسلم۔ کراچی)

روحانی ڈاک ہم سب گھر والوں کا پسندیدہ سلسلہ ہے۔ اس کالم کے ذریعے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں لوگوں کو کس کس قسم کے مسائل یا مشکلات کا سامنا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی کے جوابات سے نا صرف مسئلہ بتانے والے کی تشفی ہوتی ہے بلکہ دیگر قارئین کو بھی بہت اچھی رہنمائی ملتی ہے۔

(شازیہ انعام۔ کراچی)

میں روحانی ڈائجسٹ میں سب سے پہلے حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کا مضمون بعنوان صدائے جرس پڑھتی ہوں۔

(رفیقہ شہناز۔ حیدرآباد)

ایک شخصیت دو جسم.... عقل حیران ہے کہ سلسلے میں جڑواں بچوں پر مضمون بہت پسند آیا۔ چند صفحات میں کئی جڑواں بہن بھائیوں کے حالات نہایت عمدگی سے بیان کیے گئے ہیں۔ جڑواں لوگوں میں ٹیلی پیتھی کے بارے میں جان کر معلومات ملنے کے ساتھ ساتھ بہت حیرات بھی ہوئی۔

(فیروز افتخار۔ لاہور)

روحانی ڈائجسٹ کے ذریعہ محترمہ فیروزہ باجی کے انتقال کی خبر ملی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون O

فیروزہ باجی سے جنوری کے مہینے میں کراچی میں کئی بار ملاقات ہوئی۔ امی جان کی طرح فیروزہ باجی بھی ہم سے بہت شفقت اور محبت سے ملتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ فیروزہ باجی کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

(زبیدہ نسیم۔ کراچی)

الیاس شاکر کے والد انتقال کر گئے

روزنامہ قومی اخبار کے چیف ایڈیٹر، دھوم ٹی وی کے سی ای او الیاس شاکر کے والد حاجی عمر داؤد کراچی میں انتقال کر گئے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی (اے پی این ایس) کے عہدیداروں، ملک بھر کے اخبارات کے مالکان، ایڈیٹرز، صحافیوں اور دیگر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات و خواتین نے حاجی عمر داؤد کے انتقال پر ان کے صاحبزادے الیاس شاکر سے اظہار تعزیت کی اور مغفرت کی دعا کی۔

ادارہ روحانی ڈائجسٹ مرحوم حاجی عمر داؤد کے انتقال پر ان کے صاحبزادے اور سب اہل خانہ کے ساتھ تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم حاجی عمر داؤد کی مغفرت ہو، انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا ہو۔ پسماندگان کو صبر عطا ہو۔

اللہ کا انعام

پاکستان

ادارہ

پاکستان 14 اگست 1947ء وجود میں آیا۔
اسلامی تقویم کے لحاظ سے اس دن رمضان کی ستائیسویں تاریخ تھی یعنی شب قدر تھی۔ اس روز جمعہ کا دن تھا۔ اس طرح اسلامی تقویم کے لحاظ سے قیام پاکستان کے دن اور تاریخ کچھ اس طرح تاریخ کا حصہ بن گئے جمعۃ الوداع، شب قدر 27 رمضان المبارک 1368 ہجری۔

برصغیر کے مسلمانوں نے ایک الگ ملک کے قیام کا خواب دیکھا تھا۔ اس مقصد کے لیے برصغیر کے مسلمانوں نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس ملک کو اسلامی فلاحی ریاست بنائیں گے۔ برصغیر کے مسلمانوں پر اللہ نے مہربانی کی اور قائدِ اعظم محمد علی جناح کی لیڈر شپ میں ایک ناممکن کام ممکن ہو گیا۔ پاکستان وجود میں آ گیا۔

قیام پاکستان کا دن جمعۃ الوداع ہونا، شب قدر ہونا کیا محض اتفاق ہے....؟

رمضان کے آخری عشرے میں 27 رمضان المبارک کو پاکستان کے قیام میں قدرت کے بڑے اشارے چھپے ہوئے ہیں۔

اگر آج ہم پاکستان کے موجودہ حالات پر نظر ڈالیں تو یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ آج پاکستانی قوم شدید بے چینی اور فکر مندی میں مبتلا ہے... ہر طرف لاقانونیت، قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم ہے۔ اتنی قدرتی نعمتوں کے باوجود پاکستان میں اکثر مقامات پر 24 گھنٹوں میں 12 گھنٹے اور بعض مقامات پر 15 گھنٹے بجلی کا غائب رہنا عام بات ہے۔

جب سے پاکستان بنا ہے کئی طرح کی مشکلات میں گھرا ہوا ہے مگر یہ اللہ کا کرم اور غیبی مدد نہیں تو اور کیا ہے کہ اس نے پاکستان کو قائم رکھا ہوا ہے۔



اس بات پر غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری مملکت کو کتنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ یہاں میدان، پہاڑ، صحرا، سمندر اور چاروں موسم قدرت کی عطا ہیں۔ اس کی جغرافیائی اہمیت مسلمہ ہے۔ دنیا کی دوسری بڑی نمک کی کان موجود ہے۔ پانچویں بڑی سونے کی کان اور کوئلے کے پانچویں بڑے ذخائر یہاں موجود ہیں۔ تانبے کی ساتویں بڑی کان یہاں پائی جاتی ہے۔ ہمارے پاس عالمی سطح پر دوسرا بڑا ڈیم (تربیلا ڈیم) ہے۔ چار نیوکلیائی ری ایکٹرز ہیں۔ دنیا کا بہترین نہری نظام ہمارا ہے۔ ہماری افواج کی جرأت و شجاعت پوری دنیا کے لئے ایک مثال ہے۔ ہم ساتویں ایٹمی طاقت ہیں۔ پاکستان چاول کی پیداوار میں ساتویں اور گندم کی پیداوار میں آٹھویں نمبر پر ہے۔

پاکستان ایک ایسا ملک ہے جو روس سے کم از کم 10 گنا چھوٹا ہے، لیکن اس کا نہری نظام روس کے نہری نظام سے 3 گنا بڑا ہے۔ یہ ملک دنیا میں مٹر کی پیداوار کے لحاظ سے دوسرے، خوبانی، کپاس اور گنے کی پیداوار کے لحاظ سے چوتھے، پیاز اور دودھ کی پیداوار کے لحاظ سے پانچویں، کھجور کی پیداوار کے لحاظ سے چھٹے، آم کی پیداوار کے لحاظ سے ساتویں، چاول کی پیداوار کے لحاظ سے آٹھویں، گندم کی پیداوار کے لحاظ سے نویں مالٹے اور کینو کی پیداوار کے لحاظ سے دسویں نمبر پر ہے۔ یہ ملک مجموعی زرعی پیداوار کے لحاظ سے دنیا میں پچیسویں نمبر پر ہے۔ اس کی صرف گندم پورے براعظم افریقہ کی پیداوار سے زائد، براعظم جنوبی امریکہ کی پیداوار کے برابر ہے۔ یہ ملک دنیا میں صنعتی پیداوار کے لحاظ سے 55 ویں نمبر پر ہے۔ کوئلے کے ذخائر کے اعتبار سے چوتھے اور تانبے کے ذخائر کے لحاظ سے ساتویں نمبر پر ہے۔ اس کے گیس کے ذخائر ایشیا میں چھٹے نمبر پر ہیں۔

صحرا، سمندر، برفانی تودے، پہاڑ، لہلہاتی فصلیں، قیمتی معدنیات کے باوجود اس کی کل آبادی کے 73 فیصد انسان ہر روز دو ڈالر سے کم کماتے ہیں۔

ایک مشہور امریکی صحافی کے بقول "قدرت نے خطہ پاکستان کو نہایت فیاضی سے قدرتی وسائل سے مالا مال کیا، مگر وہ اہل لوگ نہیں دیے، جو ان وسائل کا درست استعمال کر سکیں۔"

اس خطے کو جس کے نصیب میں پاکستان ہونا لکھا تھا، اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے انعامات سے بھر دیا۔ دنیا کے ممالک میں سے بعض ایسے ہیں جو ارضی خصوصیات میں سے کسی ایک یا چند کے حامل ہیں مثلاً کوئی ملک زیادہ تر صحرا پر مشتمل ہے تو کسی ملک میں صحرا کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ کسی ملک کے پاس دریا تو ہیں سمندر نہیں ہے۔ کسی ملک کے پاس بلند و بالا برف پوش پہاڑ ہیں مگر میدانی علاقے نہیں ہیں اور وہاں زراعت نہیں ہو پاتی۔ کسی ملک میں زراعت ہوتی ہے تو وہاں پھل نہیں ہوتے۔ کہیں پھل ہوتے ہیں مگر ان میں ذائقہ نہیں، پھول ہوتے ہیں مگر ان میں خوشبو نہیں۔ کسی ملک میں پہاڑ اور میدان تو ہیں مگر وہاں جنگلات اور جنگلی حیات نہیں ہے۔ ایسی بھی مثالیں ہیں کہ کسی ملک کے ارد گرد سمندر تو ہے مگر وہاں انواع و اقسام کی مچھلیاں نہیں ہوتیں۔

اب آیئے ایک نظر ذرا پاکستان پر ڈالیں۔ شمال تا جنوب پاکستان کا رقبہ ایک ہزار میل سے زیادہ ہے جبکہ مشرق تا مغرب چند سو میل سے زیادہ نہیں لیکن یہ مختصر سا خطہ جغرافیائی اور موسمی لحاظ سے کئی خصوصیات کا حامل ہے۔ مثلاً ایک یہی کہ اس ملک کے اکثر حصے میں گرمی اور سردی، بہار اور خزاں کے موسم بھرپور طور پر آتے ہیں جس سے زراعت پر خوشگوار اثرات مرتب

ہوتے ہیں۔ پاکستان میں بلند وبالا سرسبز وشاداب برف پوش پہاڑ بھی ہیں اور خشک پہاڑیاں بھی جن سے ایک طرف تو دریاؤں کو پانی ملتا ہے تو دوسری طرف انواع واقسام کے ذائقہ دار پھل اور میوے اور انتہائی بیش قیمت معدنیات ملتی ہیں۔ جس میں نمک جیسی عام چیز سے لے کر یورینیئم جیسا انتہائی اہم اور کمیاب عنصر بھی شامل ہے۔ پاکستان میں پیدا ہونے والی زرعی اجناس قدرتی طور پر بہترین کوالٹی کی حامل ہیں۔ جن میں سرفہرست چاول ہے اور اس کے بعد کپاس۔ یہی حال پھلوں کا ہے۔ آم دنیا کے کئی ممالک میں پیدا ہوتا ہے لیکن جو لذت اور شیرینی پاکستانی علاقے میں پیدا ہونے والے آم کی ہے وہ چند سو کلو میٹر دور بھارتی علاقے میں پیدا ہونے والے آم کی بھی نہیں ہے۔ اسی طرح کینو کی مثال بھی دی جاسکتی ہے۔ پاکستان میں پیدا ہونے والے سیب، خوبانی اور انگور کی مثال بھی دی جاسکتی ہے۔ اب آیئے پھولوں کی طرف، برطانیہ میں گلاب پیدا ہوتا ہے اور پھول بہت بڑے سائز کا ہوتا ہے مگر اس میں خوشبو نہیں ہوتی۔ پاکستان میں پیدا ہونے والا گلاب حسن ونازکی، لطافت بھی زیادہ رکھتا ہے اور اس میں خوشبو بھرپور ہوتی ہے۔ یہی حال موتیا اور چنبیلی کا ہے۔ سمندری غذائی وسائل کی طرف نگاہ ڈالیں، قدرت نے آبی حیات کے سلسلے میں بھی پاکستان پر دل کھول کر فیاضی کی ہے۔ شاید کم ہی لوگ یہ بات جانتے ہوں گے کہ ذائقے اور غذا کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی مختلف مچھلیاں اور جھینگے وغیرہ پاکستان کی سمندری حدود میں پائی جاتی ہیں، پاکستان سے چند سو کلو میٹر دور مشرق میں بھارت اور مغرب میں واقع ریاستیں اس سے محروم ہیں۔

کسی بھی ملک کے معدنی ذخائر اس ملک کی اقتصادی اور معاشی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان ذخائر میں ملنے والی معدنیات میں قدرتی طور پر کیمیائی مرکبات پائے جاتے ہیں جن سے دھاتیں بنائی جاتی ہیں یا ان سے دوسرے کیمیائی مرکبات بنائے جاتے ہیں۔ ان معدنیات کی مقدار، درجہ یا گریڈ (معدنیات میں پائی جانے والی دھات کی مقدار اور قسم) اور ان کا صحیح استعمال اس ملک کی ترقی کو چار چاند لگا دیتا ہے۔

پاکستان میں دھاتی اور غیر دھاتی معدنیات کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں۔ مشہور دھاتوں، غیر دھاتی اشیاء اور معدنی ذخائر میں انٹی منی، کرومیم، تانبا، لیڈ، زنک، مینگانیز، لوہا، لیٹرائیٹ، بیرائیٹ، بنٹونائٹ، چائنا کلے، کوئلہ، گریفائیٹ، نمک، میگنیسائٹ، نیفلین سائنائٹ، گندھک، جپسم، لائم اسٹون اور فائر کلے شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بھی پاکستان میں کئی معدنیات پائی جاتی ہیں مگر ان کا بھی صحیح طرح اندازہ نہیں لگایا جاسکا۔

آزاد کشمیر، خیبر پختون خواہ اور شمالی علاقہ جات معدنیات سے مالا مال ہیں جہاں ہیرے اور قیمتی پتھر اور دیگر معدنی وسائل وافر مقدار میں ملتے ہیں۔ قیمتی دھاتیں مثلاً سونا، چاندی اور مولبڈنم وغیرہ دوسری دھاتوں جیسے لوہا اور تانبا کے ساتھ ملتی ہیں۔ سونا بعض دریاؤں کی ریت اور پانی میں بھی پایا جاتا ہے۔ آبشاریں، ندی نالے اور دریا ان علاقوں کا جھومر ہیں۔

ضلع چاغی تو کنڈی میں واقع ریکوڈک کا پراینڈ گولڈ پراجیکٹ دنیا میں سونے اور چاندی کا دوسرا سب سے بڑا ذخیرہ ہے۔ ریکوڈک ضلع چاغی کے ایک چھوٹے سے قصبے کا نام ہے جو ریگستانی علاقہ ہے۔ یہ تو کنڈی کے شمالی مغرب میں ستر کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ مقامی لہجے میں اس کا تلفظ ،،ریکے ڈک" ہے، جس کے معنی

"ریت کے ٹیلے" کے ہیں، جس کی بگاڑ ریکوڈک ہے۔ یہاں 123 ملین ٹن تانبہ اور 20.9 ملین اونس سونے کے ذخائر موجود ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق یہاں گیارہ ملین پاؤنڈ کے تانبے کے ذخائر کی موجودگی بتائی جاتی ہے۔ ریکوڈک میں اٹھاون فیصد تانبا اور اٹھائیس فیصد سونا ہے۔

بلوچستان کو قدرت نے بے پناہ قدرتی وسائل اور معدنیات سے نوازا ہے، ضلع کوہلو اور کوئٹہ کے قریب کوئلہ کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں۔ مسلم باغ، قلعہ سیف اللہ، لسبیلہ، خضدار، خاران اور چاغی میں کرومائیٹ کا وسیع ذخیرہ ہے۔ خضدار کے نزدیک بیرئس کے دو ملین ٹن کے ذخائر موجود ہیں۔ ضلع چاغی، زردکان، سیاچنگ، جھولی، پتوک، مسکیچاہ، زہ، چالغیزی اور ینگ میں ماربل کے ذخائر پائے جاتے ہیں، ماربل کی ایک اعلیٰ قسم اونیکس کے ذخائر بولان، لسبیلہ اور خضدار میں دریافت ہوئے ہیں۔ کوئٹہ، قلات، ہرنائی، سورریج اور سپینتنگی کے علاقوں میں چونے کے ذخائر پائے جاتے ہیں۔ چاغی میں لوہے کے تیس ملین ٹن کے ذخائر موجود ہیں۔ اس کے علاوہ تانبا، سونے، سلور اور لیڈ کے ذکائر بھی پائے جاتے ہیں۔

رقبے کے لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑی اور پیداوار کے لحاظ سے دنیا کی دوسری بڑی (سب سے بڑی پولینڈ میں ہے) نمک کی کانیں کھیوڑہ کے نام سے پاکستان میں پائی جاتی ہیں۔ یہاں روزانہ کی پیداوار ساڑھے تین لاکھ ٹن سے زائد ہے۔ یہاں کے ذخائر کا اندازہ بیاسی ملین ٹن سے 600 ملین ٹن تک لگایا گیا ہے، یعنی اگر روزانہ اسی مقدار میں مسلسل نمک نکالا جاتا رہا تب بھی ساڑھے تین سو سال تک یہ سلسلہ ختم نہیں ہوگا۔

ایک اور معدنیات جسے کالا سونا یا کوئلہ کہا جاتا ہے دنیا کے تیسرے بڑے ذخائر پاکستان میں ہیں۔ کوئلے کے ذخائر کے حوالے سے ٹاپ تین ممالک میں دنیا میں پہلے نمبر پر چین ہے، جس کے پاس 274500 ملین ٹن کوئلے کے ذخائر محفوظ ہیں، جو دنیا میں تناسب کے لحاظ سے کل کوئلے کا 25.9 فیصد حصہ بنتا ہے۔ اس کے بعد امریکا ہے، جس کے پاس 246643 ملین ٹن، یعنی 23.3 فیصد اور پھر پوری دنیا میں تیسرے نمبر پر سب سے زیادہ وسیع ذخائر رکھنے والا ملک پاکستان ہے۔ جس کے پاس 185050 ملین ٹن کوئلے کے ذخائر ہیں، جو دنیا کا 19.3 فیصد ہیں۔ دیگر سات ممالک کی ترتیب میں روس، بھارت، آسٹریلیا، جنوبی افریقا، یوکرائن، قازقستان اور پولینڈ شامل ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ سندھ کے ریگستان میں کوئلے کے بڑے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ صحرائے تھر دنیا کا نواں بڑا صحرا ہے۔ اس میں 9 ہزار 600 مربع کلومیٹر میں 175 بلین ٹن کوئلے کے ذخائر ہیں جن سے آئندہ پانچ سو برسوں تک سالانہ پچاس ہزار میگاواٹ بجلی یا دس کروڑ بیرل ڈیزل یا لاکھوں ٹن کھاد بنائی جا سکتی ہے۔

پاکستان برصغیر کا وہ واحد ملک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قدرتی گیس کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔ ۱۹۵۰ء کے عشرے کے دوران بلوچستان کے قبائلی علاقے میں سوئی کے مقام پر قدرتی گیس کے ذخائر دستیاب ہوئے۔ اس مناسبت سے یہ قدرتی گیس "سوئی گیس" کے نام سے مشہور ہوئی اور ہماری سماجی اقتصادی صنعتی اور تجارتی زندگی میں نمایاں انقلاب کا سرچشمہ ثابت ہوئی اب پاکستان کے بہت سے دوسرے علاقوں میں بھی قدرتی گیس کے نئے اور بڑے ذخائر دریافت ہو چکے ہیں۔

ہمارے پاس بندرگاہیں ہیں۔ ہم چین اور وسط ایشیائی ریاستوں کے لئے تجارت کا گیٹ وے ہیں۔ پاکستان کے سمندر کا بیشتر حصہ یعنی ۱۲۰۰ کلو میٹر طویل ساحل، صوبہ بلوچستان سے منسلک ہے۔ ۱۹۷۰ء کے عشرے میں بلوچستان کی مچھلی کی سالانہ پیداوار ۴۰ ہزار ٹن تھی۔ اب ایک تخمینے کے مطابق ہماری مچھلی اور جھینگے کی پیداوار ایک لاکھ دو ہزار ٹن سے بھی زیادہ ہو چکی ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھئے کہ جاپان کے تو چاروں جانب حدِ نظر تک سمندر ہی سمندر ہے۔ لیکن قدرت نے اس سمندر کو عمدہ قسم کی مچھلیوں اور جھینگوں کی دولت عطا کی۔ جاپان اپنی ایک فیصد ضروریات کے لئے بھی اپنے سمندروں سے مچھلی حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس ہمارے ۱۶۰۰ کلو میٹر لمبے ساحل اور ہمارے قانونی سمندری حدود کے پورے علاقے، ان گنت اقسام کی اعلیٰ درجے کی مچھلیوں، جھینگوں، لابسٹرز اور دوسرے ایسے آبی جانوروں سے بھرے ہوئے ہیں جو دنیا بھر میں انسانی خوراک کا حصہ ہیں۔ ہمارے ہاں پائی جانے والی مچھلی اور اعلیٰ درجے کے جھینگے دنیا بھر میں مقبول ہیں۔

قدرتی نعمتوں کا ذکر ابھی مکمل نہیں ہے، اس کے علاوہ بھی ایک لمبی فہرست ہے۔ تصور کریں ڈنمارک کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ڈیری پروڈکٹس ہیں۔ ڈینش قوم دودھ کا سہارا لے کر اچھی کوالٹی کا مکھن، پنیر اور دیگر اشیاء بنا کر اسے پوری دنیا میں ایکسپورٹ کرتی ہے، اس کی بیکری کے آئٹمز، بالخصوص ڈینش بسکٹ پوری دنیا میں ایکسپورٹ کئے جاتے ہیں۔ اس قوم نے صرف قدرتی نعمت دودھ کی مدد سے معیاری چیزیں بنا کر پوری دنیا میں اس حوالے سے اپنی پہچان بنائی اور اس کا شمار ترقی یافتہ ممالک میں ہوتا ہے، جہاں خوشحالی نظر آتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ پاکستان قدرت کی سینکڑوں نعمتوں کے باوجود بھی بحرانوں کی لپیٹ میں ہے۔ اگر یہاں صرف ایک قدرتی نعمت آم کا ذکر کیا جائے تو وہی کافی ہے۔ قدرت نے پاکستان کو سینکڑوں اقسام کے لذیذ خوش ذائقہ آموں سے نوازا ہے۔ ایسے آم دنیا کے اور کسی ملک میں نہیں پیدا ہوتے۔ افسوس اس نعمت سے بھی کوئی مثالی فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔

صرف یہاں کے موسم کو ہی لیجئے، پاکستان دنیا کے اُن چھ ملکوں میں نمایاں مقام رکھتا ہے جہاں ایک ہی وقت میں دو دو موسموں سے لطف اُٹھایا جا سکتا ہے۔ پاکستان دنیا کے اُن دس ممالک کی صف اول میں شامل ہے جہاں دریا پہاڑ سے اُترتے ہیں اور ہزاروں ایکڑ زمینوں کو سیراب کرتے ہوئے سمندر میں جا گرتے ہیں۔ دنیا میں قدرتی گیس کا دوسرا سب سے بڑا ذخیرہ پاکستان میں ہے۔ پاکستان میں دنیا کی محنتی اور سستی لیبر فورس موجود ہے جو دنیا کے ہر علاقے میں سخت سے سخت کام کر سکتی ہے۔ یہ دنیا کا تیسرا ملک ہے جس کے لاکھوں شہری دنیا بھر کے ممالک میں موجود ہیں اور اپنی ہنر مندی و ذہانت سے انہیں مستفید کر رہے ہیں۔ دنیا کے تمام بڑے اداروں میں اعلیٰ پوزیشنوں میں پاکستانی اساتذہ اور سائنس دان کام کر رہے ہیں۔

ایک منفرد و ممتاز مقام کا حامل ہے۔ سب سے پہلے قیام پاکستان کو ہی لیجئے، پاکستان دنیا کی تاریخ کا پہلا ملک ہے جسے کسی قوم نے غیر ملکی استبداد سے آزاد نہیں کروایا بلکہ اسے ایک قوم نے تشکیل دیا ہے۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ دنیا کے سیاسی لیڈروں میں اپنی طرز کے پہلے اور واحد لیڈر رہیں۔ دنیا کی مختلف اقوام میں بڑے بڑے لیڈر پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے اپنے ملک اور دنیا کی تاریخ پر گہرے اثرات

چھوڑے ہیں ۔ ابراہیم لنکن ، ماؤزے تنگ ، مہاتما گاندھی ، اپنی اپنی قوم کے لئے ان لیڈروں کے کارنامے بلاشبہ بہت عظیم ہیں لیکن تاریخ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ ان لیڈروں نے اپنی قوم کو جس کے پاس ملک پہلے سے موجود تھا، انتشار، افراتفری اور غلامی سے نجات دلائی۔ دنیا کے لیڈروں میں پاکستان کے بانی محمد علی جناح کی امتیازی شان یہ ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے تو اس خطے میں بسنے والی مسلم قوم کا جداگانہ تشخص تسلیم کروایا اور اس کے بعد اس مسلم قوم کو ایک علیحدہ خود مختار اور آزاد ملک بنا کر دیا۔ اس نئے ملک کا نام پاکستان قرار پایا۔

ہماری قوم کے لوگ زندگی کے کسی بھی شعبے میں یا دنیا کے کسی بھی خطہ میں چلے جائیں اپنے لئے ایک نمایاں مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ یہ خصوصیت دنیا کی کم ہی اقوام میں پائی جاتی ہے۔ کھیل دنیا میں ہر جگہ کھیلے جاتے ہیں۔ ان میں وسائل سے مالا مال ترقی یافتہ ممالک بھی شامل ہیں اور کم وسائل رکھنے والے ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک بھی۔ دنیا میں کسی ترقی پذیر اور کم وسائل رکھنے والی قوم نے کھیل کے میدان میں ایسی کامیابیاں حاصل نہیں کی ہیں جیسی پاکستانی کھلاڑیوں نے کی ہیں۔ پاکستان نے ہاکی کھیلی تو اولمپک چیمپئن ، ورلڈ چیمپئن ، ایشیائی چیمپئن کے اعزازات حاصل کر لیے۔ کرکٹ کھیلی تو ورلڈ کپ جیتا اور دیگر کئی مقابلے جیتے۔ اسکوائش کھیلا تو میدان اپنے ہاتھ میں رکھا۔ اسنوکر کھیلا تو عالمی چیمپئن قرار پایا۔

کھیل کی دنیا میں کھلاڑیوں نے انفرادی طور پر جو ریکارڈ قائم کئے ان میں بھی پاکستانی کسی سے پیچھے نہیں۔ جاوید میانداد، عمران خان، وسیم اکرم، وقار یونس، شاہد آفریدی، تنویر ڈار، منور الزماں، اصلاح الدین، سمیع اللہ ۔ پاکستان کا ایک کھلاڑی جہانگیر خان مدتوں اسکوائش کورٹ پر حکمرانی کرتا رہا اور اس سے یہ اعزاز منتقل ہوا بھی تو ایک دوسرے پاکستانی جان شیر خان کو۔ اسنوکر کا کھلاڑی محمد یوسف عالمی ٹورنامنٹ میں شرکت کے لیے اپنے طور پر خاموشی سے گیا اور ملک کے لیے عالمی چیمپئن ہونے کا اعزاز حاصل کر کے وطن لوٹا۔ کیا یہ محض اتفاق ہے کہ یہ سب پاکستانی ہیں۔ نصرت فتح علی خان کو عالمی سطح پر دنیائے موسیقی کا بے تاج بادشاہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ نصرت فتح علی خان کی فنی عظمت کا اعتراف پاکستان سے باہر مغرب میں یورپ، امریکہ، کینیڈا اور مشرق میں جاپان تک میں کیا گیا۔ کیا یہ محض اتفاق ہے کہ نصرت فتح علی خان مرحوم پاکستانی تھے۔ عبدالستار ایدھی کی شخصیت عالمی سطح پر عزت اور احترام کی حامل ہے۔ دنیا بھر میں ان جیسی کوئی دوسری شخصیت موجود نہیں ہے۔ کیا یہ محض اتفاق ہے کہ ان کا تعلق پاکستان سے ہے۔ پاکستان تعلیمی لحاظ سے بہت پیچھے ہے خصوصاً ہماری جامعات میں تحقیقی کاموں کے سلسلے میں ہم شدید پسماندگی کا شکار ہیں۔ لیکن اس کے باوجود پاکستانی قوم نے ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی، ڈاکٹر عطاء الرحمن اور ان جیسے کئی دوسرے بین الاقوامی سطح پر معروف و محترم سائنس دان دنیا کو دیئے۔

اور اب ایک اور پہلو پر نظر ڈالتے ہیں شاید آپ کی نگاہ اس طرف کم گئی ہے دنیا کی تاریخ میں پاکستان وہ منفرد ملک ہے جس نے 63 سال کی عمر میں 8 جنگیں لڑیں۔ تقسیم کے وقت 1948 کشمیر کی جنگ، 1965 میں ہندستان کی مسلط کردہ جنگ، 1971 میں ہندوستان کی مسلط کردہ جنگ، 1999 میں کارگل کی جنگ، دنیا کی سپر پاور روس سے افغانستان میں جنگ، دنیا کی سب سے بڑی 50 لاکھ مہاجرت کو اپنے ملک میں پناہ دی۔ یہ وہ

ملک ہے جس کے خلاف اس کے کئی دشمنوں نے اتحاد کر لیا لیکن اس وقت تک اللہ کے حکم سے ناکام ہیں۔ یہ وہ پاکستان ہے جس نے عرب اسرائیل جنگ میں اسرائیل کے چھ ایف سولہ جہاز گرائے تھے جب کہ سارا عرب اسرائیل کے آگے گھٹنے ٹیک چکا تھا۔ یہ وہ پاکستان ہے جس نے سری لنکا کی 60000 آرمی کو پڑوسی ملک کے تربیت یافتہ تامل ٹائگر کے خلاف تربیت و مدد فراہم کی۔

محب وطن اہل پاکستان کی صلاحیتوں سے افرادی قوت بھی حاصل ہے۔ اہل پاکستان کی صلاحیتوں سے صحیح معنوں میں کام لے کر ایک خوشحال ملک بنا سکتے ہیں۔

اب کمی ہے تو صرف اخلاص کی۔ اگر نیت میں اخلاص شامل ہو جائے، زمین میں پوشیدہ خزانے، ہنر مند اور تعلیم یافتہ جفاکش محنتی افرادی قوت کو درست طریقے سے استعمال کیا جائے تو بظاہر ایسی کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی ہے جو پاکستان کی ترقی کے راستے میں رکاوٹ ثابت ہو۔

پاکستان کے ساحلی علاقوں پر اگر صرف ناریل کی کاشت باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت کی جائے تو تقریباً چار ارب سالانہ کی آمدنی ممکن ہے۔ اس سے ایک طرف تو آلودگی کا مسئلہ حل ہو سکے گا دوسری طرف بہت بڑی تعداد میں ذرائع روزگار بھی پیدا ہوں گے۔ یہ بات یاد رہے کہ ہمارے ہاں تو ناریل کا تیل اور کھوپرا ہی استعمال ہوتا ہے لیکن ترقی یافتہ ممالک میں تو ناریل کے تقریباً ہر حصے سے لاتعداد اشیاء تیار کی جا رہی ہیں جن میں گھروں میں استعمال ہونے والے پائیدان سے لے کر تھرموپلاسٹک اور گاڑیوں کی نشستیں تک شامل ہیں۔

زمینی خزانوں میں سے معدنی کوئلے کو ہم اب تک صرف توانائی اور حرارت کے وسیلے کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ اس کی بنیاد پر یا تو بجلی گھر چلائے جا رہے ہیں یا اینٹوں کے بھٹوں میں اس کا استعمال ہو رہا ہے۔ اس سے فوائد تو ضرور حاصل ہو رہے ہیں لیکن کوئلے کو محض ایندھن کے طور پر استعمال کرنا اس دولت کا زیاں ہی نظر آتا ہے۔ معدنی کوئلے پر مبنی صنعتوں کے قیام سے ہم درجنوں اقسام کے کیمیکلز، دوائیں، رنگ اور دوسری صنعتی مصنوعات حاصل کر سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ کوئلے کے صنعتی استعمال سے خارج کرنے والے کثیف دھوئیں کو بھی مفید گیسوں کے حصول کا ذریعہ بنا سکتے ہیں۔

مچھلی اور جھینگے کو ڈبوں میں محفوظ کر کے اس صنعت کو فروغ دیا جائے اور جدید بین الاقوامی خطوط پر ماہی گیری کو منظم کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اربوں بلکہ کھربوں روپے سالانہ کی آمدنی ممکن ہو سکے۔

پاکستان میں نکلنے والا سنگ سبز چٹانوں کی صورت میں بیرون ملک برآمد ہو جاتا ہے اور وہاں اُس کی انسانی ناخن کے برابر مقدار کو بھی ضائع نہیں کیا جاتا، اس کے چورے کو بھی استعمال کر لیا جاتا ہے۔ اس دولت سے غیر جو فائدے حاصل کر رہے ہیں ہم خود کیوں نہیں حاصل کر سکتے۔

کسی ملک کی ترقی کے لئے ان بنیادی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

۱۔ زرعی پیداوار
۲۔ صنعتی پیداوار
۳۔ معدنی دولت
۴۔ افرادی قوت

الحمد للہ یہ چاروں چیزیں پاکستان میں موجود ہیں۔ یہ اللہ کی مہربانی اور اللہ کے رسول حضرت

محمد مصطفےٰ ﷺ کا صدقہ ہے آج دنیا بھر میں پاکستان جیسا خطہ ارضی تلاش کرنا ممکن نہیں۔

پاکستان پر جب بھی کڑا وقت آیا ہے۔ یہاں کے لوگوں نے سر سے کفن باندھ کر مشکلات کا مقابلہ کیا ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس ملک کے لئے قدرت کے عطا کردہ وسائل اور مواقع کو خلوص نیت کے ساتھ استعمال کیا جائے۔

پاکستان کے پاس وسائل اور افراد کی کمی نہیں ہے۔ ہماری معاشرتی خرابیوں کے اسباب ناقص حکمت عملی میں پوشیدہ ہیں۔

قوم بہت اچھی ہے۔ بد قسمتی سے اسے لیڈر اچھے نہیں ملے۔ خود غرض حکمرانوں نے ایڈہاک ازم کی بنیاد پر کام چلایا اور قوم کی اجتماعی فلاح و بہبود کے لئے کوئی مؤثر نظام قائم نہ ہونے دیا۔ آج بھی اگر پاکستان میں قانون کی حکمرانی کا مؤثر انتظام ہو جائے، یہاں کا نظام درست ہو جائے، ہر قدم اللہ کے احکامات اور اللہ کے رسولؐ کی تعلیمات پر صدقِ دل سے عمل شروع کر دے تو یہ ملک بہت تھوڑے عرصہ میں ترقی اور خوشحالی کا مرکز بن جائے گا۔

کئی روحانی ہستیاں پاکستان کے لیے مسلسل دعا گو ہیں۔ ان ہستیوں کو یقین ہے کہ پاکستان پر اللہ کا خاص کرم ہے۔ یہ قوم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے بے انتہاء محبت کرتی ہے۔ پاکستانی قوم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی خوشی کی خاطر اللہ کی راہ میں کھلے دل سے خرچ کرتی ہے۔

حکومتی توجہ نہ ہونے پر پاکستانیوں نے اپنے طور پر سماجی خدمات کے بڑے بڑے ادارے قائم کیے ہیں۔ اور ایسے زیادہ تر کام اللہ اور اللہ کے رسول کی رضا پانے کے لیے کیے گئے ہیں۔

اگر پاکستان کو ایسے نیک نیت مخلص صالح حکمران مل جائیں تو یہ ملک بہت جلد دنیا کی قوموں میں بہت عزت و احترام کا حامل ہو گا۔

معلوم ہوا ہے کہ لاہور میں مقیم ایک بہت پہنچی ہوئی روحانی ہستی نے نجی محفلوں میں اپنے ملنے والوں کو کئی بار بتایا ہے کہ اللہ کے مقرب کئی بندے پاکستان کے لیے بہت دعائیں کرتے ہیں۔ اس ملک کے عوام کسی بات کا تہیہ کرلیں تو انہیں قدرت کی بھرپور مدد ملتی ہے۔ پاکستان کا ایٹمی قوت بننا اس کی واضح ترمثال ہے۔

لاہور میں مقیم روحانی ہستی نے بتایا ہے کہ پاکستان کی ترقی کے امکانات بہت روشن ہیں۔ بس ہمیں تھوڑی سی محنت کی ضرورت ہے۔ اگر پاکستان کے لیڈر انفرادی مفاد کو چھوڑ کر قومی مفاد کو ترجیح دیں تو یہ ملک بہت جلد خطے کا نہایت امیر ملک بن جائے گا۔

❄

2050ء میں خوش آمدید

محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

آج کے دور میں ہم سائنس و ٹیکنالوجی اور جدت کی ایک عجیب اور حیرت انگیز دنیا میں رہتے ہیں۔ یہ ایک ایسی دنیا ہے جہاں حقیقت قصے کہانیوں سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے۔ یہاں ہر روز نئی دریافتیں جنم لیتی ہیں۔ ان میں سے اکثر ہماری زندگی پر بڑے اچھوتے انداز میں اثر انداز ہوتی ہیں۔ اکیسویں صدی میں تو انسان نے ترقی کی وہ منزلیں طے کی ہیں جن کے بارے اس قبل شاید انسان سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ اس دور میں جہاں انسان نے خلائی دنیا میں بہت زیادہ پیش رفت کی ہے وہاں زمین پر وقت اور فاصلوں کو قریب کیا ہے۔ لاکھوں میل کی مسافت میں بکھری انسانی آبادی گلوبل ولیج (Global Village) بن کر رہ گئی ہے۔

سائنس نے دورِ حاضر کے انسان کے ہاتھوں میں وہ قوت دے دی ہے جس کے بل بوتے پر وہ پوری دنیا کے وسائل کو اپنے تصرف میں لا سکتا ہے۔ لیکن دوسری جانب ہم دیکھتے ہیں کہ انسان نے ترقی کی دوڑ میں فطرت کو نظر انداز کر دیا ہے، گلوبل وارمنگ، گرین ہاؤس ایفیکٹ، بدلتے موسم، ماحولیاتی تبدیلیاں، قحط، خشک سالی، نت نئی بیماریاں، زلزلہ، سونامی اور قدرتی آفات سے انسانی آبادی بری طرح اثر انداز ہو رہی ہیں۔

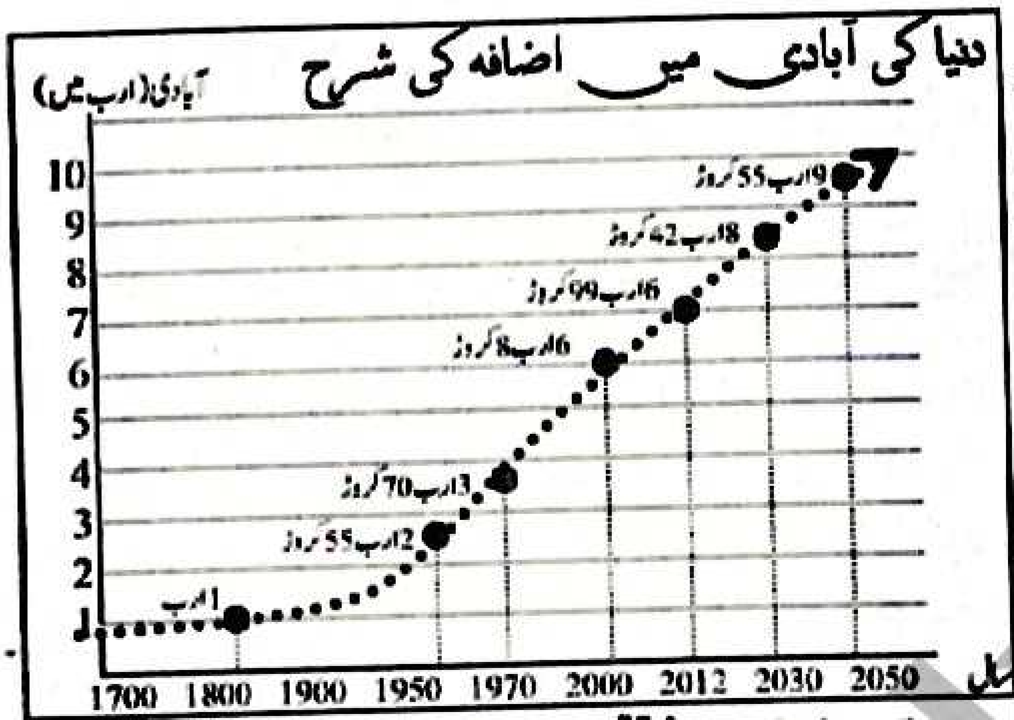
ترقی کی یہ رفتار انسان کو کس ڈگر پر لے جا رہی ہیں۔ سائنسدانوں، مفکرین اور تجزیہ نگاروں نے جو اندازے لگائے ہیں ان سے ایک پیش منظر ضرور ترتیب دیا جا سکتا ہے کہ موجودہ صدی کے وسط یعنی سال 2050ء میں دنیا کیسی ہو گی....؟ عالمی و قومی سطح پہ کس قسم کی سیاسی، معاشی، مذہبی، عسکری ماحولیاتی اور معاشرتی تبدیلیاں رونما ہوں گی.....؟

آیئے تجزیہ نگاروں، مفکرین اور سائنسدانوں کی آراء کی روشنی میں چند جھلکیاں ملاحظہ کرتے ہیں.....

10 ارب انسان

جی ہاں!.... سال 2050 تک دنیا کی آبادی 10 ارب کے قریب پہنچ جائے گی۔ اس وقت دنیا کی مجموعی آبادی 7.2 ارب تک پہنچ چکی ہے۔ آبادی کی شرح میں اضافے کی رفتار اسی طرح جاری رہی تو 2025 میں یہ تعداد 8.1 ارب جبکہ 2050 میں 9.7 ارب ہو جائے گی۔ جس میں سے صرف ترقی پذیر ممالک کی آبادی 6.5 ارب ہو گی۔





اقوام متحدہ کے ادارہ برائے اکنامک اور سوشل افیئرز کی جانب سے جاری کردہ رپورٹ کے مطابق سال 2000 تا 2050 کے دوران ترقی پذیر ممالک میں شہری آبادیوں میں 3.2 ارب افراد کا اضافہ ہوگا۔ یاد رہے کہ 1950 میں دنیا بھر کی مجموعی انسانی آبادی تین ارب سے کم تھی۔ اس وقت آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک چین ہے جہاں 1.3 ارب افراد بستے ہیں۔ اس کے بعد بھارت کا نمبر ہے جس کی آبادی 1.2 ارب ہے۔ امریکا تیسرے، انڈونیشیا چوتھے جبکہ برازیل پانچویں نمبر پر ہے۔ اندازوں کے مطابق 2050ء میں بھارت 1.6 ارب آبادی کے ساتھ دنیا بھر میں سب سے زیادہ آبادی والا ملک بن جائے گا جبکہ چین دوسرے نمبر پر ہوگا جس کی آبادی اس وقت بھی 1.3 ارب ہی ہوگی۔ آج پاکستان کی کُل آبادی 18 کروڑ سے زائد ہے 2050 تک اس کی آبادی تقریباً 34 کروڑ 20 لاکھ ہوگی۔

دنیا کی آبادی کا کثیر حصہ ترقی پذیر ممالک میں ہونے کی وجہ سے خوراک، پانی، نکاسی آب، توانائی، عوامی سہولیات، تعلیم و صحت کی ضروریات بھی غیر معمولی طور پر بڑھ جائیں گی۔ کئی ترقی پذیر اور غریب ممالک مزید غربت اور خوراک کی قلت جیسے مسائل کا شکار ہو جائیں گے۔

بوڑھے زیادہ نوجوان کم

آبادی میں اضافے کے ساتھ ساتھ دنیا بھر میں عمر رسیدہ افراد کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ مستقبل میں بوڑھے افراد کی وجہ سے کئی اقوام کو سماجی و اقتصادی مسائل کا سامنا ہو سکتا ہے۔ مختلف ملکوں میں بوڑھی ہوتی نسل کی رفتار یہی رہی تو پہلی بار ایسا ہوگا کہ بوڑھے افراد پندرہ سال سے کم عمر نوجوانوں کی تعداد سے بڑھ جائیں گے۔ سن 2050 میں ہر پانچ میں سے ایک شہری کی عمر 65 سال یا اس سے زیادہ ہوگی۔

مغرب میں اسلام کا غلبہ

براعظم یورپ میں اسلام کے اثر و نفوذ کو دیکھتے ہوئے تجزیہ نگاروں کا یہ امکان ظاہر کیا ہے کہ آنے والے چند عشروں میں اسلام یورپ کی اکثریتی آبادی کا مذہب ہوگا۔

یورپ میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً تین فیصد سالانہ کے اعتبار سے بڑھ رہی ہے، ہر سال ڈھائی لاکھ مسلمان تارکین وطن کے طور پر یورپ میں داخل ہو رہے ہیں، اس تناظر میں امکان ہے کہ سن 2050 میں یورپ کے اکثر ملکوں میں مسلمانوں کی آبادی قابل ذکر ہوگی۔ یورپ میں مسلمانوں کی آبادی 4.4 کروڑ سے بڑھ کر 5.8 کروڑ ہو جائے گی۔ یورپ کے مختلف ممالک مثلاً فرانس، بیلجیم، ہالینڈ اور جرمنی میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب بڑھ جائے گا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکا میں مسلمانوں کی

آبادی اگلے بیس برسوں میں دگنی سے زائد ہو جائے گی۔

شرح پیدائش کے اعداد و شمار کے لحاظ سے عالمی سطح پر مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ غیر مسلموں کی آبادی کے اضافہ سے دوگنا ہوگا۔ سالانہ اضافہ مسلمانوں میں اس وقت 1.5 فیصد ہے۔ جبکہ غیر مسلموں میں اضافہ صرف 0.7 فیصد ہے۔ کرۂ ارض پر مسلمانوں کی آبادی آج 1.6 ارب ہے سالانہ اضافہ کی موجودہ شرح برقرار رہتی ہے تو 2030ء تک ایک اندازہ کے مطابق 2.2 ارب پہنچ جائے گی جبکہ 2050ء میں مسلمان کی آبادی 3 ارب سے زیادہ یعنی دنیا کی کل آبادی کا ایک تہائی ہونے کا امکان ہے۔

بھوک کی دہشت

غذائی ماہرین کا تخمینہ ہے، سال 2050ء میں دنیا کو درپیش مسائل میں دہشت گردی نہیں بلکہ بھوک سرفہرست ہوگی۔ یوں تو بھوک اب بھی دنیا بھر میں ایک سنگین مسئلہ ہے۔ آج بھی 90 کروڑ انسان بھوک کا شکار ہیں، لیکن 2050ء تک بھوک سے متاثر ہونے والوں کی تعداد 2 ارب ہو جائے گی۔ ایک اندازہ کے مطابق آئندہ پچاس سالوں کے لیے اتنی خوراک کی ضرورت پڑے گی جتنے انسان نے پچھلے دس ہزار سالوں میں اُگائی ہے۔

دوسری جانب ماہرین کا اندازہ ہے کہ اگلے دس سال میں ایشیاء کے وسیع علاقوں کو شدید خشک سالی کے طویل ادوار کا سامنا بھی رہے گا۔ ان علاقوں میں شمالی چین، ہندوستان، افغانستان، منگولیا اور پاکستان خاص طور پر متاثر ہو سکتے ہیں، جبکہ باقی ماندہ ایشائی ممالک میں طویل مون سون اور سخت بارشوں کا غالب امکان ہے۔ ایسی صورت میں خشک سالی کی وجہ سے غذائی اجناس مہنگی سے مہنگی ہوتی جائیں گی اور زرعی پیداوار میں تنزل آسکتا ہے۔

پانی کے لیے جنگ

اقوام متحدہ کے ادارے یونیسکو کی تنظیم ورلڈ واٹر ڈویلپمنٹ بورڈ نے انکشاف کیا ہے کہ 2050ء تک عالمی سطح پر پانی کی طلب میں 55 فیصد اضافہ ہو جائے گا۔ 2050 میں ہر پانچ میں سے تین افراد پانی کی کمی کا شکار ہوں گے۔ اسی عرصے میں زمین کی کل آبادی کا 40 فیصد حصہ پانی کے حصول میں شدید دباؤ کا سامنا کرے گا۔ ان میں شمالی افریقہ، مشرق وسطی اور جنوبی ایشیا کے کئی ممالک شامل ہوں گے۔ براعظم ایشیا کے کئی ملکوں میں پانی کے حصول کی وجہ سے تنازعات سنگین ہو جائیں گے۔ خدشہ ہے کہ آئندہ عالمی جنگ بھی میٹھے پانی پر ہوگی۔

1947ء میں ہر پاکستانی کو تقریباً "پانچ ہزار کیوبک میٹر پانی میسر تھا۔ اب یہ شرح صرف ایک ہزار کیوبک میٹر رہ گئی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ پانی بچانے کے اقدامات نہ ہوئے، تو 2050ء تک یہ کمی "پانچ سو کیوبک میٹر" تک پہنچ جائے گی۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ کھانے کی عادتیں نہ بدلی گئیں تو چالیس سال بعد نو ارب آبادی کی ضروریات کو پورا کیے جانے کی خاطر پینے کے پانی کے ذخائر نہیں رہیں گے۔ اس وقت ہر شخص کی پروٹین کی بیس فیصد ضروریات گوشت سے پوری کی جاتی ہیں۔ 2050 تک دنیا کی آبادی میں دو ارب افراد کا اضافہ ہوا تو پروٹین کی صرف پانچ فیصد ضروریات گوشت کھانے سے پوری ہوں گی۔ لیکن اس وقت گوشت کافی مقدار میں حاصل نہیں ہو سکے گا کیونکہ مویشیوں کو پانی کی قلت کا سامنا ہوگا۔ اس لیے 2050 میں انسانوں کو سبزی پر انحصار بڑھانا ہوگا۔

مستقبل کی ممکنہ سپر پاورز....

اس وقت امریکا واحد سپر پاور کے طور پر دنیا پر حکمرانی کر رہا ہے۔ مشرق سے لے کر مغرب تک اس کا سکہ چلتا ہے، دنیا میں اور بھی کئی ملک سپر پاور بننے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ اس وقت

پانچ ممالک کی معاشی ترقی، انسانی ترقی، جی ڈی پی، جغرافیہ، قدرتی وسائل، رقبہ، آبادی اور دیگر اشاریے واضح کرتے ہیں کہ یہ ملک مستقبل میں سپرپاور بننے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ان ممالک کو موجودہ اصطلاح میں ''پوٹینشل سپرپاور'' کہا جاتا ہے اور یہ ملک چین، برازیل، بھارت، روس اور یورپی یونین ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق 2050ء میں جو بڑی چار معاشی قوتیں ہونگی ان میں آج کی سپرپاور امریکہ تیسرے نمبر پر جاچکی ہوگی۔

پاکستان میں بھی دنیا کی طاقتور معیشت بننے کی بھرپور صلاحیتیں موجود ہیں، برطانیہ کے ماہر اقتصادیات جم اونیل کے تجزیہ کے مطابق پاکستان دنیا کی کئی بڑی معیشتوں کو پیچھے چھوڑ کر 2050ء تک دنیا کی 18ویں بڑی معیشت بن جائیگا، جس کا جی ڈی پی کا حجم 3.33 ٹریلین ڈالر ہوگا، جو جرمنی کے موجودہ معاشی حجم کے برابر ہوگا جبکہ پاکستان کی فی کس آمدنی 20500 ڈالر ہوجائے گی۔ پاکستان اس وقت دنیا میں 225.14 ارب ڈالر جی ڈی پی کے ساتھ 44 واں بڑا معاشی ملک ہے۔ اگر یہ تجزیہ درست ہے تو آئندہ 35 سال میں پاکستان کی معیشت 15 گنا ترقی کریگی۔ میکسیکو، انڈونیشیا، نائیجیریا، ترکی بھی اپنی اقتصادی ترقی کیلئے کاوشیں کر رہے ہیں۔ آنیوالی دہائی میں یہ ممالک مضبوط اقتصادی طاقتیں ثابت ہوں گی۔

توانائی و وسائل

سن 2010 میں توانائی کی کھپت میں 5.6 فیصد کا اضافہ ریکارڈ کیا گیا تھا۔ اس وقت نامیاتی ایندھن کے ذرائع دنیا بھر میں توانائی کی ضروریات کی 80 فیصد کھپت پوری کرتے ہیں جبکہ قابل تجدید ذرائع سے حاصل کی جانے والی توانائی کی شرح 13 فیصد ہے۔ 2050 میں توانائی کی مانگ 2010ء سے تین گنا زیادہ ہوگی جو کہ تقریباً 9×10^2 جول ہے۔ یہ توانائی صرف امریکہ کی سالانہ توانائی کی کھپت سے 65 گنا زیادہ ہے۔ توانائی کے بحران پر قابو پانے کے لیے جیو تھرمل، بائیو فیول، ہائیڈرو، ونڈ اور سولر انرجی کا زیادہ سے زیادہ استعمال ہوگا۔

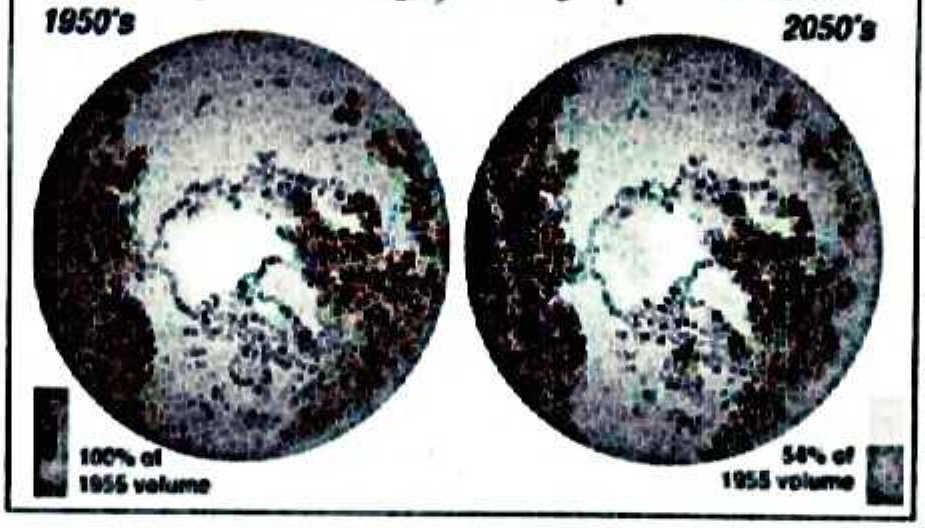
اعداد و شمار کے مطابق سن 2000 اور 2010ء کے درمیان 32.5 ملین ایکڑ زمین پر قائم جنگلات کو ختم کیا گیا۔ سال 2050ء میں ایمیزن کے آدھے سے زیادہ بارانی جنگلات (تقریباً 27 لاکھ مربع کلومیٹر) ختم ہو جانے کے امکان ہیں۔ جس کی وجہ سے نا صرف 30 ارب ٹن کاربن ڈائی آکسائیڈ زمین کی فضا میں شامل ہو کر گلوبل وارمنگ کو بڑھا دے گی بلکہ ان جنگلات میں موجود کئی نایاب جانور اور پودوں کی نسل بھی معدومیت کا شکار ہو جائیں گے۔

1950ء اور سن 2005 کے درمیان مچھلی کی کھپت میں پانچ گنا اضافہ ریکارڈ کیا گیا تھا۔ آج سمندروں میں مچھلیوں کی ایک تہائی تعداد ختم ہوگئی ہے۔ اگر موجودہ رجحان برقرار رہا تو 2050 تک آدمی سے زیادہ مچھلیاں ختم ہوجائیں گی۔

الیکٹرونکس اشیاء کی بڑھتی ہوئی مانگ کے ساتھ ساتھ الیکٹرونکس آلات کے کوڑے میں بھی اضافہ ہوگا۔ ہر سال دنیا بھر میں کوڑے میں پھینک دی جانے والی الیکٹرانک مصنوعات کا وزن، جو 2012 میں 4.89 کروڑ ٹن تھا، تینتیس فیصد سالانہ اضافہ کے ساتھ 2017ء میں بڑھ کر 6.54 کروڑ ٹن تک جا پہنچے گا، سن 2050 سے دنیا بھر میں سالانہ بنیادوں پر 13.1 بلین ٹن کوڑا کرکٹ اکٹھا ہوگا جو کہ موجودہ تعداد سے تین گنا زیادہ ہوگا۔

اقوام متحدہ کے مطابق سن 2050 تک کھانے پینے کی اشیاء کی طلب میں ستر فیصد اضافہ ہوگا جس کی وجہ سے زراعت کے لیے پانی کے استعمال میں بھی بیس فیصد اضافہ ہوگا۔

2050ء تک قطب شمالی کے گلیشئرز میں 46 فیصد تک کمی کا امکان



ماحولیاتی تبدیلیاں

ماحولیاتی تبدیلی سے متعلق ادارے IPCC کی رپورٹ کے مطابق زمین پر انسانی سرگرمیوں سے عالمی حدت کے مضر اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ یہ اثرات قدرتی ماحول اور خود انسانوں کی زندگی مشکل تر بنا سکتے ہیں۔ ان اثرات سے مستقل برف میں رہنے والے علاقے سکڑ رہے ہیں، برف گرنے، بارشوں، گلیشیئر میں کمی اور سمندروں کے علاوہ زمین کھسکنے کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ موسم کی وجہ سے لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں۔ خوراک پیدا کرنے والے ممالک میں موسمیاتی شدت سے خوراک کی پیداوار متاثر ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ جنگلوں میں لگنے والی آگ، خشک سالی، سیلاب، طوفان اور دیگر واقعات ایک اہم خطرے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

اگر اس صدی کے آخر تک درجہ حرارت (اوسط ٹمپریچر) چار ڈگری سینٹی گریڈ تک بھی بڑھتا ہے تو اس کے اثرات شدید اور دیرپا ہوں گے۔ خوراک کی قلت کے ساتھ ساتھ کئی نسل کے جانوروں کے ختم ہونے کا بھی خدشہ ہے۔ یورپ اور ایشیا میں خاص طور پر سیلابوں کے خطرات بڑھیں گے۔ وہ ممالک جہاں پانی کی شدید قلت ہے پانی کی مزید کمی کے شکار ہوں گے۔ وسائل کیلئے مقابلہ بڑھے گا۔ سطح سمندر سے بلندی پر موجود ممالک خصوصاً اس کا شکار ہوں گے۔ سمندروں کی سطح بڑھنے کے امکانات ہیں۔ اگلے عشروں میں ساحلوں پر سیلابی کیفیت ہوگی۔ اس کی وجہ شہروں کا بے تحاشہ پھیلاؤ اور آبادی میں اضافہ ہے۔ چھوٹے جزیروں والے ممالک اور نشیب میں موجود ممالک بہت شدید اثرات سے دوچار ہوں گے۔

غریب ممالک میں ناکافی خوراک اور گرمیوں کی لہر سے بھوک، ملیریا اور دیگر وبائی امراض میں بھی اضافہ ہوگا۔ مچھلیوں کے ساتھ ساتھ گندم، چاول اور مکئی کی پیداوار کم ہوگی۔

2050ء میں ماحولیاتی آلودگی سے اموات کی شرح ترقی پذیر ممالک میں تجاوز کر جائے گی، چین اور بھارت میں آلودگی کی وجہ سے سب سے زیادہ اموات ہوں گی۔ بارانی خطوں میں بارش میں 20 فیصد اضافہ ہوگا۔ ایک سائنسی اندازے کے مطابق 2050ء تک کلکتہ اور ڈھاکہ سمیت بنگلہ دیش کا بڑا حصہ زیر آب آسکتا ہے۔ برف کے بڑے بڑے تودے گلیشیر اور برفانی جھیلیں پگھل کر بے پناہ بربادی کا سبب بن سکتی ہیں۔ لگ بھگ بیس کروڑ افراد قدرتی آفات اور ماحولیاتی تبدیلی کی وجہ سے بے گھر ہو جائیں گے۔ قطب شمالی میں سمندر میں جمی برف کے پگھلنے سے شاید ایک نئی سمندری گزرگاہ وجود میں آجائے جس سے لندن سے ٹوکیو تک مزید کم وقت میں سمندری سفر کیا جاسکے گا۔

ٹیکنالوجی اور ایجادات

ٹیکنالوجی کے شعبے میں بہت زیادہ تیزی سے تبدیلیاں آئیں گی۔ مستقبل کے لوگ ہر چیز فوری حاصل

کرنے کے عادی ہوں گے۔ کوئی بھی خبر، معلومات شئیر کرنے کی رفتار میں اضافہ ہوگا۔ تھری ڈی پرنٹرز عام ہو جائیں گے۔ ٹیکنالوجی کی بدولت موجودہ آفس کا تصور بھی ختم ہو جائے گا۔ ہائی اسپیڈ انٹرنیٹ اور ویڈیو کانفرنس کی بڑھتی ہوئی سہولتوں سے آفس میں کام کرنے والوں کو سفر کرنے سے چھٹکارا مل سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے آفس کا کام دنیا بھر میں کہیں سے بھی کر سکیں گے۔ میٹنگز بھی مختصر اور چھوٹی ہو جائیں گی۔ ایک دن کے کام کے گھنٹے بھی کم ہو جائیں گے۔ تعلیم کے میدان میں بھی حیرت انگیز تبدیلیاں آئیں گی۔ اسکول اور کلاس روم کا روایتی تصور ختم ہو جائے گا۔ کئی اسکول استاد کے بغیر یعنی ٹیچر لیس ہوں گے۔

ایک غیر ملکی سے آسانی سے بات کی جا سکے گی اور ترجمے کی سہولت سے وہ آسانی سے آپ کی بات سمجھ جائے گا۔ شاپنگ کرنے میں بھی آسانی پیدا ہوگی۔ گلوبل پوزیشنگ سسٹم آپ کے استعمال کی ہر اشیاء کے اندر ہو گا۔ ڈیجیٹل کرنسی کا استعمال عام ہوگا۔ انسان کی شناخت کے لیے جینیاتی معلومات عام ہو جائیں گی، ڈیٹا ذخیرہ کرنے کی گنجائش روایتی ہارڈ ڈرائیوز سے بہت زیادہ ہوگی، مستقبل کے روبوٹ انسانوں کی طرح ذہانت اور جذبات کا اظہار کریں گے اور عام لوگوں کی پہنچ میں ہوں گے۔

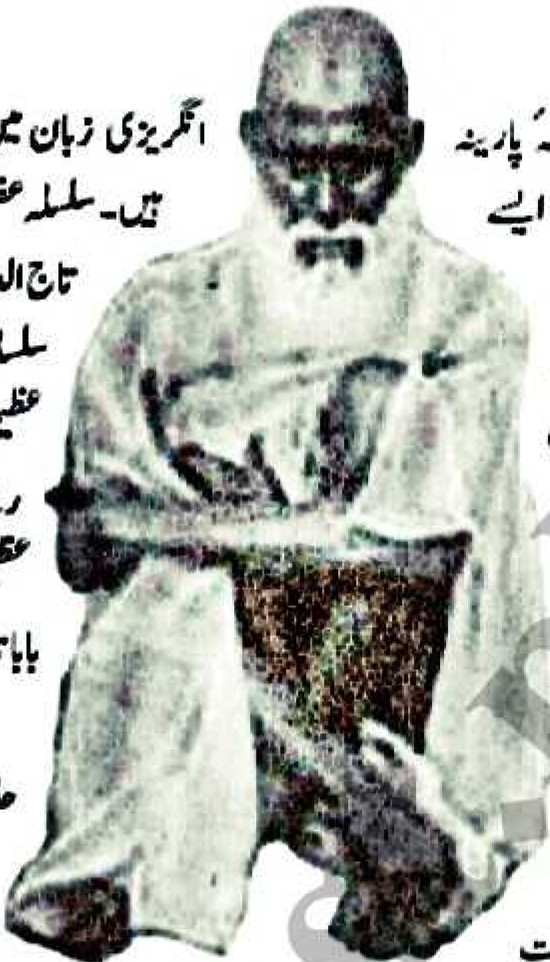
ایندھن کے مزید متبادل ذرائع سامنے آئیں گے کچرے کو بائیو فیول میں تبدیل کیا جا سکے گا، علاج و معالجہ کے لیے بائیو ٹیکنالوجی میں انقلاب رونما ہوں گے۔ اسٹیم سیلز، ٹشیو انجنیئرنگ، جینوم میپنگ اور جین تھراپی کے ذریعے کئی ناقابل علاج امراض کا کامیابی سے علاج کیا جا سکے گا۔ نینو ٹیکنالوجی کے میدان میں انتہائی مختصر مشینریز تخلیق کی جائیں گی جو انسان کے جسم کے اندر جا کر بیماریوں کا علاج کر سکیں گی۔ آبادی کے بڑھتے ہوئے تناسب کے لحاظ سے کئی کئی منزلہ عمارتوں کی تعمیرات میں غیر معمولی اضافہ ہوگا، تھری ڈی پرنٹرز سے فوری گھر تعمیر کیے جائیں گے۔

تکنیکی میدان میں بھی ناپید ہونے والی اشیاء کی تعداد میں بھی تیزی سے اضافہ ہوگا، جس طرح ریڈیو سیٹ، ٹیپ ریکارڈر ٹائپ رائٹر اور ٹیلی پرنٹر ہی نہیں بلکہ لمبریٹا اور ویسپا جیسے اسکوٹر آج ماضی کی چیز بن چکے ہیں۔ 2050ء تک بہت سی ایجادات جو چند دہائیوں پہلے تک بہت مقبول تھیں حیرت انگیز طور پر ہماری زندگی سے غائب ہو چکی ہوں گی۔ کئی ایسی چیزیں جو اردگرد کے ماحول میں کثرت سے دکھائی دیتی تھیں مفقود ہو چکی ہوں گی، جن میں پرانے انداز کے بجلی کے قمقمے، فیکس مشین، ٹیلی فون سیٹ، سی ڈی پلیئر، آئی پوڈ میوزک پلیئر فلم رول پروجیکٹر، پلازما ٹیلی ویژن، کمپیوٹر ماؤس، موبائل فون چارجر، کریڈٹ کارڈ شامل ہیں۔ جو 2050ء میں شاید عجائب گھر میں ہی دیکھنے کو ملیں گے۔

دنیا کا نقشہ تبدیل ہو جائے گا

2050ء میں آبادی کے بڑھتے تناسب کو مدنظر رکھا جائے تو شہروں کے حجم میں بھی اضافہ ہوگا، ممکن ہے کہ کچھ نئے شہر بسائے جائیں، آبادی کو کنٹرول کرنے کے لیے کئی شہروں میں اسکائی اسکریپر جیسی بلند و بالا عمارات بنائی جائیں گی، دوبئی میں تعمیر کی گئی 828 میٹر (2717فٹ) بلند عمارت برج الخلیفہ جسے دنیا کی بلند ترین عمارت ہونے کا اعزاز ہے، اسی طرح تائیوان کا تاپیی، کوالالمپور کا پیٹروناس ٹاورز، دوبئی کا برج العرب، برج العالم، مکہ کا کلاک ٹاور، چین کا گولڈن فائنس اور قطر میں دوحہ کنونشن سینٹر کا شمار دنیا کی بلند عمارتوں میں ہوتا ہے، 2050ء تک اس سے بھی بلند عمارتیں ان کی جگہ لیں گی۔

حضرت بابا تاج الدین اولیاء علیہ الرحمہ



محمد اقبال جیلانی

بابا تاج الدین کا تذکرہ کوئی قصہ پارینہ نہیں ہے۔ آج بھی ہمارے درمیان ایسے کئی لوگ موجود ہیں جنہوں نے خود یا ان کے بزرگوں نے بابا صاحبؒ کو دیکھا ہے، ان کی باتیں سنی ہیں، ان کے انداز و اطوار کا مشاہدہ کیا ہے۔ ماضی قریب میں بہت سے لوگ ہم سے جدا بھی ہوگئے ہیں۔ جن کی آنکھیں بابا صاحب کی شانِ جلال و جمال کی امین تھیں۔ ان لوگوں میں عام طبقے سے لے کر اعلیٰ تعلیم یافتہ، نہایت قابل اور مقتدر افراد شامل ہیں۔ ان حضرات نے جب بھی بابا صاحبؒ کا ذکر کیا یا تذکرہ کرتے ہیں تو ان کا لہجہ بدل جاتا ہے، اندازِ بیان میں تبدیلی آجاتی ہے۔ احترام، عقیدت اور اعترافِ عظمت ان کے ایک ایک لفظ سے ٹپکنے لگتا ہے۔ حضرت بابا تاج الدین کے حالات زندگی اور کشف و کرامات پر گزشتہ نوّے سالوں میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ ان میں اردو کے علاوہ گجراتی، ہندی اور انگریزی زبان میں شائع شدہ کتابیں بھی شامل ہیں۔ سلسلہ عظیمیہ سے اللہ بابا یعنی حضرت بابا تاج الدینؒ کی خصوصی نسبت ہے کہ سلسلۂ عظیمیہ کے امام حضرت محمد عظیم برخیا المعروف قلندر بابا اولیاء" رشتے میں آپ کے نواسے ہیں محمد عظیم برخیا کی ابتدائی تربیت حضرت بابا تاج الدینؒ نے ہی فرمائی تھی۔

یہاں ہم بابا تاج الدین کے حالات زندگی کے کچھ واقعات اور کرامات پیش کر رہے ہیں:

حسن مہدی بدرالدین کی اہلیہ مریم بی نے ایک نہایت تاثر انگیز خواب دیکھا۔ انہوں نے دیکھا کہ چاند آسمان پر پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے اور ساری فضا چاندنی سے معمور ہے۔ یکایک چاند آسمان سے گیند کی طرح لڑھک کر ان کی گود میں آگرا اور کائنات اس کی روشنی سے منور ہوگئی۔ انہی دنوں ان کے ہاں ایک لڑکے کی پیدائش ہوئی جس کا نام محمد تاج الدین رکھا گیا۔ عام بچوں کے برعکس تاج الدینؒ جب

اولیاء اللہ اور عارف باللہ حضرات کی تاریخ میں بابا تاج الدین ناگپوریؒ کی ذات ایک پورا باب ہے، ایسا باب جس کو پوری طرح سمجھنا ہم جیسے لوگوں کے لئے تو کجا بڑے بڑے لوگوں کے لئے بھی ممکن نہیں ہے۔ پھر بھی جو کچھ بابا صاحب سے متعلق ہم تک پہنچا ہے اس کے ذریعے ہم اپنے ذہنوں میں بابا صاحب کی ہستی کا ایک خاکہ ضرور بنا سکتے ہیں اسی طرح جس طرح طلوع آفتاب سے پہلے ہم سورج کو نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن جو روشنی رات کے سیاہ اندھیرے کو چاک کر دیتی ہے، اسے دیکھ کر سورج کی موجودگی اور اس کی عظمت کا تصور ہمارے ذہنوں پر مرتب ہو جاتا ہے۔

پیدا ہوئے تو روئے نہیں۔ آنکھیں بند تھیں اور جسم ساکت تھا۔ یہ دیکھ کر وہاں موجود خواتین کو شبہ ہوا کہ شاید بچہ مردہ پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ قدیم قاعدے کے مطابق گرم چیز پیشانی اور تلوؤں پر لگائی گئی۔ تاج الدینؒ نے آنکھیں کھولیں روئے اور پھر چپ ہو گئے۔

تاج الدین ایک سال کی عمر کو پہنچے تو والد کا انتقال ہو گیا۔ پھر والدہ انہیں لے کر اپنے والدین کے گھر رہنے لگیں چھ سال کی عمر میں مکتب پڑھنے جا کر عربی فارسی اُردو اور انگریزی کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔

ایک دن مکتب میں استاد سے درس لے رہے تھے کہ اس زمانے کے ایک ولی اللہ حضرت عبداللہ شاہ قادریؒ مدرسے میں آئے اور استاد سے مخاطب ہو کر کہا:

"یہ لڑکا پڑھا پڑھایا ہے اسے پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے"۔ پھر تاج الدینؒ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے "کم کھاؤ، کم سوؤ اور قرآن کی تلاوت کرتے رہو"۔

اس کے بعد اپنی جھولی سے ایک چھوارا نکالا اور اسے چبا کر تاج الدین کو دیا اسے کھاتے ہی تاج الدینؒ کی حالت بدل گئی اور تین دن تک جذب و سرور کا عالم طاری رہا۔

اس کے بعد آپ نے اردو، انگریزی، عربی اور فارسی کی معمولی تعلیم حاصل کی اور انگریزی اس روانی سے بولنے لگے کہ مادری زبان کا گمان ہوتا۔

نو سال کی عمر میں والدہ بھی دنیا سے رحلت فرما گئیں بارہ یا پندرہ سال کی عمر میں مکتب کی تعلیم سے فارغ ہو کر گونڈوانہ (بستر) کے جنگلات میں ریاضت و مجاہدے میں مستغرق ہو گئے چند سال بعد گھر تشریف لائے تو نانا کا انتقال بھی ہو گیا تھا۔ ماموں سید عبدالرحمن آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ انہی دنوں کنہان ندی میں طغیانی آئی۔ اس طغیانی میں گھر کا اثاثہ بھی بہہ گیا جس کی وجہ سے آپ کے ماموں بے حد پریشان ہو گئے۔ تاج الدینؒ نے انہیں تسلی دی اور مشورہ دیا کہ ہم دونوں ملازمت کر لیتے ہیں۔ ماموں نے محکمہ جنگلات میں داروغہ کے عہدے پر ملازمت اختیار کر لی اور تاج الدینؒ فوج میں ملازم ہو گئے۔

کچھ عرصہ بعد آپ کا تقرر اناساگر میں کر دیا گیا۔

وہاں پر یہ معمول تھا کہ 9 بجے گنتی سے فارغ ہو کر بابا داؤد مکی کے مزار پر تشریف لے جاتے اور صبح تک مراقبہ و مشاہدہ میں مصروف رہتے اور صبح سویرے پریڈ کے وقت ڈپو میں پہنچ جاتے۔ یہ مشغلہ پورے دو سال تک جاری رہا۔ کامٹی میں جب نانی کو اس بات کی خبر ہوئی کہ نواسہ راتوں کو غائب رہتا ہے تو خیال آیا کہ شاید آپ بُری صحبتوں کا شکار ہو کر بے راہ رو ہو گئے ہیں۔ یہ سوچ کر نانی صاحبہ اناساگر جا پہنچیں تا کہ یہ معلوم کریں کہ نواسہ راتوں کو کہاں رہتا ہے۔ ایک رات کہیں باہر سے گھر آئے تو نانی نے ناشتہ سامنے رکھا۔ تاج الدینؒ نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ بھوک نہیں ہے۔ اس جواب سے نانی اور فکر مند ہوئیں اور جب رات کو تاج الدینؒ ویرانے کی طرف روانہ ہوئے تو نانی بھی چپکے سے پیچھے ہولیں۔ دیکھا کہ نواسہ ایک مزار کے اندر داخل ہوا، کچھ انتظار کے بعد اندر جا کر دیکھا تو نواسے کو آنکھیں بند کئے مراقبے میں حد درجہ مستغرق پایا یہ دیکھ کر نانی کے دل کا بوجھ اتر گیا اور وہ نواسے کو دعائیں دیتی ہوئی واپس چلی گئیں۔

رفتہ رفتہ تاج الدینؒ کی طبیعت میں استغراق بہت بڑھ گیا۔ انہی دنوں ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے تاج الدینؒ کی زندگی کے اگلے دور کی بنیاد ڈالی۔

تاج الدینؒ کی ڈیوٹی اسلحے کے ذخیرے کے پہرے پر لگائی گئی تھی۔ ایک رات دو بجے جب وہ اسلحے کے ذخیرے پر پہرہ دے رہے تھے، اچانک انگریز

کیپٹن معائنے کے لئے آگیا۔ تاج الدینؒ کو تندہی سے پہرہ دیتے دیکھ کر واپس ہوا تو نصف فرلانگ پر ایک چھوٹی سی مسجد کے پاس سے گزرا۔ مسجد کا صحن چاندنی رات میں صاف نظر آرہا تھا۔ کیپٹن نے دیکھا کہ وہ جس سپاہی کو پہرہ دیتے دیکھ کر آیا ہے وہ خشوع و خضوع کے ساتھ مسجد کے صحن میں نماز ادا کر رہا ہے۔ سپاہی کو ڈیوٹی سے غفلت برتتے دیکھ کر اسے سخت غصہ آیا اور وہ واپس اسلحہ خانے آیا۔ اس کے قدموں کی چاپ سن کر سپاہی پکارا "ہالٹ"۔ انگریز کیپٹن سپاہی کو اپنی جگہ دیکھ کر سخت حیران ہوا اور کچھ کہے بغیر مسجد کا رخ کیا اور وہاں جا کر وہ حیران و ششدر رہ گیا کہ تاج الدینؒ اسی طرح محویت کے عالم میں مصروف عبادت تھے۔ وہ ایک بار پھر اسلحہ خانے تصدیق کے لیے گیا اور وہاں ڈیوٹی دیتے دیکھ کر دوبارہ مسجد کا رخ کیا تو وہی منظر سامنے تھا۔

دوسرے روز اسی کیپٹن نے اپنے بڑے افسر کے سامنے تاج الدین کو طلب کیا اور کہنے لگا "ہم نے تمہیں رات کو دو دو جگہ دیکھا ہے۔ ہم سمجھتا ہے کہ تم خدا کا کوئی خاص بندہ ہے"۔ یہ سن کر تاج الدین کو جلال آگیا اور انہوں نے سرکاری وردی اور دوسرا سامان لا کر کیپٹن کے سامنے رکھا اور اپنے مخصوص مدراسی لہجے میں فرمایا۔ "لوجی حضرت! اب دو دو نوکریاں نہیں کرتے حضرت!" یہ کہہ کر تاج الدینؒ فوجی احاطے سے باہر نکل آئے۔

اس واقعے کے بعد حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ پر جذب کی حالت مستقلاً طاری رہنے لگی۔ رشتہ داروں کو اطلاع دی گئی کہ تاج الدینؒ پر پاگل پن کا دورہ پڑ گیا ہے اور انہوں نے ملازمت چھوڑ دی ہے۔ نانی بے تاب ہو کر انا ساگر آئیں اور دیکھا کہ نواسے پر بے خودی طاری ہے وہ ان کو اپنے ساتھ کامٹی لے گئیں۔

چار سال شدید جذب و استغراق کی کیفیت میں رہے، لوگ آپ کے استغراق کو پاگل پن سے تعبیر کرتے لیکن کچھ واقعات ایسے رونما ہوئے کہ آپ کی شخصیت ایک صاحب کرامات اور صاحب فیض کی حیثیت سے ابھرنے لگی، اور دیکھتے ہی دیکھتے عوام و خواص کی کثیر تعداد آپؒ کے گرد موجود رہنے لگی۔ یہ

حیات بابا تاج الدینؒ ایک نظر میں

ولادت باسعادت	27 جنوری 1861ء
بمقام محلہ گورا بازار، کامٹی، ناگپور، صوبہ مہاراشٹر (بھارت)	
والد بدر الدینؒ کا انتقال	1862ء
والدہ مریم بی بی کا وصال	1870ء
عبداللہ شاہؒ سے اکتساب فیض	1870
ابتدائی تعلیم	1876/1873
بستر کے جنگلات میں گوشہ نشینی	1878-1876
کامٹی کی طرف واپسی	1878ء
عبداللہ شاہ کی درگاہ پر قیام	1879ء
عشرت شاہ بدخشاں سے اکتساب فیض	1880ء
فوج میں ملازمت	1883-1881ء
انا ساگر میں قیام روانگی	1886-1884ء
فوج سے استعفیٰ	1886ء
داؤد مکی چشتی کے مزار پر قیام	1887ء
انا ساگر سے کامٹی واپسی	1888ء
جذب کی کیفیت	1889ء-1892ء
ناگپور پاگل خانے میں قیام	1907-1892ء
شکردرہ محل میں آمد	1908ء
واکی اور کامٹی میں قیام	1909-1910ء
شکردرہ میں واپسی	1925-1910ء
وصال	17 اگست 1925ء

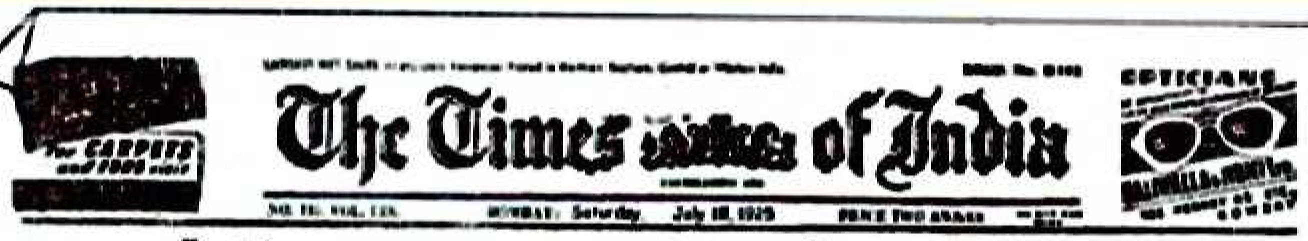
سلسلہ اتنا بڑھا کہ رات دن ایک ہو گیا۔ آخر ایک روز تنگ آکر بابا تاج الدین نے فرمایا کہ لوگ ہمیں بہت ستاتے ہیں۔ اب ہم پاگل جھونپڑی چلے جائیں گے۔۔۔۔ چنانچہ خود بخود حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ آپ کو پاگل خانے میں داخل کر دیا گیا، اس وقت آپ کی عمر 31 برس تھی۔ پاگل خانہ میں آپ کو تنہائی میسر تھی یہاں آپ زیادہ تر عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اس طرح سولہ سال آپ نے پاگل خانہ میں کاٹ دیئے۔ ان سولہ سال کے دوران عجیب و غریب واقعات رونما ہوئے۔ آپ پاگل خانہ میں داخل تھے۔ لیکن اسی دوران آپ کامٹی میں گھومتے ہوئے بھی دیکھے گئے۔ جبکہ ناگپور سے کامٹی کافی دور ہے۔ پاگل خانہ کے انگریز افسر کا اردلی بازار سے سودا خریدنے آیا تھا۔ اس نے بابا تاج الدین کو حیرت سے دیکھا اور واپس لوٹ کر افسر کو خبر دی۔ خبر ملتے ہی انگریز افسر فوراً بازار پہنچا۔ جہاں بابا تاج الدین ایک درخت کے نیچے دھونی جمائے بیٹھے تھے۔ افسر غصہ سے پاگل ہوا اور گھوڑا دوڑا کر ناگپور پہنچا اور جاتے ہی ڈاکٹر پر گرم ہو۔ ڈاکٹر سٹپٹا گیا اور دونوں جلدی جلدی اس کوٹھری پر پہنچے جہاں بابا بند تھے۔ افسر نے حیرت سے دیکھا کہ بابا ٹھیک اسی حالت میں کوٹھری میں بیٹھے تھے۔ جس حالت میں اس نے انہیں درخت کے نیچے بیٹھے کامٹی میں دیکھا تھا۔

افسر کے دل میں بابا تاج الدین سے بے پناہ عقیدت پیدا ہو گئی۔ پاگل خانہ کے انچارج ڈاکٹر عبدالمجید خاں تھے۔ ایک رات انہوں نے بابا کو پاگل خانہ میں ٹہلتے ہوئے پایا تو چوکیدار پر بہت خفا ہوئے کہ تم نے کوٹھری کو بند کیوں نہیں کیا۔ چوکیدار نے ڈاکٹر صاحب کو لے جا کر دکھا دیا۔ کوٹھری کا تالہ لگا تھا اور بابا اس میں بند تھے۔ ڈاکٹر صاحب حیران ہو کر کبھی تالہ دیکھتے اور کبھی بابا تاج الدین کو۔ ڈاکٹر بھی قائل ہو گئے اور ان کے دل میں بھی بے پناہ عقیدت پیدا ہو گئی۔ اسی دوران ایک پاگل فرار ہو گیا اسے بہت تلاش کیا گیا مگر بے سود۔ جب اس کی اطلاع ڈاکٹر عبدالمجید صاحب کو ہوئی تو وہ بے حد پریشان ہوئے، آخر بابا تاج الدین ڈاکٹر کے پاس خود تشریف لائے اور فرمایا۔ کیوں گھبراتا ہے، صبح آجائے گا۔ دوسرے دن صبح فرار شدہ پاگل، پاگل خانے کے دروازے کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا، جسے پاگل خانے کے ملازمین دیکھ کر اندر لے آئے۔ اس پاگل سے دریافت کیا کہ کہاں چلا گیا تھا تو پاگل نے بالکل باہوش لوگوں کی طرح جواب دیا۔ میں اپنے گھر جا رہا تھا۔ لیکن بھائی تاج الدین مجھے راستے میں مل گئے۔ انہوں نے مار مار کر مجھے پاگل خانہ کے دروازہ پر لا کھڑا کیا اور وہ خود اندر چلے گئے ہیں۔ ان کا انتظار کر رہا تھا کہ آپ کے سپاہی مجھے پکڑ کر اندر لے آئے۔ ڈاکٹر صاحب اور تمام عملے کے لوگ آپ کی اس کرامات سے بے حد متاثر ہوئے۔

پاگل خانے کے قیام کے زمانے میں بابا تاج الدین پر جذب و استغراق کا غلبہ کم ہو گیا۔ اور آپ اکثر شعوری حالت میں رہنے لگے۔ شعوری حالت میں بھی تواتر سے کرامات کا ظہور ہوتا تھا۔

جب آپ نے اپنے مجاہدات مکمل کر لئے تو پھر مخلوق خدا پاگل خانہ میں پہنچنے لگی۔ جو حاضر ہوتا اپنی مراد لیکر واپس لوٹتا۔ بابا تاج الدین "لوگوں کے مسائل سنتے ان کو تسلی دیتے اور مسائل حل کرتے۔

اس شہرت کی وجہ سے گورنمنٹ نے آپ کے دیدار کو آنیوالے حضرات کے لئے فیس مقرر کر دی۔ شروع میں فیس دو آنہ مقرر کی لیکن لوگوں کا اژدھام کم نہ ہوا چنانچہ فیس بڑھاتے بڑھاتے ایک روپیہ کر دی



ٹائمز آف انڈیا نے آج سے 78 سال قبل 18 جولائی 1925 کے شمارے میں یہ خبر شائع کی تھی۔

"ناگپور سے ایک عجیب و غریب واقعہ کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص جو ایک عرصہ قبل ٹریفک کے حادثے میں چلنے پھرنے سے معذور ہوگیا تھا اور اس واقعہ کے بعد ناگپور ریلوے اسٹیشن کے قریب بیٹھا بھیک مانگا کرتا تھا۔ وہ صرف ایک رات میں مکمل صحت یاب ہوگیا اور پہلے کی طرح چلنے پھرنے لگا۔ اس آدمی نے ہمارے نامہ نگار کو بتایا کہ اس نے گزشتہ ماہ ناگپور کے مسلمان بزرگ کے پاس حاضری دی تاکہ وہ اُن سے اپنی صحت یابی کے لیے درخواست کرسکے.... لیکن ایک ہفتہ گزر گیا اور اس کے اندر کوئی تبدیلی نہیں آئی تو اُس نے مذکورہ بزرگ کو خوب برا بھلا کہا اور کہا کہ وہ چاہیں تو میں ایک منٹ میں بھلا چنگا ہو جاؤں لیکن وہ میرے معاملے میں پتھر دل بن گئے ہیں.... اُس نے مذکورہ بزرگ کو دیکھ کر بڑبڑاتے ہوئے کہا "خدا نے مجھے لنگڑا کردیا.... جن کی ٹانگیں ہیں اُن کو کچھ احساس نہیں.... سنا تھا کہ خدا کے ہاں انصاف ہے.... انصاف کو بھی جھنجھوڑ کر دیکھ لیا.... سب ڈھونگ ہے....

خدا اور خدا والوں سے تو میری بیساکھی اچھی ہے.... سہارا تو دیتی ہے...."

مسلمان بزرگ تاج الدینؒ نے اُس کی بات سن کر اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا" جا دفان ہو۔ بھلا چنگا ہو کر لنگڑا بنتا ہے.... جھوٹا کہیں کا...." اور یہ کہہ کر وہ لنگڑے کو مارنے کو دوڑے.... لنگڑا بیساکھی چھوڑ کر بھاگا....

ٹائمز آف انڈیا نے مزید لکھا کہ ہمارے نامہ نگار کا کہنا ہے، ناگپور میں متعدد اشخاص موجود ہیں جو اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ مذکورہ شخص ایک ہفتہ قبل تک اپنی معذوری کی وجہ سے زمین پر رینگتا پھرتا تھا۔

(بحوالہ: اذکار تاج الاولیاءؒ)

گئی۔ لیکن پبلک ٹوٹی پڑ رہی تھی۔ بابا تاج الدینؒ کی کرامات کا چرچا ہندوستان کے مختلف مقامات تک پہنچ چکا تھا۔ اور دور دور سے لوگ آکر آپؒ سے فیض پانے لگے۔ اس میں ہندو، مسلم، سکھ، پارسی، غرض کہ ہر قوم کے لوگ شامل ہوتے۔ یہاں تک کہ انگریز عہدیدار بھی آپ کی خدمت میں حاضری دینے لگے۔

مہاراجہ رگھوجی راؤ بھونسلے ناگپور کی سب سے قابل قدر شخصیت تھی، راجہ رگھوجی راؤ کے لڑکے ونایک راؤ کی بیوی حاملہ تھی اور اس کو دردزہ شروع ہوا اور وہ بہت بے چین ہوئی، اسی تکلیف میں سارا دن گزر گیا، شہر ناگپور کے مشہور و معروف ڈاکٹر جمع تھے لیکن بچے کی ولادت نہ ہو پارہی تھی، لاکھ جتن کیے گئے لیکن ہر کوشش ناکامیاب رہی اور ونایک راؤ کی بیوی یعنی چھوٹی رانی بالکل بیہوش ہو چکی تھی، سارا دن گزر چکا تھا، غرضیکہ شام کے بعد تمام ڈاکٹروں اور لیڈی ڈاکٹروں نے حالات کو دیکھتے ہوئے یکجائی معائنہ کیا اور یہ فیصلہ دیا کہ بچہ پیٹ میں مرچکا ہے اور بچے کو پیٹ سے کاٹ کر نکالا جاسکتا ہے ورنہ بچے کی ماں بھی مر جائے گی۔ پوری رات اسی عالم میں گزر گئی۔ صبح کو چھ بجے جب راجہ رگھوجی راؤ اپنی پوجا پاٹ سے فارغ ہوا ہی

تھا کہ راجہ صاحب کا موٹر ڈرائیور جو ایک مسلمان تھا اور بابا تاج الدین بڑا معتقد تھا راجہ صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ میری ایک عرض قبول کریں اور میرے ساتھ پاگل خانہ چلیں وہاں پر ایک بڑے ولی اللہ ہیں اور ان کا نام بابا تاج الدین ہے اور سارے شہر کے اور باہر کے لوگ بھی ان سے بڑے فیض اٹھا رہے ہیں۔ بس آپ میرے کہنے سے حضور بابا مرشد کی خدمت میں چلئے۔ راجہ رگھوجی راؤ کچھ ایسا متاثر ہوا کہ پوجا کا جو کپڑا پہنے تھا وہی پہنے ہوئے ننگے پیر فوراً موٹر میں آکر بیٹھ گیا اور ڈرائیور موٹر کو ہوا میں اڑاتا ہوا صدر اور چھاؤنی سے آگے سیدھا پاگل خانہ کے صدر دروازے پر رکا جہاں پاگل خانہ کا سپرنٹنڈنٹ اور دوسرے لوگ راجہ صاحب کے آنے کی خبر سن کر دوڑے آئے، لیکن ڈرائیور راجہ صاحب کو موٹر ہی میں چھوڑ کر اندر پاگل خانہ میں بابا تاج الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بابا تاج الدین اس وقت باغ میں بالکل عالم سلوک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈرائیور نے آپ کے قدم چوم لئے اور دست بستہ عرض کیا۔ حضرت جی کی خدمت میں شکر درا سے راجہ رگھوجی راؤ آئے ہیں اور قدم بوسی کے لئے حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر بابا تاج الدین نے سر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا؟ ہم فقیر جی حضرت.... ہمارے سے راجہ کا کیا کام جی حضرت....؟ ڈرائیور نے پھر آپ کے قدم پکڑ لئے اور عرض کیا حضور قدم بوسی کی اجازت دیجئے بڑا کرم ہوگا.... اس پر بابا تاج الدین خاموش رہے۔ اور ڈرائیور بھاگا بھاگا راجہ کے پاس گیا اور کہا کہ بس جلدی چلو اور چل کر فوراً بابا تاج الدین کے قدم پکڑ لو۔ راجہ فوراً موٹر سے باہر آیا اور اندر جا کر بابا تاج الدین کے قدم پکڑ لئے، بابا تاج الدین نے اسے ایک نظر دیکھا اور فرمایا: ادھر کیا کرتے جی حضرت، ادھر جاتا لڑکا پیدا ہوا تو خوشیاں منانا.... بابا تاج الدین کا مخصوص لہجہ یہی تھا۔ موٹر ڈرائیور بابا تاج الدین کا اشارہ سمجھ گیا، فوراً ہی راجہ صاحب سے بولا کہ بس کام ہو گیا.... ساتھ ہی ڈرائیور نے جیب میں سے گھڑی نکالی اور جس وقت بابا تاج الدین کی زبانِ مبارک سے مندرجہ بالا جملے ادا ہوئے تھے وہ وقت نوٹ کر لئے اور وہاں سے راجہ کو لیکر شکر درا روانہ ہو گیا۔

محل کے دروازے پر پہنچنے سے پہلے ہی سے ڈھول باجے کی آوازیں آنے لگیں۔ پہنچ کر دیکھا تو سارے لوگ خوش و خرم بھاگے دوڑے پھر رہے ہیں۔ موٹر کے رُکتے ہی سارے لوگ بھاگے ہوئے راجہ کے پاس آئے اور ہر ایک نے کنور صاحب کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی۔ راجہ خاموشی کے عالم میں بے خود اپنے آپ کو بھول گیا۔ بڑی رانی اور راج کماریاں غرضیکہ سارا محل ہی امڈ آیا اور خوب دان پن ہوا، ڈرائیور نے فوراً ہی راجہ سے کہا کہ کنور صاحب کے پیدا ہونے کا صحیح وقت معلوم کرا دیجئے۔ پوری جانچ پڑتال سے یہ نکلا کہ جس وقت بابا تاج الدین کی زبان سے وہ جملہ نکلا تھا، اسی وقت لڑکا تولد ہوا ہے اور جس پر سارے ڈاکٹر اور دوسرے لوگ انگشت بدنداں تھے۔

اس واقعے کے بعد راجہ، بابا تاج الدین کے غلاموں میں شامل ہو گیا۔ راجہ رگھوجی راؤ بابا تاج الدین کو پاگل خانہ سے اپنے محل شکر درہ لے آئے۔ جب بابا تاج الدین کو راجہ رگھوجی راؤ اپنے محل شکر درہ لے جا رہا تھا وہ منظر بھی عجیب و غریب اور دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ عوام کا ہجوم تھا۔ جس میں ہر مذہب و نسل کے لوگ برابر کے شریک تھے۔ یہ سب لوگ ایک جلوس کی شکل میں تھے۔ راجہ رگھوجی راؤ ہاتھی پر قبلہ حضور بابا تاج الدین صاحب کے ساتھ بیٹھا تھا۔



رگھوجی راؤ بھونسلے کا محل جہاں بابا تاج الدین نے 15 برس قیام کیا

مہاراجہ رگھوجی راؤ بھونسلے ناگپور کی سب سے قابل قدر شخصیت تھی، مہاراجہ جانوجی راؤ بہادر جو مشرقی ممالک متوسط کے خود مختار راجہ تھے۔ جن کا راج شرقاً، غرباً وردھاندی سے مہاندی بنگال تک اور جنوباً و شمالاً گوداوری ندی کے قرب و جوار سے نربدا ندی تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کا شمار بڑی طاقت کے راجاؤں میں ہوتا تھا۔ گورنمنٹ برطانیہ سے اس وقت کی اٹھارہ ہزار پولیٹکل پنشن ملتی تھی۔ ناگپور کے مہاراجہ رگھوجی راؤ بھونسلے چونکہ ان کے ولی عہد تھے۔ اس لئے جانوجی راؤ کے انتقال کے بعد پولیٹکل پنشن کے قاعدے کے مطابق راجہ رگھوجی راؤ کو پانچ ہزار اور ان کے بھائی راجہ لچھمن راؤ صاحب کو ایک ہزار پنشن ملنے لگی۔ اس کے علاوہ خالصہ اور مکاسہ گاؤں بھی تھے۔ جن کی سالانہ آمدنی ڈھائی تین لاکھ روپیہ تھی۔ لیکن بابا تاج الدین کی خدمت میں پہنچنے کے بعد سرکار کے غلاموں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ مہاراجہ نے بابا تاج الدین کی بہت خدمت کی۔ آج بھی مہاراجہ کے محل میں بابا تاج الدین کا چلہ شریف بابا تاج الدین کا پلنگ مبارک اور دیگر تبرکات موجود ہیں۔ جو اسی سلیقہ سے رکھے ہوئے ہیں۔ جن کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ بابا تاج الدین ابھی ابھی اٹھ کر کہیں تشریف لے گئے ہیں، لاکھوں بندگان خدا بابا تاج الدین کے تبرکات کی زیارت کرتے ہیں۔

بابا تاج الدین کی رہائش کے لئے راجہ نے اپنے محل کا سامنے والا حصہ مخصوص کر دیا تھا۔ بابا تاج الدین ایک ماہ تک شکر درا میں رہ کر واکی کے جنگلوں میں چلے گئے۔ واکی شریف میں قیام کے دوران آپ نے مسجد، مدرسہ، شفاخانہ کا قیام کیا، اس کے بعد آبائی وطن کامٹی چلے گئے، واکی اور کامٹی کے دوران قیام راجہ رگھوجی پابندی سے بابا تاج الدین کی خدمت میں آتے تھے اور ان کی خدمت کو اپنے لئے سب سے بڑا سرمایہ سمجھتے تھے۔ راجہ صاحب کا اخلاص اور ان کی نیاز مندی ایک بار پھر بابا تاج الدین کو شکر درہ کھینچ لے گئی۔ راجہ صاحب نے محل کی ایک کوٹھی لال محل آپ کے قیام کے لئے وقف کر دی اور کئی خادم مقرر فرمائے تاکہ آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ایک گھبی معہ کوچوان ہر وقت آپ کے دروازے پر کھڑی رہتی۔ اب شکر درہ کے محل سے بابا تاج الدین کا فیض عام جاری ہونے لگا، دن رات سائلین اور عقیدت مندوں کا ہجوم رہنے لگا۔ بابا تاج الدین سے ہر مذہب و نسل کے فرد نے فیض پایا، آپ نے بے شمار لوگوں کے مسائل حل کیے اور کئی کرامتیں صادر ہوئیں۔ جن میں سے چند قابل ذکر واقعات یہ ہیں:

ایک بار بھیکی پور جائس کے عبد الصمد دل میں یہ خواہش لئے ہوئے بابا تاج الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ انہیں کشف عطا ہو جائے۔ بابا صاحبؒ کے روبرو پہنچے تو آپؒ بیڑی پی رہے تھے۔ حضرت بابا تاج

الدینؒ نے سلگتی ہوئی بیڑی ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا" یہ لو کشف!" عبدالصمد نے فوراً بیڑی لے کر گہرا کش لگایا۔ قوت کشف انگڑائی لے کر اٹھی اور عبدالصمد نے اپنے اندر بے پناہ مخفی صلاحیتوں کا ذخیرہ محسوس کیا۔ حضرت باباصاحبؒ نے بہت سے شہروں کے نام تیزی سے لئے اور فرمایا" جاؤ ان مقامات پر ہر مرض میں تمہارے پانی سے شفا ہوتی ہے"۔ عبدالصمد اپنی مطلوبہ دولت لئے واپس ہوا۔ ان سے لوگوں کو فیض ہوا تو ان کی شہرت ہر طرف پھیل گئی۔

ایک دن ایک عورت اپنے شدید بیمار بیٹے کو لیے عبدالصمد کے پاس آئی۔ یہ زمانہ اس کے مخصوص ایام کا تھا۔ عبدالصمد نے کشف سے اندازہ لگالیا کہ یہ عورت مہینے سے ہے کہا" ناپاک ہے۔ نکال دو"۔ وہ عورت وہاں سے پریشان حال، شکستہ دل ناگ پور پہنچی اور شکردرہ سے باہر مولسری کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئی پچھلے تجربے کی بناء پر وہ باباصاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہونے سے ڈر بھی رہی تھی، لیکن دوسری طرف اس کے بیٹے کی زندگی اور موت کا سوال تھا۔

اِدھر حضرت بابا تاج الدینؒ نے اپنے ایک عقیدت مند سے فرمایا" جاؤ مولسری کے نیچے وہ بیٹھی ہے بلا لاؤ"۔ عقیدت مند گیا اور عورت کو بلا لایا۔ عورت کچھ فاصلے پر ہی کھڑی ہوگئی اور قریب آنے سے ہچکچانے لگی۔ بابا تاج الدینؒ نے فرمایا" قریب آؤ اماں! عبدالصمد ایک لٹیا پانی تھا، گندا ہوگیا۔ تاج الدین سمندر ہے۔ یہاں آؤ اماں؟" عورت فوراً قدم بوس ہوگئی۔ باباصاحب نے فرمایا"گھر جاتے ہیں، بچہ کھیلتا ملتا ہے، اچھا رہتا ہے"۔ اِدھر عورت بامراد واپس ہوئی، اُدھر بابا تاج الدینؒ نے جائس کی طرف منہ کرکے فرمایا" عبدالصمد سسپینڈڈ" بابا تاج الدین ناگپوریؒ کی زبان مبارک سے نکلنے والے ان الفاظ کے ساتھ ہی عبدالصمد کی تمام صلاحیتیں سلب ہوگئیں۔

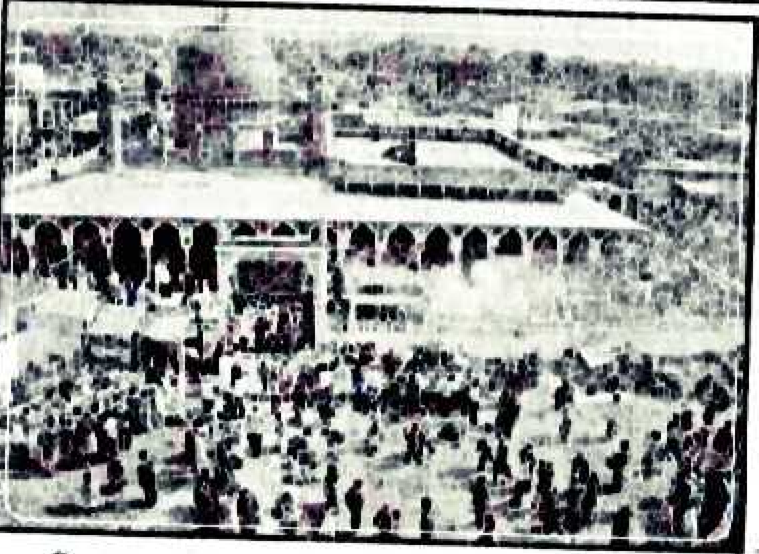
ایک صاحب نے بابا تاج الدین سے درخواست کی" حضورؒ! میں اجمیر شریف جانا چاہتا ہوں"۔

باباصاحب نے فرمایا" اجمیر یہی ہے، کہاں جاتا ہے...!" یہ کہہ کر باباصاحبؒ نے اُن صاحب کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ وہ صاحب اپنے ماحول سے بے خبر ہوگئے اور دیکھا کہ اجمیر شریف کی سیر کر رہے ہیں۔ کچھ دیر بعد باباصاحبؒ نے ان کے ہاتھ پر سے اپنا ہاتھ ہٹایا تو اُنہوں نے خود کو باباصاحبؒ کی خدمت میں موجود پایا۔

مسٹر وی ایس سوم سندرم کہتے ہیں کہ جن دنوں ہم شکردرہ میں مقیم تھے، میری لڑکی باباصاحبؒ کی خدمت میں جاتی تو اس کا بیٹا مدن گوپال بھی ساتھ ہوتا تھا۔ مدن گوپال بات بات پر ضد کرتا تھا۔ ایک دن باباصاحبؒ نے مدن سے کہا" کیوں رے! اماں کو ستاتا" یہ کہہ کر ایک کتاب مدن گوپال کو دی اور کہا" یہ پڑھو!" پھر لڑکی سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا" یہ اچھا پڑھے گا"..... باباصاحبؒ کی بشارت پوری ہوئی۔ مدن گوپال نے ایم بی بی ایس کی ڈگری لینے کے بعد برطانیہ سے امراض چشم کی سرجری کی اعلیٰ ڈگریاں لیں۔

ایک مرتبہ سخت خشک سالی ہوگئی۔ پانی کی کمی سے فصلیں متاثر ہونے لگیں اور چارے کی کم یابی سے مویشی مرنے لگے۔ کچھ لوگوں نے بابا تاج الدینؒ سے کہا:

" باباجی! بارش نہ ہونے سے اناج مہنگا ہوگیا ہے اور عوام کو سخت پریشانی کا سامنا ہے"۔ باباصاحبؒ یہ سن کر مسکرائے اور جنگل کی طرف چل دیے۔ لوگ ساتھ ہولیے۔ ایک گاؤں میں پہنچے تو وہاں کے کسانوں



باباتاج الدین ناگپوریؒ نے 26 محرم الحرام 1344ھ مطابق 17 اگست 1925ء کو وصال فرمایا۔ آج بھی آپ کے مریدین ہجری اور عیسوی دونوں تاریخوں میں آپ کا عرس مناتے ہیں۔ بابا تاج الدین کا سب سے بڑا مرکزی عرس تاج باغ، ناگپور میں واقع آپ کے مزار پر منایا جاتا ہے، باباتاج الدین کے سالانہ عرس میں دنیا بھر سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ آکر شرکت کرتے ہیں، اس دوران تاج آباد میں میلے کا سماں ہوتا ہے، یہاں لگے میلے میں ہر مذہب و ملت اور رنگ و نسل کے لوگ دیکھنے کو ملتے ہیں، تاج آباد کے میلے میں کہیں اجمیر کی ٹوپیاں فروخت ہورہی ہیں، کہیں دہلی کے حلوہ پراٹھے کا ہوٹل لگا ہے، جگہ جگہ لنگر اور تبرکات تقسیم کیے جارہے ہیں، کہیں قوالیاں گونج رہی ہیں۔ بابا تاج الدین کے مزار پر چڑھائی جانے والی چادر آن وشان سے پورے ناگپور شہر کی سڑکوں پر جلوس کی شکل میں نکالی جاتی ہے، جسے دیکھنے بڑی تعداد میں زائرین اس جلوس میں شامل ہوتے ہیں۔



باباتاج الدین کے مزار پر چڑھائی جانے والی چادر کا جلوس

نے بابا صاحبؒ سے کہا "بابا صاحب"! خشک سالی سے ہماری فصلیں تباہ ہورہی ہیں اور مویشی مر رہے ہیں۔

یہ سن کر بابا صاحبؒ کی کیفیت ایک دم بدل گئی۔ جلال میں آکر پانی طلب کیا، ایک کسان نے لوٹے میں پانی بھر کر پیش کیا۔ بابا صاحبؒ نے لکڑیاں جمع کر کے آگ جلائی اور لوٹے کی ٹونٹی سے تھوڑا تھوڑا پانی آگ پر ڈالنا شروع کیا۔ پانی کے قطرے سلگتی لکڑیوں پر گرتے اور لمحہ بھر میں بھاپ بن کر اوپر کا رُخ کرتے۔ جوں جوں یہ آبی بخارات اوپر جارہے تھے لوگوں نے دیکھا کہ آسمان ابر آلود ہوتا جارہا تھا۔ لوٹے کا پانی ختم ہوتے ہی آسمان بادلوں سے ڈھک چکا تھا اور کچھ ہی دیر بعد تیز بارش شروع ہوگئی۔

دربارِ تاج الاولیاءؒ کے حاضر باش لوگوں، عقیدت مندوں اور زائرین کا معمول تھا کہ وہ مختلف قسم کے کھانے پکا کر بابا صاحبؒ کو پیش کرتے۔ بابا صاحبؒ کسی میں سے کچھ کھالیتے۔ باقی کھانا وہاں موجود لوگ کھاتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کئی کئی دن گزر جاتے لیکن ایک لقمہ بھی بابا صاحبؒ کے حلق سے نہ اترتا۔ کھانا پکا کر پیش کرنے والوں میں بڑے بڑے صاحب حیثیت لوگ، عالم، رؤسا اور نواب تک شامل تھے۔

ایک مہترانی (ہندو خاک روب عورت) کی دلی تمنا تھی کہ وہ بھی کچھ پکا کر بابا صاحبؒ کی خدمت میں پیش کرے۔ ایک عرصہ سے یہ خواہش اس کے دل میں مچل رہی تھی۔ لیکن یہ سوچ کر اس کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ بابا صاحبؒ کے حضور کھانا پیش کرنے والوں میں بڑے بڑے امراء اور اونچی ذات کے لوگ ہوتے ہیں۔ مجھ نیچ ذات کو کون پوچھے گا۔ پتہ نہیں لوگ یہ کھانا پیش کرنے کی اجازت دیں گے بھی یا نہیں۔ خلوص کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک دن وہ اپنی بساط کے مطابق کھانا پکا کر شکر درو لائی لیکن نیچ ذات ہونے کے خیال نے اس کے بڑھتے ہوئے قدم پھر روک دیئے۔ خوف کے مارے اس نے اپنا کھانا ایک امرود کے درخت سے باندھ دیا۔ بابا تاج الدینؒ راجہ رگھوجی کے محل میں موجود تھے۔ کھانے کے وقت انہوں نے کھانا طلب کیا۔ حاضرین نے اپنے اپنے توشے دان کھول کر پیش کئے۔ بابا صاحبؒ نے کسی کی طرف توجہ نہیں دی۔ فرمایا۔ "یہ نہیں کھاتے۔ وہ کھانا لاؤ جو درخت سے بندھا ہے"۔

کسی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ کون سا کھانا ہے جو درخت سے بندھا ہے۔ حاضرین اِدھر اُدھر دیکھ کر خاموش ہو رہے۔ لوگوں نے بارہا کوشش کی کہ بابا صاحبؒ کسی توشہ دان سے کھانا کھالیں لیکن بابا صاحبؒ نے کسی کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ آپ برابر یہی کہہ رہے تھے کہ وہ کھانا لاؤ جو درخت سے بندھا ہے۔ کچھ دیر بعد بابا صاحبؒ خود اٹھے اور محل سے باہر اسی امرود کے درخت کے پاس پہنچے جس سے مہترانی کا کھانا بندھا ہوا تھا۔ انہوں نے توشہ دان اتار کر کھولا اور وہیں بیٹھ کر کھالیا۔

لوگ یہ معلوم کرنے میں لگ گئے کہ توشے دان کا مالک کون ہے۔ آخر مہترانی نے جاکر سارا معاملہ بتایا اور خود فرطِ خوشی سے جھومنے لگی۔ اس کی دلی مراد پوری ہوگئی تھی۔

مدراس کے رہنے والے ایک برہمن کسی آفس میں کام کرتے تھے۔ انہوں نے آفس سے چار روز کی چھٹی لی اور بابا تاج الدینؒ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ جب رخصت کی معیاد ختم ہونے لگی تو انہوں نے بابا صاحبؒ سے واپسی کی اجازت چاہی لیکن بابا صاحبؒ نے اجازت نہیں دی۔ ایک ہفتہ بعد دوبارہ اجازت مانگی تو بھی بابا صاحبؒ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک ماہ بعد بابا صاحبؒ نے اجازت دی تو یہ فکر و تردّد میں مبتلا گھر پہنچے کہ ایک ماہ کی غیر حاضری کی وجہ سے نہ جانے گھر والوں کا کیا حال ہو اور آفس میں تو سخت سرزنش کا سامنا کرنا پڑے گا۔ گھر پہنچے تو نہ بیوی بچوں نے غیر معمولی جذبات کا اظہار کیا اور نہ ہی ایک ماہ کی غیر حاضری کا پوچھا۔ نہا دھو کر سفر کی تھکان اُتری تو بیوی سے پوچھا کہ کیا دفتر کا کوئی آدمی مجھے پوچھنے آیا تھا۔ بیوی نے حیرت سے ان کا چہرہ دیکھتے ہوئے جواب دیا کہ دفتر کا کوئی آدمی نہیں آیا تھا لیکن آپ اتنے پریشان کیوں دکھائی دیتے ہیں؟ انہوں نے سارا حال کہہ سنایا اور کہا کہ عجیب بات ہے کہ نہ تم میری ایک ماہ کی غیر حاضری کا پوچھتی ہو اور نہ دفتر والوں کو میری پروا ہے۔ بیوی نے غیر یقینی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا کہ آپ مذاق کیوں کرتے ہیں؟ دفتر کا وقت ہوگیا ہے، دفتر جائیے۔ دفتر میں بھی ہر شخص معمول کے مطابق پیش آتا رہا۔ کسی کا رویہ غیر معمولی نہیں تھا۔ یہ صاحب سخت حیرت و استعجاب میں مبتلا ہوگئے اور عالم تصور میں بابا صاحبؒ سے مخاطب ہوئے کہ یہ کیا معاملہ ہے، کوئی مجھ سے غیر حاضری کو نہیں پوچھتا۔ دفتر آکر وہ صاحب

اپنے افسر کے پاس پہنچے اور کہا کہ میں تو ایک ماہ تک شکردرہ میں باباتاج الدینؒ کے پاس ٹھہرا رہا لیکن یہاں آکر عجیب معاملے سے دوچار ہوں۔ نہ گھر والے میری غیر حاضری کو پوچھتے ہیں اور نہ دفتر والوں کو مجھ سے شکایت ہے۔ افسر نے حیرت سے کہا۔ ''آپ تو چار دن کی چھٹی کے بعد دفتر آئے ہیں۔''

جس زمانے میں حضرت قلندر بابا اولیاءؒ کے والد صاحب ''دلی ٹول ٹیکس'' میں محرر تھے، ان دنوں برسات میں ان کے مکان کی ایک دیوار گر گئی مکان مالک برسات کے موسم میں مرمت کرانے کے لئے تیار نہ تھا۔ حضرت باباتاج الدین ناگپوریؒ نے قلندر باباؒ کے والد کو خط لکھا کہ بھابھی اور بیٹی سعیدہ کو ناگپور پہنچا دو۔ ان ایام میں وہ راجہ رگھوراؤ کے پاس مقیم تھے اور شکرخ پور میں انہوں نے رہائش کا انتظام کیا تھا۔ باباتاج الدینؒ روزانہ یا دوسرے دن اپنی گھوڑا گاڑی میں قلندر باباؒ کے گھر تشریف لاتے اور گھنٹوں وقت گزارتے۔ ان کی آمد کی وجہ سے ارد گرد کی آبادی کے لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا۔ بابا تاج الدین لوگوں کے معاملات پر غور کرنے میں اتنا دماغ صرف کر دیتے کہ حواس ماؤف ہو جاتے۔ ایک بار وہ بے خیالی میں دروازے کی طرف جانے کی بجائے دیوار کے پیچھے کھڑی ہوئی گھوڑا گاڑی کی طرف بڑھتے چلے گئے اور یکایک ٹھوس دیوار سے



باباتاج الدین کے مزار کا اندرونی منظر

گزر کر سڑک پر نکل گئے''۔ قلندر بابا اولیاءؒ بیان فرماتے ہیں ''یہ کرامت نانا رحمتہ اللہ علیہ سے غیر ارادی طور پر صادر ہوئی لوگوں کے معاملات سے متعلق انتہائی گہرائی میں سوچنے کی وجہ سے نانا تاج الدینؒ کا ذہن تجلی الٰہی میں تحلیل ہو گیا اور جسم ذہن کے تابع ہونے کی وجہ سے ثقل کی منزل سے آگے نکل گیا''۔

باباتاج الدینؒ 35 سال تک مخلوق خدا کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہے اس دوران آپؒ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ 17 اگست 1925 بروز پیر آپ اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ چوبیس گھنٹے تک ہر مذہب وملت کے لوگ آخری دیدار کے لئے آتے رہے پھر بھی ہجوم کم نہیں ہوا آپؒ کی نماز جنازہ میں 30 ہزار افراد نے شرکت کی۔

انوار احمد زئی کی اہلیہ انتقال کر گئیں

اعلیٰ ثانوی تعلیمی بورڈ کراچی کے چیئرمین پروفیسر انوار احمد زئی کی اہلیہ پروفیسر نسیم نگہت سیما بدھ 16 جولائی کو کراچی میں انتقال کر گئیں۔ پسماندگان میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی ہے۔ ملک بھر کے تعلیمی اداروں کے عہدیداران ،اساتذہ اور دیگر سیاسی وسماجی شخصیات نے پروفیسر انوار زئی سے ان کی اہلیہ کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کیا ہے۔

ادارہ روحانی ڈائجسٹ مرحومہ نگہت کے انتقال پر پروفیسر انوار احمد زئی ان کے صاحبزادگان ، صاحبزادیوں اور سب اہلخانہ کے ساتھ تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحومہ کی مغفرت ہو ،انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا ہو۔

اکیا بیتال



گزشتہ قسطوں کا خلاصہ: کچھ عرصہ پہلے ہماری ملاقات شہاب صاحب سے ہوئی۔ جو ایک پڑھے لکھے معزز تجارت پیشہ شخص ہیں، ماورائی علوم دنیلی پیتھی اور جنات کے وجود کے موضوع پر ہم دونوں کے خیالات اور ذوق مشترک تھے۔ جو ہماری دوستی کا باعث بنے۔ شہاب صاحب نے ہمیں بتایا کہ ان کی جنات سے دوستی ہے اور کئی مرتبہ کاروباری مشکلات سے نکلنے اور کاروبار کی ترقی میں ان کے دوست جنات کی مدد شامل رہی اور کئی مرتبہ انہوں نے بھی جنات کی مدد کی۔ میرے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ جنات کے ایک معزز خاندان کا نوجوان زائم، کراچی میں رہنے والی ایک دوشیزہ عیشال پر بُری طرح مر مٹا، دونوں گھرانوں کے والدین اس بات سے پریشان تھے، کراچی کے ایک روحانی بزرگ محترم شاہ صاحب نے اس معاملے کو نمٹانے میں اہم کردار ادا کیا۔ چند شیطانی عمل کرنے والے آدمیوں کی وجہ سے ان کو مشکل بھی پیش آئی۔ اس قصے میں ایک کردار اس کا ایک چیلا بھی ہے جس نے گرو کے چرنوں میں کئی برس اس لیے گزار دیے کہ وہ جادو اور جنات پر قابو پانے کا عمل سیکھ سکے۔ انسانوں کی ایک لڑکی عیشال ایک جن لڑکے زائم کی محبت میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ زائم کی مدد سے سلیم احمد کے کاروبار میں خوب ترقی ہوتی ہے۔ کراچی کے ایک جادوگر نے جن قابو کرنے کی خواہش میں زائم پر حملے شروع کیے اور آخر کار اسے قید کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ سامری جادوگر زائم پر مکمل قابو پانے کے لیے چاند میاں کو زائم کا روپ دے کر عیشال کے گھر بھیجنے کا ارادہ کرتا ہے۔ شاہ صاحب مراقبہ کے ذریعے معلوم کرتے ہیں کہ سلیم احمد اور ان کی فیملی پر جادوئی عملیات کیے گئے ہیں۔ شاہ صاحب سلیم احمد کو رہائش تبدیل کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ دوسری جانب زائم کی گمشدگی سے جنات کے قبائل میں تشویش پائی جاتی ہے۔ سامری زائم سے ایک سودا کرتا ہے۔ سلیم احمد، شاہ صاحب کے کہنے پر ایک اپارٹمنٹ کرائے پر لے لیتے ہیں۔ سامری زائم کو کچھ شرائط پر اپنی خیریت سے آگاہ کرنے کے لیے جنات کی بستی میں لے جاتا ہے۔ جہاں زائم جنات کے ایک قبیلے کے سردار سے کہتا ہے کہ میری خیریت سے میرے گھر والوں کو آگاہ کر دیا جائے۔ زائم اپنی کی خبر اپنے قبیلے والوں تک پہنچاتا ہے۔ دوسری طرف سلیم احمد سخت بیمار ہو جاتے ہیں۔ شاہ صاحب ان پر دم کرتے ہیں تو شاہ صاحب کی حالت بھی خراب ہو جاتی ہے۔ جنات کے ایک سردار سے زائم کی خبر ان کے قبیلہ والوں تک پہنچتی ہے۔ ساتھ ہی یہ اطلاع بھی ملتی ہے کہ اسے ڈھونڈا نہ جائے۔ زائم کے گھر والے اس کی تلاش کے لیے شاہ صاحب کے پاس جانے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ جنات کی ایک جماعت نے شاہ صاحب کے منتظم درس شیخ عبدالعزیز سے ملاقات کی۔ شیخ عبدالعزیز نے اپنے ایک بھائی کی معرفت جنات کی ملاقات جمیلہ بیگم سے بھی کروائی۔ جمیلہ بیگم سے چند سوالات کر کے وہ جنات سلیم احمد کے پرانے مکان تک پہنچے اس مکان سے زائم کے چند نشانات ملے۔ یہ بھی تصدیق ہوئی کہ سلیم احمد کو جادو کا نشانہ کہاں بنایا گیا تھا۔ سلیم احمد کئی دنوں سے ہسپتال میں ماہر ڈاکٹروں کی نگرانی میں زیر علاج تھے لیکن ان کی حالت ٹھیک نہیں ہو رہی تھی۔ دوسری جانب چاند میاں سامری جادوگر کے کسی گندے عمل کے لیے ایک کالی بلی پکڑ لاتا ہے....

جنوں کو زائم کے بارے میں چھوٹے چھوٹے کچھ سراغ ملتے ہیں۔ چاند میاں شیطان کو خوش کرنے کے لیے بخوشی گندے کاموں پر راضی ہو جاتا ہے۔ شاہ صاحب کی طبیعت بہتر ہوئی تو انہوں نے لوگوں سے عام ملاقات شروع کردی۔ جنات کے بزرگ فرزون نے زائم کی تلاش کے لیے شاہ صاحب سے مدد کی درخواست کی۔ شاہ صاحب نے شیخ عبدالعزیز کی زیر قیادت چند افراد پر مشتمل ایک ٹیم فرزون اور جنات کے ساتھ روانہ کردی۔ دوسری جانب ماہر ڈاکٹروں کی کوششوں کے باوجود سلیم احمد کی بیماری تشخیص نہیں ہو رہی تھی۔ ادھر جنات شیخ العزیز کی ٹیم سامری کے ساتھ ٹھکانہ پر پہنچنے میں کامیاب ہو جاتی ہے اور انہیں گمان ہوتا ہے کہ زائم یہاں ہی موجود ہے۔ شمعیان کے ساتھی جنات کوارٹر میں موجود تھے۔ سامری زخمی پرندے کی طرح پھڑ پھڑا رہا تھا پھر سامری کی مدد کو کچھ جادوگر بھی پہنچ گئے۔

قسط نمبر 33

جنات کے متواتر حملوں سے سامری کی مدد کے لیے آئے ہوئے خبیث جادوگروں کی چالیں بے کار ہو چکی تھیں۔

دو جادوگروں اور چاند میاں کے بعد اب خود سامری بھی جنات کے وار کا نشانہ بن چکا تھا۔ باقی دو جادوگروں نے یہ حالت دیکھی تو وہاں سے بھاگنے لگے لیکن جنات نے ان پر بھی حملے جاری رکھے بالآخر وہ دونوں بھی آگ کے گولوں کی لپیٹ میں آگئے۔ چاند میاں کو وہیں چھوڑ کر وہ چاروں جادوگر گرتے پڑتے وہاں سے دفع ہو گئے۔

چاند میاں بڑی مشکلوں سے گھسٹتا ہوا کوارٹر میں واپس آیا۔ وہاں اس نے اپنے گرو، شیطان کے پجاری سامری کو زمین پر تڑپتے ہوئے دیکھا۔ اس کی حالت بہت خراب تھی۔ اس کے گلے سے خوف ناک آوازیں نکل رہی تھیں۔

سامری نے اپنے ہاتھ اپنے گلے کے گرد دبائے ہوئے تھے اور اپنی ٹانگیں بار بار زمین پر مار رہا تھا۔

چاند میاں کو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ شیطان کے اس پجاری کے ساتھ کیا کرے۔ چاند میاں خود بھی جھلسا ہوا تھا۔ اس کے جسم میں جگہ جگہ شدید جلن ہو رہی تھی۔

اسی دوران چند جنات سامری کے کواٹر میں داخل ہوئے۔ کچھ دیر پہلے ہی غرور و تکبر سے گردن اکڑاتا ہوا سامری اب ذلت کی تصویر بنا ہوا ان جنات کے سامنے پڑا ہوا تھا۔

جنات نے سامری اور چاند میاں کو دیکھا لیکن انہیں کچھ کہے بغیر آگے بڑھ کر زائم کے پاس گئے۔ زائم بہت کمزور اور لاغر ہو چکا تھا۔ جنات نے زائم کو وہاں سے اٹھایا اور سامری اور چاند میاں کو اسی حال میں چھوڑ کر وہاں سے باہر چلے گئے۔

❖❖❖

زائم کی انتہائی خراب حالت دیکھ کر سمیان کو بہت دکھ ہوا۔ شدید غصے کے عالم میں انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جس آدمی نے زائم کا یہ حال کیا ہے اسے بہت عبرت ناک سزا ملنی چاہیے۔

زائم ان جنات کے درمیان خاموش لیٹا ہوا تھا۔ اسے سامری کی قید اور تکالیف کی طرف سے چھٹکارا پانے کی خوشی تو تھی لیکن شدید کمزوری کی وجہ سے وہ نڈھال پڑا ہوا تھا۔

آپ نے بالکل ٹھیک کہا.... ہمیں ایسے آدمیوں کو سخت سزا دینی چاہیے جو جنات کو تکلیفیں پہنچاتے ہیں۔ سمیان کے ایک ساتھی نے بھی اپنے غصہ کا اظہار کیا۔

کئی آدمی معمولی معمولی باتوں پر جنات کو جلا کر مار ڈالتے ہیں۔ جنات کو بھی ایسے لوگوں کے ساتھ نرمی نہیں کرنی چاہیے انہیں مار دینا چاہیے.... سمیان کا ایک اور ساتھی غصے بھرے لہجے میں بولا۔

ان سب جادوگروں کو آج آگ کی خوب مار پڑی ہے، یہ کہاں بچ پائیں گے۔ تڑپ تڑپ کر تھوڑی دیر میں مر ہی جائیں گے۔ ایک اور جن نے اپنی رائے دی

سمیان کے ساتھی سامری اور دوسرے جادوگروں پر غصے میں بھرے ہوئے تھے۔ یہ جنات اب ان جادوگروں سے بھرپور انتقام لینا چاہتے تھے۔

اس خبیث آدمی کو ابھی مرنا نہیں چاہیے۔ سیمان نے کہا پہلے اسے عبرت کا نشان بننا چاہیے۔

اب ہمیں کیا کرنا ہے.... سمیان کی بات سن کر ان کے ایک ساتھی جن نے پوچھا

ہم شیخ عبدالعزیز کے پاس چلتے ہیں۔ ان سے پوچھ لیں کہ اب آگے کیا کرنا ہے۔ شیخ کو زائم کی بازیابی کا بھی تو بتانا ہے۔

چند لمحوں بعد سمیان اور ان کے ساتھی جنات شیخ عبدالعزیز کے پاس تھے۔ وہاں ریاض بھائی اور عامر بھی تھے۔

سمیان نے سب سے پہلے شیخ عبدالعزیز کو زائم کی بازیابی کی اطلاع دی پھر ان جادوگروں کے بارے میں بتایا۔

جادوگروں سے نمٹنے میں عملی کردار جنات نے ادا کیا تھا۔ اس لیے شیخ عبدالعزیز نے انہیں شاباش اور مبارکباد دی۔

سامنے والے کوارٹر میں پڑے ہوئے دونوں جادوگر آگ کی مار پڑنے سے تڑپ رہے تھے۔

سامری کی چیخوں کی آوازیں دور دور تک سنائی دے رہے تھیں۔ محلے کے کئی گھروں سے لوگ دوبارہ باہر نکل کر سامری کے کوارٹر کے باہر جمع ہو رہے تھے۔ ان میں سے دو تین افراد کوارٹر میں گئے۔ انہوں نے سامری اور چاند میاں کو تڑپتے ہوئے دیکھا تو محلے کے دوسرے لوگوں کو بھی آوازیں دے کر بلا لیا۔ تھوڑی دیر بعد یہ لوگ ان دونوں کو اٹھا کر طبی امداد کے لیے ہسپتال لے گئے۔

سمیان نے شیخ عبدالعزیز کو بتایا کہ ان کے ساتھی جنات کو ان جادوگروں پر سخت غصہ ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ ان جادوگروں کو مار دیا جائے۔

سمیان کی بات سن کر شیخ عبدالعزیز نے کہا کہ ظلم کبھی نہیں پنپتا۔ ظالم کی رسی دراز تو ہوتی ہے لیکن ہر ظالم ایک نہ ایک دن مجبور اور بے بس ہو جاتا ہے۔ برے لوگ جتنے بھی طاقتور نظر آتے ہوں ان کا انجام بہرحال ناکامی ہے۔

یہ جادو کرنے والے دراصل شیطان کے کارندے ہوتے ہیں۔ انہوں نے انسانوں کے ساتھ ساتھ جنات کو بھی بہت تکلیفیں پہنچائی ہیں۔ اس لیے جنات کا ان پر غصہ قابل فہم ہے۔ شیخ عبدالعزیز جنات کے جذبات کو اچھی طرح سمجھ رہے تھے۔ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا....

ان جادوگروں کو کس طرح سزا دی جائے یہ فیصلہ شاہ صاحب فرمائیں گے۔

بالکل صحیح فرمایا آپ نے.... سمیان نے شیخ کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہا

❖❖❖

دن نکل آیا تھا۔ اس بستی کے چند نوجوان سامری کو ایک سرکاری ہسپتال میں لے گئے تھے۔

ڈاکٹروں نے دونوں کا معائنہ کیا اور انہیں جھلسے ہوئے مریضوں کے علاج کے لیے شہر کے بڑے سرکاری ہسپتال میں بھجوا دیا۔
ایک ہسپتال سے دوسرے ہسپتال منتقلی کے دوران سامری سارا وقت ہذیانی کیفیت میں رہا۔ چاند میاں کو دیکھ کر بھی ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے حواسوں میں نہیں ہے۔
جنات سے مقابلے کے لیے سامری کی مدد کے لیے آئے ہوئے چاروں جادوگر جنات کے حملوں سے جھلس جانے کے بعد وہاں سے بھاگ نکلے تھے۔
اب ان کا کوئی پتہ نہیں تھا کہ وہ کہاں ہیں۔
سامری اور چاند میاں ہسپتال کے وارڈ میں اپنے اپنے بیڈ پر پڑے ہوئے تھے۔ ان کے جھلسے ہوئے جسم شدید تکلیف میں تھے۔ اب ان کے جسم سے نہایت گندی بو بھی آنے لگی تھی۔

❖❖❖

شام کے وقت شیخ عبدالعزیز اور جنات کی ٹیم کے سردار سمیان شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سمیان نے شاہ صاحب کو گزشتہ رات کی روداد سنانی شروع کی تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ انہیں اس معرکے کی تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں۔
جادوگروں کی قید سے بازیاب ہونے والا وہ نوجوان اب کیسا ہے....؟ شاہ صاحب نے زائم کی خیریت دریافت کرتے ہوئے پوچھا
اس کا علاج شروع ہو گیا ہے سرکار.... وہ بہت اذیتوں اور تکلیفوں سے گزرا ہے۔ اسے ٹھیک ہونے میں کچھ وقت لگے گا.... سمیان نے عرض کیا
ہم م م .... شاہ صاحب تھوڑی دیر خاموش رہے پھر بولے .... وہ ایک اچھا جن ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اسے جلد شفا ملے۔ آمین....
حضور....! جنات کو زائم کو قید کرنے والے جادوگروں پر سخت غصہ ہے۔ یہ جنات ان جادوگروں کے لیے سخت سزا کی توقع رکھتے ہیں۔
سمیان کی بات سن کر شاہ صاحب نے فرمایا
جنات کا اپنا ایک عدالتی اور حکومتی نظام ہے۔ اگر کسی جن پر کوئی زیادتی ہوتی ہے تو وہ اپنے عدالتی نظام سے انصاف کی درخواست کر سکتا ہے۔
آپ نے درست فرمایا چونکہ جرم انسانوں کی بستی میں ہوا ہے۔ جرم کرنے والے بھی انسان ہی ہیں اس لیے یہ معاملہ انسانوں کے پاس ہی طے ہونا چاہیے.... اور جنات چاہتے ہیں کہ انسانوں کو تکلیفیں دینے والے اور بے شمار جنات کو ناحق ہلاک کروانے والے ان جادوگروں کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ سمیان نے شاہ صاحب سے کہا
کسی کے جرم پر اس کے لیے سزا کا فیصلہ کرنا تو عدالت کا کام ہے۔ یہ فقیر تو ایسے کسی کام کا مجاز نہیں ہے۔
جناب....! تو پھر ہم کہاں جائیں.... سمیان نے شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت.... ان آدمیوں کو جنات کی عدالت میں پیش کروانا ممکن نہیں تو بے حد مشکل یقیناً ہے.. اور.... انسانوں کی عدالتوں میں ہم جنات اپنا مقدمہ کس طرح دائر کریں گے....؟
انسانوں میں ہماری رسائی آپ تک ہے۔ اب یہی صورت باقی رہتی ہے کہ آپ کی خدمت میں ہم اپنی عرضی پیش کریں۔
آپ لوگوں کا کہنا بجا ہے۔ واقعی انسانوں اور جنات کے درمیان کوئی تنازع ہو جائے یا کسی ایک

سے دوسرے کے خلاف کوئی جرم ہو جائے تو وہ انصاف کے لیے کہاں جائے....! شاہ صاحب نے سمیان کی بات کی تائید کرتے ہوئے فرمایا

جی حضرت....! اسی لیے ہم آپ سے درخواست کررہے ہیں کہ جس آدمی نے جان بوجھ کر جنات کو تکلیفیں پہنچائیں، ایک جن کو اپنی قید میں رکھ کر اسے اذیتیں دیں، ان زیادتیوں پر جنات کو انصاف ملنا چاہیے.... آپ بہت بڑی روحانی ہستی ہیں اسی لیے ہم آپ سے انصاف کے طلب گار ہیں۔

ہم جنات کے جذبات کو سمجھ رہے ہیں لیکن کوئی بھی روحانی ہستی قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کسی انسان کے لیے سزا یا بریت کا فیصلہ نہیں کرسکتی.... کسی نے ملکی قانون توڑا ہے تو اب اس کا معاملہ ملکی عدالت کے پاس جائے گا۔ کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم ہی کیوں نہ ہو اس معاملہ میں دخل دینے کا مجاز نہیں ہے۔

حضرت....! میں تو اس بات کو سمجھتا ہوں لیکن میں اپنے ساتھی جنات کو یہ بات کیسے سمجھاؤں....؟ سمیان اپنے ساتھیوں کے جذبات کو کنٹرول کرنے میں بہت دشواری محسوس کررہے تھے۔

جس گنہ گار سے قدرت حساب مانگ لے اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ شاہ صاحب نے سمیان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا

جنات تو چاہتے تھے کہ ان جادوگروں کو اس وقت ختم کردیا جائے لیکن میں نے انھیں اس کام سے بازرکھا۔ سمیان نے شاہ صاحب کو بتایا

آپ نے بہت اچھا کیا.... لڑائی میں جو شخص زخمی ہو جائے یا قید ہو جائے اس کی جان کی حفاظت ہونی چاہیے خواہ وہ کتنا ہی بڑا مجرم کیوں نہ ہو.... انتہائی اشتعال کے ماحول میں اپنے جذبات قابو رکھنے پر ہم آپ کو داد دیتے ہیں۔ شاہ صاحب نے سمیان کو سراہتے ہوئے فرمایا

حضرت.... آپ کا بہت کرم لیکن یہ بات میں اپنی قوم کو کیسے سمجھاؤں.... ؟وہ تو سخت غصے میں ہیں اور اپنے مجرموں پر قابو پالینے کے بعد ان کے لیے قرار واقعی سزا چاہتے ہیں۔

آپ اپنے ساتھیوں سے کہئے کہ ان خبیث آدمیوں سے بدلہ خود چکانا چاہتے ہیں یا اپنا انتقام قدرت پر چھوڑتے ہیں....؟

شاہ صاحب کے حجرے سے نکل کر سمیان اپنے ساتھی جنات کے پاس گئے اور انہیں شاہ صاحب کی طرف سے ملنے والی چوائس بتائی۔

انتقام.... انتقام.... بدلہ.... فوراً بدلہ....

نوجوان جنات اپنے جذبات کا اظہار ایک آواز ہو کر کرنے لگے۔

ہم نے رات کو ان جادوگروں پر حملے کیوں روک دیئے ۔آگ کی لپٹ سے وہ اسی وقت مر جاتے....

ہماری مہم نامکمل رہی۔ جنگ کے میدان میں فیصلے ہمیں خود کرنا چاہیے تھے۔ اس لڑائی میں ہم انسانوں کے ماتحت کیوں تھے....؟ دو تین جنات ایک ساتھ بول رہے تھے۔

ان کی باتیں سن کر سمیان نے کہا

کامیابی پا کر حقیقت کو بھولنے والے مت بنو.... یاد رکھو.... جنات کو اس لڑائی میں کامیابی صرف انسانوں کی وجہ سے ملی ہے۔ یہ مت بھولو کہ خطرناک جادوگر کی قید سے زائم اس لیے آزاد ہو پایا ہے کیوں

کہ ہم انسانوں کی رہنمائی میں آگے بڑھ رہے تھے۔ سمیان اپنے ساتھیوں کو سمجھانے لگے۔

لیکن ان جادوگروں پر حملے جنات نے کئے ہیں۔ ان کو مفلوج جنات نے کیا ہے۔ ان کے بارے میں فیصلہ بھی ہمیں ہی کر لینا چاہیے تھا۔

سامری کو چھوڑ دینے کی وجہ سے جنات کی ٹیم میں پھیلنے والی بے چینی اب کشیدگی میں تبدیلی ہو رہی تھی۔ سمیان کے لیے اس صورت حال کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔

اس دوران محترم فرزون کے ایک نمائندے جنات کی بستی سے شاہ صاحب کی خانقاہ میں آگئے۔ سمیان نے انہیں ساری صورت حال بتائی۔ اس معاملے میں وہ بھی سمیان کے ہم خیال ہی تھے۔

اب ان دونوں نے اپنے ساتھی جنات کو سمجھایا کہ اس مہم میں ہماری کامیابی انسانوں کی ایک بزرگ ہستی کی جانب سے تعاون کی وجہ سے ہی ملی ہے۔ جادوگروں کے بارے میں فیصلہ سمیان نے اسی لیے شاہ صاحب پر چھوڑا ہے۔ سمیان کے سب ساتھیوں کو ان کے فیصلے کا پورا احترام کرنا چاہیے۔

جادوگروں سے مقابلہ کرنے والے ان جنات نے بالآخر سمیان کی بات مان لی۔

جنات سے یہ بات کر کے سمیان دوبارہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اب شاہ صاحب نے سمیان سے فرمایا کہ

آپ اپنے ساتھیوں کو سمجھائیے کہ وہ صرف چند دن صبر کر لیں.... اکثر جادوگروں کا انجام بہت ہی عبرت ناک ہوتا ہے اور جب وہ عبرت کی نشانی بنتے ہیں تو ان کی زندگی خارش زدہ نجس جانور سے بھی بدترین ہو جاتی ہے۔

کیا اس طرح انصاف ہو جاتا ہے....؟ سمیان نے شاہ صاحب سے پوچھا

نہیں.... اب شاہ صاحب کا لہجہ بہت بارعب اور جلالی تھا۔ نہیں.... یہ انصاف نہیں ہے۔ اس عبرت کی مثال فیصلے کا انتظار میں قید خانے میں گزارے ہوئے اذیت ناک لمحات کی طرح ہے۔ ان جادوگروں کی باقی ساری زندگی فیصلے کے انتظار میں رہتے ہوئے شدید اذیت اور تکلیف میں گزرے گی۔

شاہ صاحب کے لہجے میں جلال بڑھتا جا رہا تھا۔

ان جادوگروں سے حساب قدرت لے گی....

❖❖❖

زائم کی جدائی پر عیشال بہت اداس اور شدید پریشان تھی۔ اس کو سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اپنے محبوب کی خبر پانے کے لیے کس کے پاس جائے، کس سے رابطہ کرے۔ زائم کی جدائی سے عیشال ایسے ہو گئی تھی جیسے کہ برسوں کی مریض ہو۔ اس کا پھول سا چہرہ کملا چکا تھا۔ اس کی ہنستی رخصت ہو چکی تھی۔ عیشال کی زندگی عجب بے بسی میں گزر رہی تھی۔ اس میں کوئی خوشی نہ تھی، کوئی چاہ نہ تھی، کوئی امنگ نہ تھی، بس اک انتظار تھا یا اک بے سمت تلاش....

جمیلہ بیگم اپنے شوہر کے ساتھ اپنی بیٹی کی طرف سے بھی سخت فکر مند تھیں۔ انہیں سمجھ میں نہ آتا تھا کہ شوہر کی تیمارداری کریں یا اپنی بیٹی کو تسلی دیں۔

سامری کا جادو ٹوٹنے کے بعد سلیم احمد کی حالت آہستہ آہستہ ٹھیک ہونے لگی تھی۔ چند دنوں میں ان کی حالت کافی بہتر ہو گئی....

❖❖❖

زائم کی حالت بھی کافی سنبھل گئی تھی۔ زائم ہر

وقت عیشال کے لیے فکر مند رہتا۔ عیشال کیسی ہو گی....؟میں اس سے مل نہیں پا رہا....وہ کتنی پریشان ہو گی....؟کیا سوچ رہی ہو گی....؟میں عیشال کے پاس کیسے جاؤں....؟اس تک کوئی پیغام کیسے پہنچاؤں....؟

زائم نے کئی بار سوچا کہ وہ جنات میں سے کسی کو اعتماد میں لے کر عیشال کے گھر بھجوا دے لیکن ایسا کرنے میں کئی خطرات تھے۔ اگر وہ جن انکار کر دیتا اور دوسرے جنات کو یہ بات بتا دیتا تو پھر تو زائم کبھی بھی عیشال سے نہیں مل سکتا تھا۔ جنات اسے کہتے کہ تو بالکل پاگل ہو گیا ہے اور پھر اسے اس کے قبیلے میں بھجوا دیا جاتا جہاں اس پر سخت پہرے ہوتے۔

جادوگروں اور جنات کی اس خوف ناک لڑائی کے بعد ایسا کوئی قدم اٹھانا ہرگز دانش مندی نہیں تھی۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے زائم نے کسی سے کچھ نہ کہا۔ بس چپ چاپ اپنے ٹھیک ہونے کا انتظار کرتا رہا۔

سامری کی قید میں اٹھائی جانے والی اذیتیں اسے عیشال کی جدائی کی تکلیف سے کم معلوم ہو رہی تھیں لیکن بہر حال ان دونوں وجوہات نے زائم کو بے انتہا لاغر کر دیا تھا۔ زائم اس قابل نہ تھا کہ وہ جنات کے درمیان سے اٹھ کر عیشال کے گھر جا سکتا۔

آخر کار اس نے ایک فیصلہ کیا۔

جنات کی طرف سے مایوس ہو کر عیشال سے ملنے کے لیے زائم نے انسانوں سے مدد لینے کا سوچا۔

ایک شام زائم نے اپنے تیماردار جنات سے کہا کہ وہ شاہ صاحب کی خانقاہ جانا چاہتا ہے۔

چند سوال جواب کے بعد وہ جنات زائم کو شاہ صاحب کے پاس لے جانے کے لیے تیار ہو گئے۔

خانقاہ میں آ کر زائم کی ملاقات شاہ صاحب سے تو نہ ہو سکی البتہ اس کی ملاقات شیخ عبدالعزیز سے ہو گئی۔

زائم نے شیخ عبدالعزیز سے کہا کہ وہ انہیں ایک راز کی بات بتانا چاہتا ہے۔

شیخ عبدالعزیز نے کہا ٹھیک ہے....تم اطمینان سے اپنی بات بتاؤ....

زائم نے شیخ کو شروع سے آخر تک سارا قصہ بتا دیا۔

اوہ....تو یہ معاملہ ہے۔ اب تم کیا چاہتے ہو....؟

سب سے پہلے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ میری ملاقات عیشال سے ہو جائے، یہ نا ہو سکے تو میرا پیغام عیشال تک پہنچایا جائے۔

میں تو یہ کام نہیں کر سکتا البتہ تمہاری یہاں آمد اور تم سے ہونے والی بات سے شاہ صاحب کو مطلع کر دوں گا۔ دیکھو وہ کیا فرماتے ہیں۔

عشاء کے بعد شیخ عبدالعزیز شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں زائم والی بات بتائی۔

ساری بات سن کر شاہ صاحب نے شیخ عبدالعزیز کو بتایا

یہ جن زادہ انسانوں کی جس لڑکی کا ذکر کر رہا ہے وہ اپنے والدین کے ساتھ ہمارے پاس آتی رہتی ہے۔ آپ بھی انہیں جانتے ہیں۔

کون....؟

سلیم احمد....جنہیں دیکھنے ہم ہسپتال بھی گئے تھے اور بعد میں آپ نے بھی ان کا علاج کیا ہے۔

(جاری ہے)

❖❖❖

کائنات اور کائنات

واصف علی واصف

قدرت کے قوانین اور اصول اٹل ہیں۔ قدرت اپنے بنائے ہوئے قوانین اور اصولوں کے مطابق خود بھی پابندی اختیار کرتی ہے اور دوسروں کو بھی ان میں پابند کر کے رکھ دیتی ہے۔ اللہ کا نظام نہیں بدلتا۔ اس نے جو کچھ کر دیا وہ ہو گیا اور ایسا ہوا کہ ہمیشہ ہی ہوتا رہا۔ سورج مشرق سے نکلتا ہے تو نکلتا ہی چلا آرہا ہے۔ مغرب میں ڈوبتا ہے تو مغرب میں ہی ڈوبتا چلا جا رہا ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ ہر روز نئی اور نرالی شان والا اللہ، ہر چیز کو اس کے حصار اور اس کے مدار میں ہمیشہ حرکت کرتے رہنے کا حکم لکھ چکا ہے اور جو کچھ وہ لکھ چکا ہے، وہ اٹل ہے.... ہمارے ارادے بدل رہتے ہیں لیکن اس کا "امر" اٹل ہے، تبدیل نہیں ہوتا.....

زمین کی گردش، بلکہ گردشِ شام و سحر، گردشِ افلاک، گردشِ زمانہ، ہر چیز مقرر شدہ اور مکتوب ہے، ایک مخفی کتاب میں....

جاننے والے جانتے ہیں کہ زندگی کے نصیب میں موت لکھی جا چکی ہے۔ ہونا نہ ہونا ہو کر رہتا ہے۔ قادرِ مطلق نے قوانینِ قدرت بیان فرما دیے ہیں کہ ایسا ہو گا، ایسا نہیں ہو گا.... انسان جتنی کوشش کرے گا، اتنا ہی نتیجہ حاصل کرے گا۔ یہ اصول ہے، دریا پہاڑوں سے نکلے گا.... رواں دواں اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گا اور سمندر سے ہمکنار ہو گا.... آسمانوں سے مینہ برسے گا، زمین سے پودے اگیں گے، پرندے ہوا میں اڑیں گے اور مچھلیاں پانی میں تیریں گی.... سب اصول مقرر ہو چکے ہیں۔ تمام قوانین مرتب ہو چکے ہیں۔ سب باتیں طے ہو چکی ہیں۔ ہر آغاز کا ایک انجام ہو گا اور ہر انجام کسی آغاز پر منتج ہو گا۔

اگر بات صرف یہاں تک ہوتی تو یہ کائنات، یہ زندگی ایک مشین بن کر رہ جاتی۔ لیکن غور کرنے والے، فکر کرنے والے، تدبر و تفکر کرنے والے جانتے ہیں کہ اس منظم اور مرتب کائنات کے ساتھ ساتھ ایک اور کائنات بھی ہے.... جہاں کے اصول، اصولوں کے جہاں سے الگ ہیں۔ جہاں کے قانون، قانون کی دنیا سے بہت ہی مختلف ہیں۔ یہ ایک نرالی کائنات ہے۔ بالکل مختلف، یکسر عجیب، بلکہ ایک عجوبہ....

اصول تو یہ ہے کہ آگ جلائے گی، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ نار ہے اور اس میں گلزار ہے، اور اس گلزار کے اندر محرم اسرار جلوہ گر.... اصول بنانے والے نے اصول کو معطل کرنے کا بھی اصول بنایا ہے۔ جس نے آگ کو حدت عطا فرمائی، اسی نے

آگ کو حکم دیا کہ وہ ٹھنڈی ہو جائے، سلامتی کے ساتھ ابراہیمؑ پر..... منشا کا اصول الگ ہے..... وہ چاہے تو کیا سے کیا ہو جائے..... وہ اپنے اصولوں کا کیوں پابند ہو گا.....

قانون تو یہ ہے کہ محنت کرنے سے رزق ملے گا لیکن جب دینے والا چاہے تو بے حساب دے دیتا ہے۔ بے پناہ دیتا ہے۔ وہ زمین اور آسمان کے خزانوں کا مالک ہے اور کسی کے آگے جوابدہ نہیں، نہ اس کا کوئی آڈٹ کر سکتا ہے۔

کائنات کا کوئی اصول ایسا نہیں، جس میں استثناء نہ ہو۔ علم ہی کو لیجیے۔ علم کتب سے ملتا ہے۔ اساتذہ سے ملتا ہے۔ لیکن یونیورسٹی شیکسپئر کا علم تو دے سکتی ہے، شیکسپئر بننے کا علم نہیں دے سکتی۔ اقبالؒ نے شرق و غرب کے علوم حاصل کر لیے۔ اس کی روح میں تشنگی بڑھ گئی..... اب شرق و غرب کے علوم کے بعد کیا ہے.....؟ "بعد" تو صرف اصول سے باہر کی کائنات کا علم ہے۔ وہ علم جو کتاب میں نہیں۔ وہ صرف "جنون" سے ملتا ہے، نظر سے ملتا ہے، نصیب سے ملتا ہے۔ قانون سے باہر، اصول سے پرے، الگ، نرالا، انوکھا علم، انوکھی کائنات کی دریافت کا علم، ایسی کائنات جہاں عمل معطل ہے اور علم ہی علم ہے۔ جہاں صرف مشاہدہ ہے، حیرت ہے، نیرنگی ہے، کوئی اصول نہیں۔ یہ ظاہری کائنات اس کائنات کے مقابلے میں بہت ہی مختصر ہے۔ وہ کائنات منشا کی کائنات ہے۔ عنایات کی کائنات ہے، عطا کی کائنات ہے۔ ایسی کائنات، جہاں وقت ساکن ہو جاتا ہے اور جلوے متحرک رہتے ہیں۔ جہاں دن رات، ماہ و سال نہیں ہوتے۔ وہاں صرف محویت اور جلوے ہوتے ہیں۔ علم ہی علم ہوتا ہے اور تعلیم نہیں ہوتی۔ اس کائنات میں دنیا کو علم عطا کرنے والے ہوا کرتے ہیں۔ یہ علم "لدنی" والوں کی کائنات ہے۔ اس کائنات میں محنت نہیں، محبت کام آتی ہے، ادب کام آتا ہے، نصیب کام آتا ہے۔

نصیب کے حق میں بات کرنے سے کوشش کے حق میں بات کرنے والے خفا ہو جاتے ہیں۔ جب تک کوشش کی محرومیاں سمجھ میں نہ آئیں، نصیب کو نہیں سمجھا جا سکتا۔ کوشش کامیاب ہو جائے تب بھی بے نصیب آدمی ناکام ہو جاتا ہے۔ کامیاب کوششوں نے بڑی ویرانیاں چھوڑی ہیں، اس دنیا میں۔ کوشش کو اگر ہاتھی کہہ لیا جائے تو نصیب ابابیل کی کنکری ہے۔ یہ سلسلہ بہت طویل ہے۔ یہ داستان بہت لمبی ہے۔

بہرحال مقصد یہ ہے کہ ظاہری کائنات جس میں کوشش اور اصول پر زور دیا جاتا ہے، اس باطنی کائنات سے قدرے مختلف ہے۔ جہاں نصیب اور نصیب والوں کی جلوہ گری ہے۔ اس کائنات کے بارے میں غور کرنا چاہیے۔ وہ باطنی کائنات دعاؤں کی کائنات ہے۔ دعا نصیب ساز ہوتی ہے۔ دعا ناممکنات کو ممکن بنا دیتی ہے۔ وقت بدل جاتا ہے۔ زمانے بدل جاتے ہیں۔ ناتواں توانا ہو جاتے ہیں۔ شکست فتح میں بدل جاتی ہے اور معزول سرفراز کر دیے جاتے ہیں۔ وہ کائنات روح کی کائنات ہے، نشانیوں کی کائنات ہے، جلووں کی کائنات ہے، محبوب کے انکشاف کی کائنات ہے، رضا اور منشا کی کائنات ہے۔ وہ تجلی



معروف دانشور، مفکر، استاد اور صوفی شاعر واصف علی واصفؒ 15 جنوری 1929ء کو خوشاب میں پیدا ہوئے۔ جھنگ اور لاہور کالج سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد سول سروس کا امتحان پاس کیا مگر طبیعت کی انفرادیت اور درویشی کے میلان کی وجہ سے سرکاری نوکری کو درخورِ اعتنانہ سمجھا۔ آپؒ نے لاہور میں پرائیویٹ کلاسوں کو پڑھانا شروع کیا، بعد ازاں اپنا تدریسی ادارہ قائم کیا۔ 1970 کی دہائی میں مختلف اخباروں اور جرائد میں آپؒ کا کلام چھپنا شروع ہوا پھر آپؒ کی کئی تصانیف منظرِ عام پر آئیں۔ اسی دور میں ادیب، شعراء، فقراء اور مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے اصحاب سے ملاقاتیں ہوئیں، اس کے بعد رشد و ارشاد کا ایک لامتناہی سلسلہ چل نکلا اور آپؒ کے علم و عرفان کا نور ہر سو پھیلتا گیا۔ آپؒ کا وصال 18 جنوری 1993ء بمطابق 24 رجب 1415ھ ہوا، ہر سال رجب کی 24 تاریخ کو آپ کے چاہنے والے عرس مناتے ہیں۔

کائنات اسی ظاہری کائنات کے اندر ہے۔ وہاں خاموشی بولتی ہے۔ وہاں درخت باتیں کرتے ہیں۔ پہاڑ پیغام رسانیاں کرتے ہیں۔ دریا علامتیں بن جاتے ہیں اور سمندر حقیقت کا روپ اختیار کر جاتے ہیں۔ اس کائنات میں دل والے، روح والے، حق والے داخل کیے جاتے ہیں۔ اس کائنات کا سفر راتوں کو پچھلے پہر طے ہوتا ہے۔ اس کائنات میں اشکوں کے چراغ جلتے ہیں۔ روشنی ہی روشنی، نور ہی نور، جلوے ہی جلوے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اصول اور قانون تبدیل ہو جاتے ہیں۔ وقت کے فاصلے سمٹ جاتے ہیں۔ غیب حاضر اور حاضر غیب ہو جاتا ہے۔ اسی کائنات میں موت کا عمل معطل ہو جاتا ہے دور کی آواز قریب سے سنائی دیتی ہے۔ یہ مخفی کائنات اللہ کے خاص بندوں کی کائنات ہے۔ ان لوگوں کی جبن پر اس کا فضل ہوتا ہے۔ یہ کائنات کوشش سے نہیں، نصیب سے میسر آتی ہے۔

یہ عجب بات ہے کہ انسان آگ لینے جائے اور پیغمبری لے کر آئے....

یہ باطنی کائنات سب سے پہلے اپنے باطن میں دریافت ہوتی ہے اور پھر یہ کائنات پھیلتی ہوئی کل کائنات بن جاتی ہے۔ یہاں کے اصول عجیب، یہاں کے قوانین نرالے ہیں۔ یہاں منزلیں نہیں ہوتیں۔ صرف سفر ہوتا ہے، مسلسل سفر۔ ایک مقام کے بعد ایک اور مقام انتظار کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہاں دیکھنے کے لیے آنکھ بند کرنا پڑتی ہے اور سننے کے لیے کان درکار نہیں۔ یہاں سماعت دل کے کان سے ہوتی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اس کائنات میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ یہ کائنات نظاروں کی کائنات ہے۔ ایثار کی کائنات ہے۔ دوسروں کے دکھ بانٹنے کی کائنات ہے.... اس کائنات کے معتبر نام

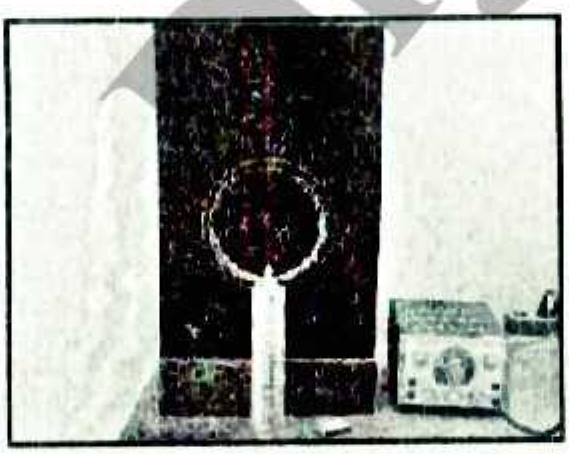
وہی ہیں جو دوسروں کے غمگسار ہیں.... دوسروں کی تکالیف کم کرنے والے.... خوشیاں دینے والے لوگ اس کائنات کے خوش نصیب ساکن ہیں۔ وہ خوش نصیب جن کے پیش نظر انسان کی زندگی کو آسان بنانا ہے، جو ہمہ حال منشائے محبوب اور آوازِ دوست پر لبیک کہتے ہیں۔

اس کائنات کا دستور عجیب ہے۔ یہ باطنی کائنات اتنی پُراسرار ہے جتنا انسان کا اپنا باطنی وجود.... باطن میں ارادہ ہوتا ہے اور ظاہر اس ارادے کے مطابق عمل پیرا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ مثلاً ذہن یا دماغ ارادہ کرے تو اعضا و جوارح حرکت شروع کر دیتے ہیں۔ اگر دل میں محبت آئے تو زبان میں شائستگی آنا شروع ہو جاتی ہے۔ اگر باطن میں غصہ آئے تو ظاہری وجود کے چہرے پر تیوری اور نفرت کا اظہار ہونا لازمی ہے۔ باطن مصروفِ عبادت ہو تو ظاہر معصومیت کا پیکر بن جاتا ہے۔

اس طرح یہ پُراسرار باطنی کائنات صاحبانِ ارادہ کی کائنات ہے۔ وہاں جو فیصلے ہوتے ہیں، وہ ظاہر کی دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ وہاں دعائیں ہوتی ہیں اور ظاہر میں تاثیریں میسر آتی ہیں۔ وہاں ارادے بدلتے ہیں اور یہاں زمانے بدل جاتے ہیں۔ وہاں مزاج بدلتے ہیں تو یہاں حکومتیں بدل جاتی ہیں۔

بس وہاں "کُن" کی جلوہ گری ہے تو یہاں "فیکون" کی کار فرمائی ہے۔ یہ پُراسرار لوگوں کی پُراسرار کائنات سب کے سامنے ہے لیکن یہ سب پر آشکار نہیں ہوتی۔ اس میں داخل ہونے کا کوئی حتمی اصول نہیں۔ بس نصیب اور منشائے الٰہی ہے۔ جس کا نصیب بیدار ہو گیا، وہ صاحبِ اسرار ہو گیا.... جن کو منشائے الٰہی میسر ہو، انہیں آہِ سحر گاہی میسر ہوتی ہے اور آہِ سحر گاہی اس کائنات اور باطنی کائنات میں رابطے کا بڑا معتبر ذریعہ ہے....

بجلی کے بجائے موم بتی جلانے سے سُر بکھیرنے والے اسپیکر ایجاد



اٹلی میں ایک ڈیزائنر نے ایسے اسپیکر متعارف کروائے ہیں جو موم بتی کے چلتے ہی موسیقی کے سُر بکھیرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پیلٹر ایلکٹ نامی اس اسپیکر کو نا صرف وائرلیس بلیو ٹوتھ ڈیوائس کے ذریعے کنٹرول کیا جاتا ہے بلکہ جیسے ہی اس کے شیشے کے اندر ایک موم بتی جلا کر رکھی جاتی ہے تو اس سے نکلنے والی تپش کے ذریعے یہ اسپیکر میوزک بجانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس اسپیکر کو بلیو ٹوتھ کے ذریعے موبائل فون سے ہدایات دی جاتی ہیں اور جیسے ہی موم بتی بجھ جاتی ہے تو یہ اسپیکر بھی رک جاتا ہے جسے دوبارہ آن کرنے کے لیے موم بتی کا شعلہ جلانا پڑتا ہے۔ اس اسپیکر پلس کینڈل کو ڈائننگ ٹیبل پر رکھ کر کھانے کے ساتھ ساتھ میوزک سے بھی محظوظ ہوا جا سکتا ہے۔

من کی دنیا

منیر احمد خلیلی

بات یہ نہیں کہ میں تصوف کے خلاف ہوں۔ فرق زاویے کا ہے۔ جس زاویے سے آپ اسے دیکھتے ہیں وہاں سے یہ کچھ اور دکھتا ہے اور جس جہت سے میں اس پر نظر ڈالتا ہوں مجھے یہ کچھ اور نظر آتا ہے۔ میری نظر میں اس کے مقاصد کچھ اور ہیں اور آپ اس سے کچھ اور حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن مجید نے یہ جو تزکیہ نفس کی اصطلاح دی ہے اس سے ہٹ کر تصوف کچھ نہیں ہے۔ پھر تو یہ نفس کی ایسی تطہیر کا نام ہے جو من کو ان ساری آلودگیوں سے پاک کر دے جو خواہشات نفس کی پیروی اور علائق دنیا کے جھمیلوں اور بکھیڑوں میں الجھنے کی وجہ سے اسے لگ جاتی ہیں۔

اللہ کی کتاب کہتی ہے کہ جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا اس نے گویا فلاح کی منزل پا لی۔ کچھ اور بلندی پر جائیں تو یہ تعلق باللہ کی استواری کا معاملہ ہے، یعنی بندے کا رشتہ آسمان سے جوڑ دینا۔ یہی وہ چیز ہے جسے حدیث جبریل میں "احسان" کہا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سے تمہارا تعلق اس طرح قائم ہو یا تم اس کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ ترقی نصیب نہ ہو تو کم از کم یہ یقین و ایمان تو ہونا چاہیے کہ تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یہاں ایک خاص بات یاد رکھنے کی ہے۔ جس طرح من کو تن سے جیتے جی جدا نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح بندے کو زمین یعنی اس دنیا سے بالکل کاٹ کر آسمان سے جوڑنا اسلام کا مطلوب نہیں ہے۔ خدا نے دین و شریعت کی نعمت اسی لیے دی کہ صاحب ایمان آخرت کا نقصان کیے بغیر اس دنیا میں اپنا کردار ادا کرے اور گساد اور بگاڑ کے بجائے اس کی تعمیر و اصلاح میں مشغول رہے۔ حدیث میں ہے کہ "اپنی دنیا کی اصلاح کرو اور آخرت کے لیے عمل کرو۔ آخرت کی کامیابی اصل مقصود ہے اور دنیا آخرت کی کھیتی یا اس مقصود کو حاصل کرنے کے لے جدوجہد کا میدان ہے۔ ذریعہ غلط ہو جائے تو مقصود و مطلوب تک رسائی ممکن نہیں رہتی۔

میرا ایک اور موقف بھی ہے۔ تصوف کے چار معروف سلسلوں کو چھوڑیے۔ ان چند صوفیاء اور عارفین ہی کی مثال لے لیجیے جن کے چرچے ہمارے بڑے بڑے دانشور اور کالم نگار آج کل اپنی تحریروں

میں اکثر کرتے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ یہ چشمے ہیں جنہوں نے اپنے اردگرد تفرد یعنی اپنے بے مثال، ممتاز اور جدا ہونے کی باڑیں کھینچ رکھی ہیں۔ ہر ایک کے اپنے خاص مرید اور متبعین ہیں جو صرف اسی کے کشف و کرامات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ تفرد و امتیاز کا یہی احساس ہے جو ان ندیوں کو دریا کے دھارے کا حصہ بننا تو درکنار آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بھی نہیں ملنے دیتا۔ اپنی الگ شناخت کے لیے ہر ایک نے اپنی روحانی اقلیم کے جدا جدا نشان وضع کر رکھے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی اصطلاحات ہیں اور ان کے اپنے اپنے معنی۔ میں نہیں کہتا کہ ان میں کوئی صاحب باطن اور اللہ والا ہے ہی نہیں۔ ممکن ہے کہ وہ اس سے بھی کچھ بلند ہوں جتنا اونچا ان کے معتقدین ان کو بتا رہے ہیں۔ لیکن قوموں میں جب فتنے جنم لیتے ہیں تو وہ ایک طوفان اور وبا کی شکل اسی طرح اختیار کرتے ہیں۔ نوافل سنتوں پر مقدم ہو جاتے ہیں اور سنتوں کو فرائض پر ترجیح ملنے لگتی ہے۔ شریعت پس پشت چلی جاتی ہے اور طریقت غالب آجاتی ہے۔ روح نکل جاتی ہے اور رسمیت باقی رہتی ہے۔ چوتھی سے چھٹی ساتویں صدی تک عیسائیت میں رہبانیت کا جو سیلاب آیا تھا وہ دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دیے ہوئے پورے نظام دین کے تلپٹ ہو جانے ہی کا نتیجہ تھا۔ اس رہبانیت نے خدا رسیدگی کے نام پر ایسی ایسی ہولناک اور مضحکہ خیز صورتیں ایجاد کرلی تھیں جو شریعت کے منافی تو تھیں ہی، ساتھ فطرت انسانی کو بھی انہوں نے مسخ کر کے رکھ دیا تھا۔ اس الٹ پلٹ کے آثار ہمارے ہاں بھی رونما ہو سکتے ہیں۔

معروف و منکر کے معاملے میں یہ رویہ آج اخلاقیات و معاملات میں تو ظاہر ہے ہی اعتقادات میں بھی یہ مفہوم الٹ پلٹ رہا ہے۔

ہمارے بڑے پائے کے دانشوروں نے ایک بات تکرار سے شروع کر رکھی ہے۔ ان حضرات کے ارشادات کے مطابق توحید پر زیادہ زور دینے سے گویا عشق رسول ﷺ کی روح میں کمی واقع ہونے لگتی ہے۔ جو دین اللہ کی کتاب اور جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کی تعلیمات اور ارشادات کی روشنی میں میری سمجھ میں آیا توحید باری تو اس کی اصل اور جان ہے۔ زندگی کی ہر لمحے اور ہر موقعہ کے لیے حضور ﷺ کی سکھائی ہوئی دعاؤں پر غور کیجیے، آپ ﷺ کے اعمال و افعال کو دیکھیے، آپ ﷺ نے اہل ایمان کی توجہ کو بار بار دنیا سے ہٹایا اور اپنے رب پر لگایا۔ حضور ﷺ سے محبت کے معاملے میں یہ حقیقت اپنی جگہ کہ یہ جتنی زیادہ ہو پھر بھی کم ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے اپنے ساتھ محبت کے اظہارات کے قرینے خود سکھائے اور اپنے لیے حدود کا تعین خود کر دیا۔ اپنے مرتبے اور اپنے رب کے مقام کے معاملے میں غلو کے سارے وزن آپ ﷺ نے خود بند کر دیے کہ کہیں بندے کو رب کے برابر کھڑا نہ کر دیا جائے۔

قوموں میں ادیان کے غلبے اسی طرح بگڑتے رہے کہ مقدس ہستیوں کے معاملے میں یہی غلو اتنا بڑھا کہ خدا کو یا تو درمیان سے ہٹا ہی دیا گیا یا پھر بندے کو رب کا ہم مرتبہ بنا دیا گیا۔ غالباً علامہ مشرقی



نامور اہل قلم، صحافی، کالم نگار محترم منیر احمد خلیلی پاکستانی صحافت کے گلستاں کے وہ گل سر سبد ہیں کہ جن کی مہک شاید نصف صدی سے زائد سے اہل ذوق کے مشام جاں معطر کئے ہوئے ہے.... آپ کا تعلق گوجر خان سے ہے اور تقریباً 35 برس سے وہ دیار عرب میں مقیم ہیں اور اپنے قلمی جہاد میں منہمک ہیں.... یہاں وطن عزیز پاکستان میں بھی بڑے نامور اخبارات سے منسلک رہ کر اپنی منفرد شناخت بنائی ہے.... پیشے کے اعتبار سے آپ ایک ٹیچر ہیں اور ابوظبی اور دبئی کے اسکولوں میں بطور اساتذہ خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دیئے ہیں ساتھ ساتھ آپ صحافت کے شعبے میں شاندار خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان میں کالم نگاری اور اداریہ نویسی شامل ہیں۔ آپ کی چند تصانیف بھی منظر عام پر آچکی ہیں جن میں عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں، تزکیہ نفس، کیوں اور کیسے؟ اور تعلیم اور تہذیب و ثقافت کے رشتے قابلِ ذکر ہیں۔ آپ کی تحریروں کے بہت سے پڑھنے والے معترف ہیں جو ان کی سچی اور کھری باتوں کو سراہتے ہیں۔

مرحوم نے کہیں لکھا تھا، الفاظ ٹھیک طرح ذہن میں نہیں ہیں، مفہوم یہ ہے کہ جہاں توحید ہوگی وہاں وحدت و اتحاد ہوگا اور جہاں شرک ہوگا وہاں انتشار ہوگا۔ ہم جس انتشار اور تفرقے میں مبتلا ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ توحید باری کی اصل روح اور حقیقی قیمت اور وزن سے ہم بے خبر ہیں۔ میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ ہمارے ہاں ارشاد و سلوک کا اہتمام کچھ کم نہیں ہے۔ خانقاہیں ہیں، تکیے اور زاویے ہیں۔ ذکر کی مجالس ہیں۔ روحانیت کی محفلیں ہیں اور صوفیوں کی دھوم ہے۔ سنتے ہیں کہ وہاں کوئی دوائے دل ملتی اور کچھ غذائے روح بٹتی ہے۔ ضمیر کی روشنی، قلب کی جلا اور روح کی بالیدگی کا سامان ہوتا ہے۔

کیا واقعی ایسا ہے....؟

نہیں، بلکہ چاروں جانب تاریکی ہے۔ دل ویران ہیں اور قلوب میں ڈھنڈار پن کی کیفیت ہے۔ صالح اعمال کے پھل کم ہوگئے ہیں۔ فساد اور بگاڑ کی آندھیاں تیز ہیں۔ جرائم میں ہولناک اضافہ ہو رہا ہے....؟ دل پتھر اور انسان بے رحم ہوئے جا رہے ہیں۔ رحم دلی اور مہر و محبت کے چشمے خشک ہو رہے ہیں۔ مروت کی کونپلیں مرجھا رہی ہیں۔ اخوت مر رہی ہے۔

درجنوں دینی جماعتوں کی موجودگی میں دین سے دوری بڑھ رہی ہے۔ زندگی کا ہر شعبہ اور ہر دائرہ کرپشن کی لپیٹ میں ہے۔ تن کی دنیا میں گہما گہمی اور ہاؤہو اپنی جگہ لیکن من کی دنیا اجڑ رہی ہے۔

جس زاویے سے میں تصوف کو دیکھ رہا ہوں وہیں کھڑے ہو کر آپ بھی اسے دیکھیے۔ آپ کے ذہن میں بھی یہ سوال پیدا ہوگا کہ تصوف کا اصل وظیفہ پھر کیا ہے....؟

❄

توحید و رسالت

پوری نوع انسانی میں ایک باہمی ربط اور تعلق ہے اور یہ ربط اور تعلق انسان کو یقین فراہم کرتا ہے کہ انسان مخلوق ہے، مخلوق سے مراد یہ ہے کہ اس کا کوئی سرپرست ہے جس نے اسے پیدا کیا اور زندگی گزارنے کے لئے وسائل مہیا کئے۔

علمائے دین اور دنیا کے مفکرین کو چاہیے کہ وہ مل کر خالق اور مخلوق کے تعلق کو صحیح طرزوں میں سمجھنے کی کوشش کریں اور اللہ تعالی کے ساتھ قلبی تعلق استوار کرنے کے لئے جدوجہد کریں، یہی وہ یقینی عمل ہے جس سے نوع انسانی کو ایک مرکز پر جمع کیا جا سکتا ہے۔

اس وقت نوع انسانی مستقبل کے خوفناک تصادم کی زد میں ہے۔ دنیا اپنی بقا کی تلاش میں لرز رہی ہے۔ آندھیاں چل رہی ہیں، سمندری طوفان آ رہے ہیں، زمین پر موت رقص کر رہی ہے۔

انسانیت کی بقا کے ذرائع توحید باری تعالی کے سوا کسی اور نظام میں نہیں مل سکتے۔

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسا کر تمہارے کھانے کے لئے پھلوں کو نکالا، پس تم اللہ کے ساتھ شریک نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو۔ (سورۃ البقرہ۔21-22)

خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ! کونسا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟"۔۔۔۔۔

آپ ﷺ نے فرمایا "یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرو حالانکہ تمہیں پیدا کرنے والا اللہ ہے"۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان، جلد اوّل صفحہ نمبر 180)

اللہ تعالی کو یکتا اور وحدہٗ لاشریک ماننا، اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت کو زبان اور دل سے قبول کرنا ایک مسلمان کے لئے لازم ہے۔ عقیدہ توحید و رسالت اور ختم نبوت میں گہرا تعلق ہے اور ان عقائد میں سے کسی ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

از طرف: ایک بندۂ خدا

صیقل

فیروز عابد

میں بہت دیر سے ان کے سامنے دوزانوں بیٹھا تھا۔ وہ مراقبے میں تھے۔ خاموشی پورے کمرے میں قفل ڈالے ہوئے تھی۔

اچانک چڑیے کی چوں چوں سے خاموشی چٹک چٹک کر ٹوٹ گئی اور پھر کرخت لیکن درد سے پُر آواز ابھری کون؟ مراقبہ بھی چڑیوں کی چوں چوں سے شاید منقطع ہو گیا تھا۔

"تم؟"

جی ہاں میں آج پھر حاضر ہوا ہوں.... میں نے کہ ان کی آنکھوں میں جھانک کر کہا.... میں نے محسوس کیا کی ان کی آنکھوں میں تمنا کا کوئی بھی جال نہیں تھا اور نہ چاہت کی کوئی لکیر تھی۔

"ہوں.... ٹھیک ہے بیٹھو...."

"ہاں میں نے کل کیا کہا تھا".... قبل اس کے کہ میں کل کے سلسلے کو جوڑنے میں ان کی مدد کرتا انہوں نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور گویا ہوئے۔

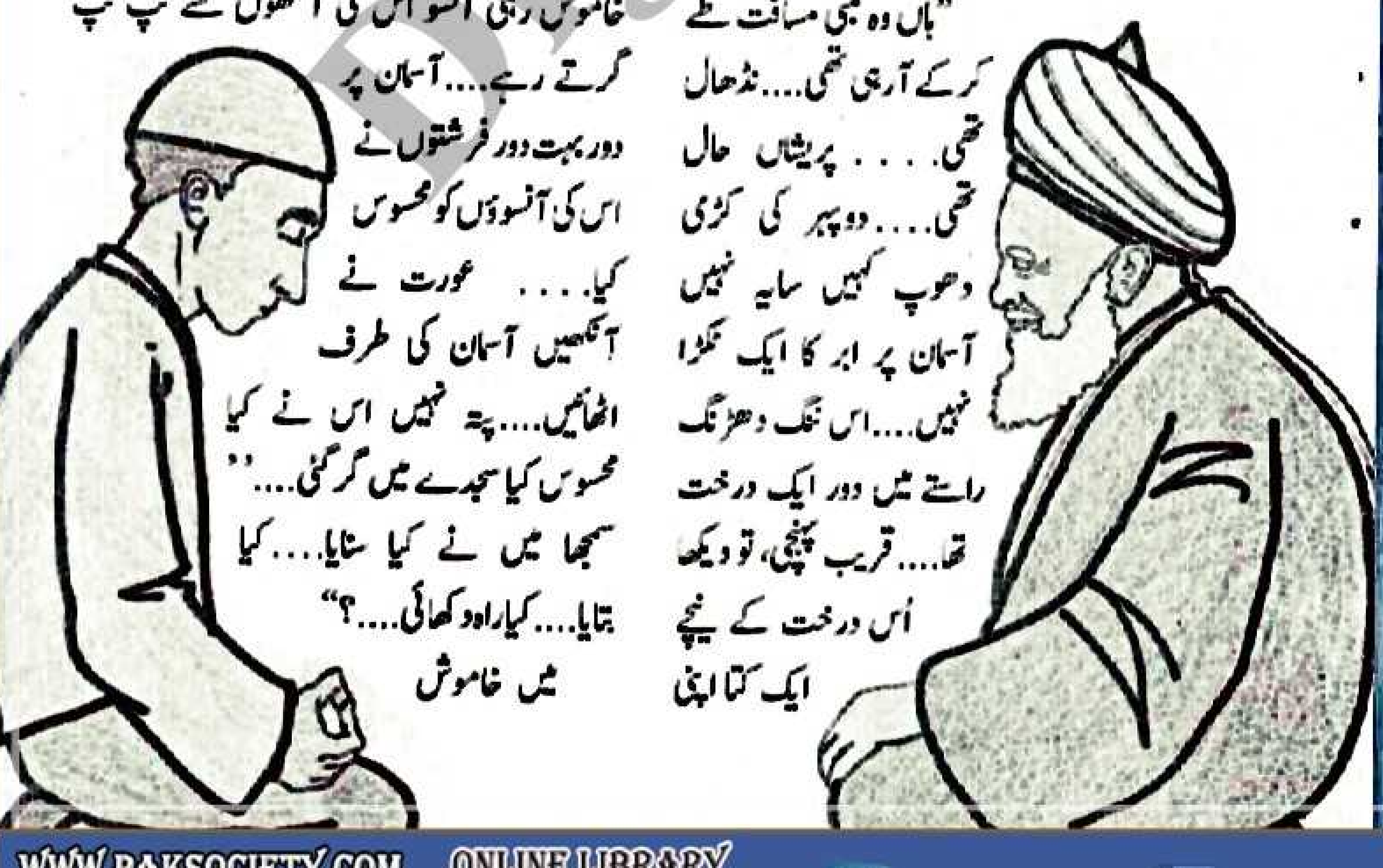
"ہاں وہ لمبی مسافت طے کر کے آ رہی تھی.... نڈھال تھی.... پریشاں حال تھی.... دوپہر کی کڑی دھوپ کہیں سایہ نہیں آسمان پر ابر کا ایک ٹکڑا نہیں.... اس تنگ و دھڑنگ راستے میں دور ایک درخت تھا.... قریب پہنچی، تو دیکھا اُس درخت کے نیچے ایک کتا اپنی زبان نکالے بری طرح ہانپ رہا تھا.... کمزور و ناتوں.... اس نے پہلے تو قہر".... وہ تھوڑی دیر کے لئے رُکے....

"کیا کہا...." ابھی میں نے پوری بات کہی بھی نہ تھی کہ ان کی تھرتھراتی آواز سماعت سے ٹکرائی۔

خاموش.... کوئی سوال نہیں بس سنتا جا اور صیقل کے عمل سے گزر سب سمجھ جائے گا.... اس نے کتے کو گود میں اٹھایا اور چل پڑی.... گھر پہنچ کر اس نے کتے کو گھر کی چوکھٹ کے قریب بٹھایا، اندر کمرے میں گئی اور پانی سے بھرا گملا لا کر کتے کے سامنے رکھ دیا.... نقاہت کے باوجود کتا کھڑا ہو گیا اور پانی پینے لگا.... لوگوں نے اس کی ہنسی اڑائی، اوباش، بدچلن، آوارہ.... وہ خاموش رہی آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ گرتے رہے.... آسمان پر دور بہت دور فرشتوں نے اس کی آنسوؤں کو محسوس کیا.... عورت نے آنکھیں آسمان کی طرف اٹھائیں.... پتہ نہیں اس نے کیا محسوس کیا سجدے میں گر گئی....''

سمجھا میں نے کیا سنایا.... کیا بتایا.... کیا راہ دکھائی....؟"

میں خاموش



رہا.... وہ خاموش رہے.... سناٹا پھر طاری ہونے لگا۔

"کیا ہوا...." "کچھ بول" ان کی آواز نے سناٹے کو رینگ رینگ کر باہر جانے پر مجبور کیا وہ گویا ہوئے.... "تو سن مگر دماغ اور دل کو وار کھ، سینے پر ہاتھ رکھ، صیقل کرتا جا.... یہ جو سینہ ہے اس میں بہت کچھ الگ الگ ہے.... سب اہم ہے مگر دل.... صیقل کر اس دل کا خون اور صاف ہو جائے گا.... گناہ، ثواب، بدنما، خوبصورت، ذائقہ، طہارت، پاکیزگی، غلط اور صحیح سب کا علم ہو جائے گا.... مگر دھیرے دھیرے....

تو جانتا ہے.... بہت عبادت گزار، بہت پرہیز گار.... کہیں کوئی داغ دھبا نہیں، سب کچھ صاف ستھرا اعلیٰ کردار روزہ پابندی سے.... شرعی احکامات پر عمل.... نماز ختم کی.... سلام پھیرا اور اپنے بغل میں رکھے عصا کو اپنی طرف تاکتی بلی پر دے مارا.... بلی لڑکھڑائی گری اور پھر جست لگا کر دیوار کے اس پار چلی گئی عبادت گزار بزرگ نے زمین کو تاکا اور تاکتے چلے گئے فرشتوں نے دیکھا بلی گریہ کناں تھی.... ایک پاؤں اٹھائے آسمان کی طرف تک رہی تھی.... عبادت گزار پاکیزہ صفت بزرگ کانپنے لگے.... چلانے لگے جل گیا، بچاؤ، بچاؤ، بچاؤ....؟

کیا ہوا، کیا سمجھا اور کیا نہیں سمجھا.... دنیا میں جنت اور دنیا ہی میں جہنم.... ساری عمر کی کمائی.... نیکی....؟ ساری عمر کی کمائی.... بدی....؟ محاسبہ کون کرے گا.... میں اور تو دونوں ہی مٹی کے جاندار پتلے.... مگر سینہ اور اس کے اندر دل بس اسی کو صیقل کرنا ہے.... اور یہی نہیں ہو رہا ہے.... عبادت فرض مگر ساری عبادات سے افضل...."

انہوں نے آنکھیں کھول دیں.... سکون ان کی آنکھوں میں ایک دبیز چادر کی طرح براجمان تھا.... انہوں نے ذرا سا کندھے کو اچکایا.... "تو پھر آ گیا.... کیوں آیا؟ تو نے تو شک کی نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا.... کیوں آیا تو بول....؟

ان کی آنکھوں کا سکون تہہ بہ تہہ کم ہوتا جا رہا تھا.... میں حیران تھا یہ اچانک انہیں کیا ہو گیا.... اسی وقت میری پشت سے آواز آئی.... "معاف کر دیجیے.... میں آپ کا گناہ گار ہوں.... مجھ سے غلطی ہوئی، میں نے آپ کو غلط سمجھا...."

میں نے مڑ کر دیکھا ایک شخص پالتی مارے، ہاتھ جوڑے، سراپا قصور وار بنا بیٹھا تھا....

ہم انتساب میں غلطی کرتے ہیں.... حضرت موسیٰؑ نے کسی کے جواب میں کہا کہ وہ سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں.... اللہ کو یہ بات ناپسند آئی.... ہم اور تم، کیا حیثیت ہے ہماری...."

ہاں ساری عبادات سے افضل فرائض کی ادائیگی.... دنیاوی فرائض.... حقوق العباد.... تمناؤں کی خاکستری.... آفتاب سے ذرے تک کے حقوق کو اپنے دل و جان سے زیادہ عزیز رکھنا.... خدا واحد ہے.... اس کا کوئی شریک نہیں.... آسمان سے زمین کے اندر تہہ در تہہ سب کچھ اُسی کا ہے.... وہ سب جانتا ہے.... اس کو کسی چیز کی حاجت نہیں.... یہ عبادتیں اس کا امتحان نہیں بلکہ تیرے اور ہمارے دلوں کو فساد، فسق و فجور اور داخلی ہلاکت سے بچانے کا ذریعہ ہے.... تو، میں اور ہم سب جانتے ہیں.... ہر ذرے میں اُس کا ظہور ہے.... گویا ہر ذرے کا وہ خالق ہے.... پھر عبادات پر غرور

کیوں.... جھک کے ملنے کے بجائے اکڑ کر چلنا یہ کون سا استعارہ یا اشارہ ہے.... عبادات دلوں کے ساتھ نگاہوں میں نرمی اور پاکیزگی لاتی ہے تو پھر ان گنت رنگ کے عبادت گزار کیوں.... ہمارے ہاتھوں انسانیت جاں بلب اور جاندار سراسیمہ کیوں؟.... تم سمجھ رہے ہو نہ میری بات میرے دوست، میرے عزیز، میرے بھائی.... میرے لہجے کی اس نرمی اور گھلاوٹ سے تم حیران ہو نہ.... دراصل لفظ اسی طرح اسی نرمیت اور خلوص کے ساتھ کیے بعد دیگرے سماعت سے ٹکرانے سے روح تک شیریں ہو جاتی ہے.... تم اپنا کام اسی محبت سے کرو.... سمجھے نا؟

حضور ایک بات کہوں.... میں نے بہت عاجزی سے پوچھا۔

ضرور پوچھو میرے بھائی۔ اگر میرے علم میں ہو گی تو اس بات پر روشنی ڈالوں گا۔

"اے لوگو: تمہارا کام بس یہ ہے کہ تم اپنے حصے کا پودا لگاتے جاؤ.... دیکھنا کہ ناموافق فضا میں بھی وہ پودا ایک دن گھنا پیڑ بن جائے گا۔"

میرے اس بیان کو سن کر وہ رونے لگے اور گلو گیر آواز میں کہا.... "یہ تو نے کیا سنا دیا.... شیر خدا، باب العلم حضرت علیؓ نے کیا خوب فرمایا.... 'ناموافق فضا' لیکن کام ہر جاندار کی بھلائی کے لئے.... بس یہی کرنا ہے کہ زندگی کی روح اسی میں پوشیدہ ہے۔

اچانک میری پشت سے غصے میں بھری آواز ابھری.... "بس اپنی ہی بکے جا رہے ہو.... میرے سوال کا جواب تو تم نے اب تک نہیں دیا.... میں نے اپنے پیچھے بیٹھے آدمی کی طرف مڑ کر دیکھنا مناسب نہیں سمجھا۔

میں جا رہا ہوں.... تم اپنی بگھارتے رہو.... کہیں اور سے لے لوں گا تعویذ...." وہ پاؤں پٹختا کمرے سے باہر نکل گیا۔

میں نے مڑ کر دیکھا اس کی تیز قدموں میں تھکاوٹ تھی.... میں اُسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ مکانوں کے درمیاں تحلیل ہو گیا۔

بہت دیر تک وہ خاموش بیٹھے رہے.... میں بھی چپ چپ سناٹے کو حکمرانی کرتے محسوس کرتا رہا۔

اچانک پھر سناٹے پر ضرب پڑی۔ "تعویذ.... گنڈا.... سیدھا راستہ.... صراط مستقیم.... کون صحیح.... کون غلط.... ان گنت فرقے....لا تعداد گروہ.... مذہب ایک.... کیا ہو گا ہمارا؟....

بہت دور سے اذاں کی آواز آنے لگی....وہ خاموش ہو گئے.... اذاں ختم ہو گئی اور وہ خاموش خاموش بیٹھے رہے۔ اچانک سر اٹھایا اور کہا.... "جاؤ عصر کی اذاں ہو گئی.... مسجد یہاں سے دور ہے...."

عصر کی نماز کے بعد میں پھر ان کے کمرے میں داخل ہوا وہ سر جھکائے دوسری طرف منہ کئے بیٹھے تھے انہوں میری آہٹ پر اپنا چہرہ گھمایا اور بہت آہستگی سے کہا مغرب پڑھ کر ہی آتے...."

جی میں نے نماز نہیں پڑھی صرف جمعہ کی پڑھتا ہوں۔"

تم سے سب خوش ہیں....؟ کوئی تناؤ....؟ کوئی بھید بھاؤ؟ کوئی فرقہ یا پھر...."

سب کو خوش کون رکھ سکتا ہے...."

صحیح.... مگر جیسا کہ تم نے کہا، ناموافق فضا میں پودا لگانا.... وہ تو کر رہے.... ہو تا....؟

شکایت کا موقع نہیں دیتا مگر کبھی کبھی غصے پر قابو بھی نہیں رہتا....“

غصہ....

مغرب کی اذاں ہو رہی تھی.... آواز بہت دھیمی تھی.... وہ پھر خاموش ہو گئے اور میں ان کے کمرے سے باہر نکل آیا۔

گلیوں سے گزرتا شاہراہ پر آ گیا۔ مسجد بہت دور تھی زندگی اسی طرح دوڑ بھاگ رہی تھی.... سڑک ہنگاموں کی جائے پناہ بنی ہوئی تھی.... ہر شخص ایک دوسرے سے بے نیاز تھا.... ہر چیز ہوا کے دوش پر اڑ رہی تھی سب الگ الگ مگر سب گتھے ہوئے اور گڈمڈ، پھر اس سے آگے میری سوچ جلنے لگی....

میں چلتا رہا.... ایک فریم ساز کی دکان پر فریموں کو دیکھنے لگا.... فریم شدہ بہت ساری تصویریں ایک فریم کے اندر شاعر اقبال کنپٹی پر انگلیاں رکھے سوچ رہے تھے.... نیچے اشعار تھے

اقبال کو پڑھا ہے بہت پڑھا ہے مگر ان سارے فریموں کے اندر جو کچھ ہے اس کے درمیان اس فریم کی تحریر پھر پڑھی تو بہت سارے باب روشن ہو گئے....

واپس پلٹا اور گلیوں سے گزرتا ان کے کمرے تک آیا کچھ لوگ دروازے پر جمع تھے کچھ اندر کمرے میں تھے، ان میں وہ شخص بھی تھا جو تعویذ لینے آیا تھا اور غصے میں واپس چلا گیا تھا.... سبھی حیران تھے.... سبھوں کے چہروں پر ایک عجیب خاموشی طاری تھی....

وہ سجدے کی حالت میں تھے....

میں نے پوچھا کیا ہوا.... لوگوں نے کہا ان سے پوچھیے.... اشارہ اسی شخص کی طرف تھا۔ جب حضرت چیخ رہے تھے اور رو رہے تھے تو یہی صاحب اکیلے ان کے کمرے میں تھے....

کیا ہوا تھا بھائی....“ میں نے پوچھا

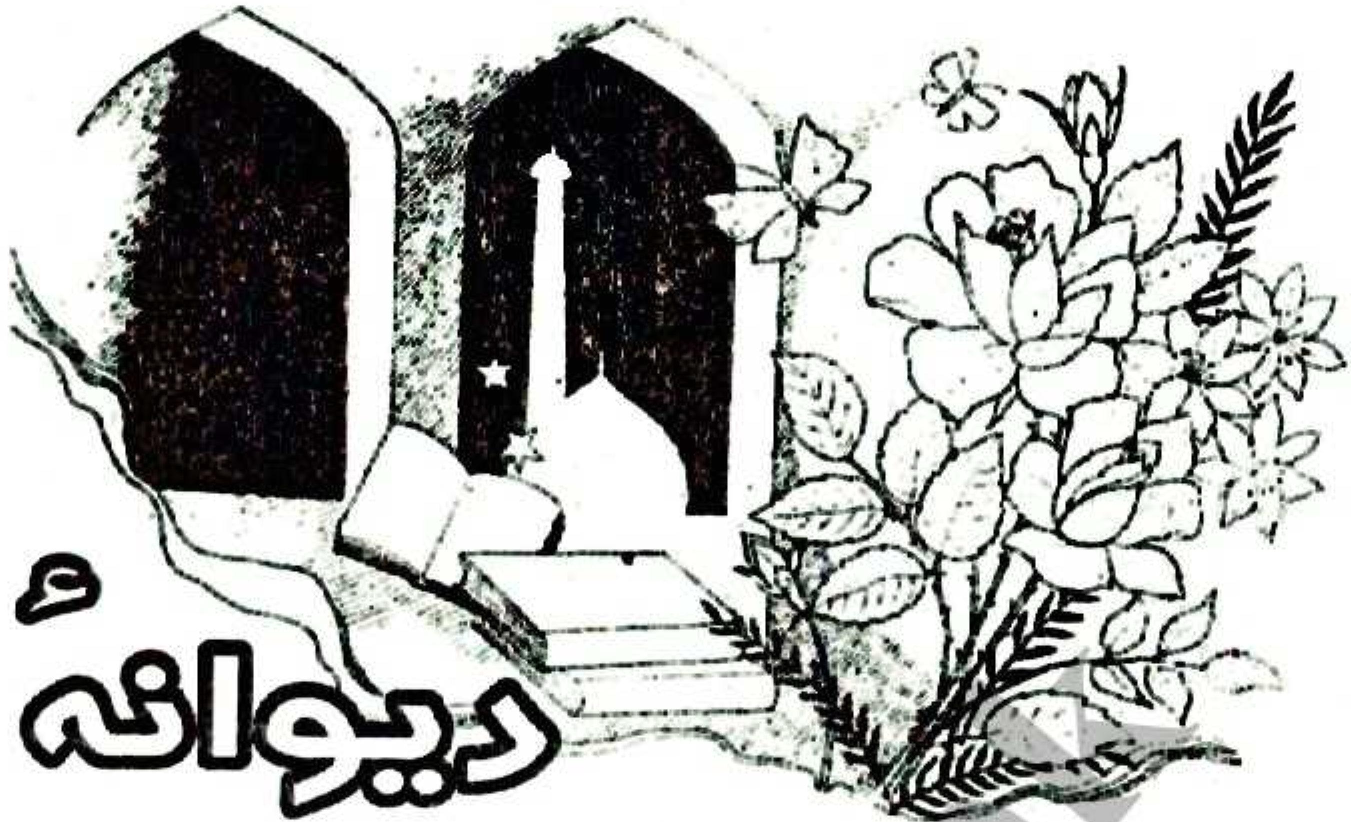
اُس شخص نے ڈرتے ڈرتے کہا میں کیا بتاؤں....

میں نے تو صرف اتنا کہا کہ مجھے معاف کر دیجیے.... میں غلط تھا.... اور آپ نے جو کچھ کہا تھا وہ سچ تھا....

مغرب کی نماز پڑھ کر وہ آنکھیں بند کئے کچھ سوچ رہے تھے.... میں نے جونہی اپنی بات کہی پہلے تو انہوں نے حیرانگی سے مجھے دیکھا اور پھر اپنی دونوں مٹھیاں کس لیں اور سینے پر زور زور سے مارنے لگے.... صیقل.... صیقل.... صیقل.... ابھی بھی اسے صیقل کی ضرورت ہے.... خدا مجھے معاف کر دے.... مرے وجود کا داخلی حصہ اب تک صیقل ہوا ہی نہیں تو پھر یہ وعظ و نصیحت کیسی.... خدا مجھے معاف کر دے.... معاف کر دے.... روتے روتے سجدے میں گر گئے....

سب خاموش تھے.... میں آہستہ آہستہ ان کے قریب گیا.... میں نے انہیں دھیرے دھیرے آواز دی.... وہ اسی حالت میں رہے.... میں نے ہمت کر کے بس ہلکے سے ان کے سر کو جنبش دی، وہ داہنی طرف لڑھک گئے.... دونوں مٹھیاں اسی طرح ان کے سینے پر تھیں.... ہونٹ اسی طرح ایک دوسرے سے الگ تھے.... جیسے کہہ رہے ہوں.... صیقل.... صیقل.... صیقل.... اور آنکھیں کھلی ہوئی تھیں.... روح آنکھوں سے نکل کر دور فضا میں گم ہو گئی تھی....

شاید انہوں نے صیقل کے سارے مراحل طے کر لیے تھے....!!!



دیوانۂ عشق

علامہ ارشد القادری

تاجدار کشور ولایت حضرت سری سقطی کی مجلس وعظ کا ایک پر سوز واقعہ عشق الٰہی کی کشش کا زندہ جاوید ثبوت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن بغداد کے سب سے بڑے وسیع میدان میں ان کا جلسہ وعظ منعقد ہوا۔ جوں ہی انہوں نے تقریر شروع کی، ہر طرف آہوں کا دھواں اٹھنے لگا۔ خشیت الٰہی کی ہیبت سے کلیجے شق ہو گئے۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو فرطِ اثر سے اشک بار نہ ہو، اثنائے وعظ میں احمد بن یزید نامی خلیفہ بغداد کا ایک مصاحب بڑے کروفر سے آیا اور ایک طرف مجلس میں بیٹھ گیا۔

اس وقت آپ یہ فرما رہے تھے کہ تمام مخلوقات میں انسان سے زیادہ ضعیف کوئی مخلوق نہیں ہے لیکن باوجود ضعف کے وہ خدا کی نافرمانی کرنے میں سب سے زیادہ جری اور بہادر ہے۔

احمد بن یزید کے دل پر آپ کے اس جملے کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ وہیں وہ گھائل ہو کر رہ گیا۔ دل کے قریب ایک سلگتی ہوئی آگ نے ریاست و امارت کی ساری آن کو آن واحد میں خاکستر کر کے رکھ دیا۔ اب اس پہلو میں ایک مسکین درویش کا دل تھا۔ شاہانہ کروفر کی دنیا اب بدل چکی تھی۔

وعظ کی مجلس ختم ہونے کے بعد جب گھر پہنچا تو ایک نامعلوم ہیجان سے دل کی دنیا زیروزبر تھی۔ ساری رات بے چینیوں کی اضطراب میں صبح ہوتے ہی وہ حضرت سری سقطی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ چہرے کی افسردگی، آنکھوں کا خمار اور آواز کی بے خودی بتا رہی تھی، کہ یہ اپنے آپ میں نہیں ہے۔

وہ بڑی مشکل سے اتنے الفاظ کہہ سکا۔

"حضور! رات کا نشتر جگر کے پار ہو گیا ہے۔ عشق الٰہی کی آگ میں سلگ رہا ہوں۔ خدا کے سوا ہر چیز سے دل کی انجمن کو خالی کر لیا ہے۔ اب مجھے وہ راستہ بتائیے جو بارگاہ یزدانی تک پہنچتا ہے۔ میری کشتی بیچ منجدھار

میں ہے۔ اسے ساحل تک پہنچا دیجئے۔"

حضرت سری سقطی نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا "صبر و شکیب سے کام لو، رحمت الٰہی اس راہ کے مسافروں کی خود دستگیری فرماتی ہے۔ تم نے دریافت کیا ہے تو سن لو کہ خدا تک پہنچنے کے دو راستے ہیں:

عام راستہ تو یہ ہے کہ فرائض کی پابندی کرو۔ سجدہ عبادت کے کیف سے روح کو سرشار رکھو۔ گناہوں سے بچو، شیطان کی پیروی سے اپنی زندگی کو محفوظ رکھو، مشاغل دنیا سے تعلق رکھتے ہوئے سرکار مصطفیٰ ﷺ کی غلامی حق ادا کرو۔

اور خاص راستہ یہ ہے کہ دنیا سے بے تعلق ہو جاؤ۔ یاد الٰہی میں اس طرح بے خود ہو جاؤ کہ خدا سے بھی سوائے اسی کی ذات کے کسی دوسری چیز کی طلب نہ رکھو۔

حضرت سری سقطی کی گفتگو ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ اچانک حضرت احمد بن یزید کے منہ سے ایک چیخ بلند ہوئی اور وہ عشق الٰہی کے اضطراب میں بے خود و مستانہ وار جیب و دامن کی دھجیاں اڑاتے ہوئے صحرا کی جانب نکل گئے۔

کچھ دنوں بعد احمد ابن یزید کی ماں روتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آبدیدہ ہو کر عرض کیا۔

حضور! میرا ایک ہی فرزند تھا، جسے دیکھ کر میں اپنی آنکھوں کی تشنگی بجھاتی تھی۔ چند دنوں سے وہ نہ جانے کہاں غائب ہو گیا ہے۔ ہمارے پڑوسیوں نے خبر دی ہے کہ ایک شب وہ آپ کی مجلس وعظ میں شریک ہوا تھا۔ اسی وقت سے اس کی حالت غیر ہو گئی۔ آپ کے چند جملوں نے اسے دیوانہ بنا دیا۔ آہ! اب مجھے اپنی اولاد کا ماتم کرنا ہو گا۔

حضرت نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔

اے ضعیفہ! صبر و شکر سے کام لے۔ تیرا بیٹا ضائع نہیں ہوا ہے۔ وہ جب بھی میرے پاس آئے گا۔ میں تجھے خبر دوں گا۔ خدا کی طرف بڑھنے والوں پر ماتم کا انداز اختیار کرنا خدا کی وفادار کنیزوں کا شیوہ نہیں ہوتا۔

چند ہی دنوں بعد گرد آلود چہرے، پراگندہ بال اور ایک سرشار دیوانے کی سج دھج میں احمد ابن یزید حضرت سری سقطی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ چہرے پر نظر پڑتے ہی حضرت نے جلال عشق کا تیور پہچان لیا۔ اٹھ کر سینے سے لگایا۔ خیر و عافیت دریافت کی اور بہت دیر تک اپنے پاس بٹھائے رکھا۔

اسی درمیان میں ماں کو اطلاع بھجوائی کہ تمہارا بیٹا آگیا ہے۔ آکر ملاقات کر لو۔ ماں کو جیسے ہی خبر ملی، اپنی بہو اور پوتے کو ساتھ لے کر روتی پیٹتی اپنے بیٹے کے پاس آئی اور اس کے چہرے کی بلائیں لیتے ہوئے کہا۔

بیٹا! تو اپنی بوڑھی ماں اور بیوی کو چھوڑ کر کہاں چلا گیا تھا۔ تیرے فراق میں روتے روتے ہمارے آنچل بھیگ گئے۔ انتظار میں آنکھیں پتھرا گئیں۔ چل واپس چل اپنے گھر کو آباد کر۔ ہماری امیدوں کا چمن مرجھا گیا ہے پھر سے اسے شاداب کر۔

بیوی نے فرط غم سے منہ ڈھانپ لیا اور سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔ میرے سرتاج! آخر ہم سے کیا بھول ہوئی کہ تم اس طرح روٹھ کر چلے گئے۔ جیتے جی اپنے بچے کو تم نے یتیم بنا دیا۔ تمہارے سوا ہمارے ارمانوں کا کون نگراں ہے؟

ماں اور بیوی نے ہزار منت و سماجت کی لیکن دیوانہ عالم ہوش کی طرف پلٹنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ روح پر سرور عشق کا اتنا گہرا نشہ تھا کہ ہزار جھنجھوڑنے کے بعد بھی عالم نہیں بدلا۔ ایک دیوانہ دیوانۂ عشق کا کیف

دیکھنے کے لیے سارا شہر امنڈ آیا تھا۔ دیوانہ ایک بار پھر بے خودی کی حالت میں اٹھا اور صحرا کی طرف رخ کیا۔ قدم اٹھانا ہی چاہتے تھے کہ پیچھے سے بیوی نے دامن تھام لیا اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگی۔

ہماری آرزؤں کا خون کر کے جانا ہی چاہتے ہو تو اکیلے مت جاؤ۔ اپنے اس بچے کو بھی ہمراہ لے جاؤ!

اس آواز پر حضرت احمد ابن یزید کے قدم رک گئے۔ انہوں نے اپنے ننھے منے بچے کے ساتھ جسم سے قیمتی لباس اتار کر اپنا پھٹا ہوا کمبل اس کے جسم پر لپیٹ دیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں زنبیل دی اور دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر اسے اپنے ہمراہ لے کر چلے۔ بیوی اس دردناک منظر کی تاب نہ لا سکی۔ سارا مجمع اس رقت انگیز عالم کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گیا۔ ماں کو اپنے لخت جگر کی جدائی برداشت نہ ہو سکی۔ بے تحاشا دوڑ کر اس نے اپنے بچے کو باپ کے ہاتھ سے چھین کر اپنے سینے سے لپٹا لیا۔

حضرت احمد ابن یزید نے پلٹ کر ایک بار پھر اپنے بچے کو دیکھا اور پلکوں کا آنسو سینے کی تپتی ہوئی خاکستر میں جذب ہو کر رہ گیا۔ فضاء میں ایک دردناک نعرے کی آواز گونجی اور لوگوں کے دل ہل گئے۔ آنکھ کھلی تو حضرت احمد ابن یزید نگاہوں سے اوجھل ہو چکے تھے۔

چاندنی رات تھی۔ حضرت سری سقطی عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر چہل قدمی کر رہے تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر سلام کیا اور کہا کہ میں احمد بن یزید کا ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا ہے کہ میری رحلت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ ایسے نازک مرحلے میں حضور کی تشریف آوری میری تسکین خاطر کا ذریعہ ہو گی۔

یہ خبر سن کر حضرت سری سقطی آبدیدہ ہو گئے۔ حاضرین مجلس سے کہا کہ خدا کا ایک بندہ مسکین جس کے نالہ شبینہ سے صحرائے عشق میں ایک شور برپا تھا۔ افسوس کہ آج اس کا آخری وقت آ گیا ہے۔ اب رات کی تنہائیوں کا پر سوز فریادی اور ویرانوں کا عبادت گزار ہمیشہ کے لئے دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔ چلو اس چراغ حرم کی بجھتی ہوئی لو کو آخری بار دیکھ آئیں۔ رحمت پروردگار کے نزول کی یہ بہت اہم گھڑی آ گئی ہے۔ یہ کہتے ہوئے اچانک اٹھے اور اس اجنبی شخص کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ بغداد کے ایک مشہور قبرستان میں پہنچ کر وہ اجنبی شخص رک گیا اور ایک نحیف ولاغر انسان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہی ہے وہ عالم جاوید کا مسافر جس نے دم رخصت آپ کو آواز دی ہے"

حضرت سری سقطی نے بالیں کے قریب بیٹھ کر آواز دی۔

احمد بن یزید نے آنکھیں کھول دیں اور ہچکی لیتے ہوئے سانس میں کہا۔

"میرے مرشد! گواہ رہنا کہ میں توحید الٰہی اور رسالت محمدی ﷺ کے اقرار پر اپنا دم توڑ رہا ہوں۔ ایک بندہ سیاہ کار اپنے رب کے حضور اس حال میں جا رہا ہے کہ اس کا نامۂ اعمال گناہوں سے بوجھل ہے۔ اسے زندگی کی طویل مہلت ملی لیکن اپنے پروردگار کی خوشنودی کا کوئی سامان نہ کر سکا"

یہ کہتے کہتے آواز حلق میں پھنس گئی۔ آنکھوں سے دو موتی ڈھلکے اور گریبان کی دھجی میں جذب ہو گئے۔ آنکھیں بند ہوتے ہی لبوں میں ایک جنبش ہوئی اور کلمہ شہادت کی مدھم سی آواز پر روح عالم بالا کی طرف پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جیتی جاگتی زندگی

زندگی بے شمار رنگوں سے مزین ہے جو کہیں خوبصورت رنگ اوڑھے ہوئے ہے، تو کہیں تلخ حقائق کی اوڑھنی اوڑھے ہوئے ہے۔ کہیں شیریں ہے تو کہیں نمکین، کہیں ہنسی ہے تو کہیں آنسو۔ کہیں دھوپ ہے تو کہیں چھاؤں،، کہیں سمندر کے شفاف پانی کے جیسی ہے تو کہیں کیچڑ میں کھلے پھول کی مانند۔ کہیں قوسِ قزح کے رنگ ہیں۔ کبھی اماوس کی رات جیسی لگتی ہے۔ کبھی خواب لگتی ہے، کبھی سراب لگتی ہے، کبھی خار دار جھاڑیاں تو کبھی شبنم کے قطرے کی مانند لگتی ہے۔ زندگی عذابِ مسلسل بھی ہے۔ تو راحت جان بھی ہے، زندگی ہر ہر رنگ میں ہے، ہر طرف ٹھاٹھیں مار رہی ہے، کہانی کے صفحات کی طرح بکھری پڑی ہے....

کسی مفکر نے کیا خوب کہا ہے کہ "اُستاد تو سخت ہوتے ہیں لیکن زندگی اُستاد سے زیادہ سخت ہوتی ہے، اُستاد سبق دے کے امتحان لیتا ہے اور زندگی امتحان لے کر سبق دیتی ہے۔" انسان زندگی کے نشیب و فراز سے بڑے بڑے سبق سیکھتا ہے۔

زندگی انسان کی تربیت کا عملی میدان ہے۔ اس میں انسان ہر گزرتے لمحے کے ساتھ سیکھتا ہے، کچھ لوگ ٹھوکر کھا کر سیکھتے ہیں اور حادثے ان کے ناصح ہوتے ہیں۔ کوئی دوسرے کی کھائی ہوئی ٹھوکر سے ہی سیکھ لیتا ہے۔ زندگی کے کسی موڑ پر اسے ماضی میں رونما ہونے والے واقعات بہت عجیب دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ان پر دل کھول کہ ہنستا ہے یا شرمندہ دکھائی دیتا ہے۔ یوں زندگی انسان کو مختلف انداز میں اپنے رنگ دکھاتی ہے۔

اب تک زندگی اَن گنت کہانیاں تخلیق کر چکی ہیں، ان میں سے کچھ ہم صفحہ قرطاس پر منتقل کر رہے ہیں۔

رشتوں کا تقدس

میری شادی ایک ایسے شخص کے ساتھ کر دی گئی۔ جو عمر میں مجھ سے کئی سال بڑا تھا۔ میرے ماں باپ نے کیا جانے کون سی خوبی دیکھی تھی کہ مجھ کو بتائے بغیر عزیز الدین کے نکاح میں دے دیا۔ شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ دولت کی بھی ریل پیل تھی۔ گھر والوں نے جہیز بھی اچھا دیا تھا۔ کچھ عرصہ تو سب کچھ اچھا لگ رہا تھا۔ گھر میں کار بھی تھی۔ شوہر ساس سسر اور نندیں بھی اپنی جگہ ٹھیک ٹھاک تھیں۔

میرے شوہر ایک ٹریول ایجنسی میں بڑے عہدہ پر فائز تھے۔ اپنے کام کی وجہ سے وہ اکثر گھر لیٹ آتے اور مجھے کوئی اعتراض بھی نہ ہوتا۔ ملازمت تو پھر ملازمت ہے۔ اکثر باہر آنے جانے والوں کے فون بھی آتے۔ کہیں کوئی شک و شبہ کی گنجائش بھی نہیں تھی۔

ایک دن میرے شوہر نے مجھ سے کہا کہ تمہارے گھر والوں کے پاس کافی روپیہ پیسہ ہے میں کوئی بڑا بزنس کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ پیسہ تو آپ کے پاس بھی ہے۔ کیوں میرے خاندان کو اس میں گھسیٹ رہے ہیں....؟ وہ سنیں گے تو کیا کہیں گے....؟ میرے شوہر نے پہلی مرتبہ منہ بناتے

ہوئے کہا کہ وہ لڑکی دے سکتے ہیں تو دولت بھی دے سکتے ہیں اور پھر دولت تو آنی جانی چیز ہے اور اب تو ہم ایک ہی خاندان ہو گئے ہیں۔ اچھے برے میں ساتھ نہ دیں گے تو کب دیں گے۔

میں نے ان سے کہا دیکھیے اس معاملے میں کم از کم میں ساتھ نہیں دے سکتی۔ پیسہ ایک ایسی چیز ہے جو ذرا ذرا سی بات میں دلوں میں کدورت پیدا کر دیتا ہے۔ آپ اس بات کو دل سے نکال ہی دیں تو بہتر ہے۔ مجھے خود ماں باپ سے کہتے ہوئے شرم آئے گی۔ پلیز مجھے زحمت نہ دیں اور میں آپ کے ساتھ اپنے سسرال میں بہت خوش ہوں۔ گھر میں ہر طرح کا آرام میسر ہے تو پھر ایسا کون سا بزنس ہے جو آپ کو بے چین کیے دے رہا ہے۔ وہ میری بات سن کر خاموش ہو گئے۔ اس بات کو کئی دن گزر گئے۔ میں نے بھی سکھ کا سانس لیا۔

انہی دنوں میں امید سے تھی ساس اور نندیں میرا بہت خیال رکھ رہی تھیں۔ میں دل ہی دل میں خوش تھی کہ بے کار لوگ ساس اور نندوں کو الزام دیتے ہیں مجھے تو ان سے کوئی شکایت نہ تھی۔

ایک دن میرے شوہر کا موڈ سخت آف تھا۔ میں نے وجہ پوچھی تو ذرا ناراضگی سے کہنے لگے۔ مجھے سکون سے رہنے۔ دو کیا ہی بہتر ہو کہ تم کچھ عرصہ کے لیے میکہ چلی جاؤ۔ یہ سن کر تو میں جیسے کانپ ہی گئی۔ پیروں تلے زمین نکل گئی میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ ایسی کیا بات ہو گئی اور اب تو میں ایک بچے کی ماں بننے والی ہوں.... یہ خوشخبری کیسی لگی آپ کو.... شوہر نے کہا۔ جاؤ تم دونوں جہنم میں جاؤ.... مجھے نہیں چاہیے بچہ وچہ مجھے صرف پیسہ چاہیے۔ سن لیا کان کھول کے۔ میں تو بوکھلا کر رہ گئی۔

ایک دن میری ساس کہنے لگیں کہ پریشان مت ہو اب کچھ دن ہی باقی ہیں۔ طبیعت میں چڑچڑا پن اور گھبراہٹ سب ہی کو ہوتی ہے۔ یہ لو سیب کھاؤ ایسے وقت تو اچھے خیالات اور اچھی خوراک اور دودھ بہت ضروری ہے ایک نہیں دو زندگیوں کا سوال ہے۔ میں نے شکریہ کہا اور سامنے ہی کھانے بیٹھ گئی وہ مجھے اور میں ان کو دیکھتی رہی....؟

مجھے اس طرح دیکھ کر کہنے لگیں کیا بات ہے....؟

پھر اس دن میں نے ماں کو ساری بات بتلا دی۔

ساس نے کہا اچھا ایسی بات تھی تو مجھے کیوں نہیں بتلایا میں بھی ذرا خبر لوں کیا ہم اتنے گئے گزرے ہیں کہ سمدھیانے سے مدد مانگیں۔ ساس سسر کے علاوہ سب گھر والوں کو یہ بات بڑی ناگوار گزری میں تو ڈر گئی کہ اب کیا ہوگا شوہر کے لاکھ منع کرنے کے باوجود میں نے یہ راز اگل دیا میں دوراہے پر کھڑی تھی اور انجام کے متعلق نہ جانتی تھی اس لیے کہ ساس سسر نے میری کلی حمایت کا بیڑہ اٹھایا ہوا تھا۔ دوسری جانب شوہر کا مزاج بھی دیکھنا تھا کہ وہ یہ بات برداشت کر سکیں گے....؟

اگلے دن ساس سسر نے میرے میاں کی خوب خبر لی انہوں نے پیسے مانگنے کی وجہ معلوم کی تو پتہ چلا کہ وہ جس پرائیوٹ ادارے میں کام کرتے ہیں وہاں کوئی ایسا دو نمبر کا کام ہوتا ہے جس میں کافی پیسہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ میرے شوہر ایسے ہی کسی کاروبار میں پھنس چکے تھے۔ اب انہیں پندرہ لاکھ کی رقم درکار تھی۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ انکشاف یہ ہوا کہ

میرے شوہر پہلے سے شادی شدہ تھے۔ ان کی بیوی دبئی میں رہتی ہے۔ اس کاروبار میں وہ عورت بھی ان کے ساتھ شامل تھی۔

اس انکشاف نے تو میرے چھکے ہی چھڑا دیے۔ ہمارے ساس سسر بھی ان سب باتوں سے ناواقف تھے۔ چند دنوں بعد میں نے بچے کو جنم دیا اس خوشی کے موقع پر شوہر کی جانب سے طلاق نامہ میرے لیے اندوھناک خبر تھی لیکن انہیں بچہ نہیں پیسہ چاہیے تھا۔ میرے پاس کہنے کے لیے رہ ہی کیا گیا تھا کہ انسان اس حد تک گر سکتا ہے۔ میرے ماں باپ کے پاس پیسہ تھا۔ لیکن تھوڑی سی میری بے رخی نے میرے شوہر کی اصل حقیقت سامنے لادی تھی۔

اولاد کی محبت

والدین کی امیدوں کا محور ان کی اولاد ہوتی ہے خاص طور پر جب والدین بوڑھاپے کی دہلیز پر پہنچ جائیں۔ صفدر صاحب کو بھی امید تھی کہ ان کی اولاد ان کے بوڑھاپے کا سہارا بنے گی لیکن....

صفدر بھائی ہمارے دور پرے کے رشتہ دار تھے لیکن قریبی عزیزوں سے زیادہ اچھے، مہربان اور مخلص تھے۔ ان کے ماں باپ بچپنے میں بے سہارا چھوڑ کر قبر کی مٹی اوڑھ کر سو گئے تھے۔ ایسے میں جینا کتنا دشوار ہو جاتا ہے، ان کا اندازہ ہر کوئی نہیں کر سکتا۔ صفدر بھائی کو بھی بڑی مشکلات کا سامنا تھا لیکن انہوں نے بڑی ہمت اور حوصلے سے ہر مشکل کا مقابلہ کیا۔ اپنے بہترین مستقبل کے لیے تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ پھر وہ وقت بھی آ گیا جب وہ پڑھ لکھ کر ایک بڑی کمپنی میں بڑے عہدے پر فائز ہو گئے۔ شادی بیاہ کیا۔ بال بچے پیدا ہوئے تو ان کے آرام و آسائش کا ہر طرح خیال رکھا۔ انہیں کسی کمی کا احساس ہونے نہیں دیا۔ والدین کی عدم موجودگی میں انہوں نے جس محرومی کا سامنا کیا تھا، اس کا انہیں ہر وقت خیال رہتا تھا اس لیے اپنے بچوں کو وہ اپنا پورا پیار، اپنی تمام توجہ سے ہمکنار رکھتے تھے کہ انہیں کبھی کسی کمی کا احساس نہ ہو۔ ان کے لیے آرام دہ اور پر آسائش گھر بنایا۔ انہیں بہترین تعلیم دلوائی۔ ان کی شادیاں کروائیں، ان کی بیوی شگفتہ بیگم ذرا سخت طبیعت کی تھیں۔ بچوں کو شرارتوں اور بدتمیزیوں پر انہیں ڈانٹتی ڈپٹتیں، مارتی پیٹتیں تو وہ احتجاج کرتے "کیوں میرے معصوم بچوں کو تشدد کا نشانہ بناتی ہو.....؟"

وہ کہتیں "انہیں کنٹرول نہیں کروں گی، انہیں انسان نہیں بناؤں گی، شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دوں گی تو کل یہی ہمارے تمہارے لیے عذاب بن جائیں گے۔ ہماری مصیبت کا سبب بن جائیں گے۔"

وہ ہنس دیتے اور ہنس کر کہتے "کیسی باتیں کرتی ہو تم شگفتہ بیگم! ہمارے بچے تو بچے نہیں رہیں گے۔ بڑے ہو کر اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں گے۔ اپنے فرائض کی ادائیگی احسن طریقے پر ادا کریں گے۔ ہم نے ان کے ساتھ جو مہربانیاں کی ہیں، ویسی ہی مہربانیاں وہ ہمارے ساتھ بھی کریں گے۔"

"میں ایسے سپنے نہیں دیکھتی۔" شگفتہ بیگم کہتیں۔ "میں جاگتی آنکھوں سے جو کچھ دیکھتی ہوں اس کے تناظر میں کبھی کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہتی۔"

دو بیٹوں اور ایک بیٹی کی شادی کے بعد شگفتہ بیگم اس دنیا سے چل دیں۔ ان کی جدائی نے صفدر بھائی کو اندر سے توڑ دیا تھا۔ انہیں اب احساس ہوا کہ شگفتہ

بیگم ان کے لیے کتنی اہمیت کی حامل تھیں۔ پہلے پہل تو وہ یہ سوچ کر اپنے آپ کو بہلاتے رہے کہ میرے بچے میرا بھرپور خیال رکھیں گے۔ کسی کمی کا احساس ہونے نہیں دیں گے۔ دو بیٹوں اور ایک بیٹی کی شادیاں ہونے کے باوجود ایک بیٹا اور ایک بیٹی تو ابھی تک کنوارے ہیں اور اس گھر میں ہیں۔

شگفتہ بیگم کا کفن بھی میلا نہیں ہوا تھا، صفدر بھائی کا زخم تروتازہ تھا کہ انہیں احساس ہونے لگا، انہوں نے جو سوچا تھا، جو آس لگائی تھی، وہ ان کی بھول تھی۔ بچے اب بچے نہیں رہے تھے، بڑے ہو گئے تھے مگر پڑھ لکھ کر ایسے باشعور نہیں ہوئے تھے جس کا انہوں نے خواب دیکھا تھا۔ کئی مرتبہ انہوں نے سوچا کہ بچوں کو ان کی بے راہ روی پر ٹوکیں، روکیں مگر اس سے پہلے بچوں نے ان کو روکنا ٹوکنا شروع کر دیا۔

"پاپا! آپ جو اس طرح کھانستے، کھنکھارتے رہتے ہیں، اس طرح گھر آنے والے ہمارے مہمانوں پر برا اثر پڑتا ہے۔ آپ اپنا علاج کیوں نہیں کرواتے....؟"

"دوائیں تو استعمال کر رہا ہوں۔"

"آپ اسپتال میں ایڈمٹ کیوں نہیں ہو جاتے....؟ جب تک کھانسی اچھی نہ ہو جائے، آپ اسپتال ہی میں رہیں۔"

"پاپا! جب میری سہیلیاں آئیں تو آپ ڈائننگ روم میں نہ آیا کریں۔"

صفدر بھائی کو اب احساس ہونے لگا تھا کہ اب ان کے گھر میں ان کی کیا حیثیت ہو گئی ہے۔ وہ دکھ بھرے لہجے میں کہتے "جب میرے بچے چھوٹے چھوٹے سے تھے۔ میں تب مر جاتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ جس طرح میرا باپ مجھے بچپنے میں چھوڑ کر قبر میں جا سویا تھا، اسی طرح میں بھی قبر میں لمبی تان کر، مٹی اوڑھ کر سو جاتا تو مجھے آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔" وہ سوچتے یہ گھر کب سے میرا نہیں رہا۔

اور پھر اس کب کا جواب بھی ایک دن انہیں مل گیا۔ "پاپا! یہ گھر آپ ہم دونوں بھائی بہن کے نام لکھ دیں۔"

صفدر بھائی کا گھر، کوئی عام اور معمولی گھر نہیں تھا، بے حد خوبصورت.... بہت بڑا اور وسیع.... حویلی نما.... جس کی مالیت کروڑوں روپے تھی۔ ان کے دو بچوں نے جنہیں وہ اپنا ہمدرد غمگسار سمجھتے تھے۔ جن پر انہیں بڑا بھروسا تھا جب انہوں نے دھمکی دی کہ اگر یہ گھر انہوں نے ان کے نام نہیں لکھا تو وہ انہیں گولی مار دیں گے تو وہ مجھ سے بڑے عجیب انداز میں بولے۔

"دیکھو.... دیکھو کمال! اب وہ مجھے گولی مارنے کی دھمکی دے رہے ہیں۔"

صفدر بھائی! آپ ان کی دھمکی سے نہ ڈریے۔ جب تک آپ اپنی جائیداد ان کے نام منتقل نہیں کریں گے تب تک وہ ایسی کسی دھمکی پر عمل نہیں کریں گے۔ ہاں جس دن آپ نے ان کے حق میں دستخط کر دیے، اس دن وہ نہ صرف آپ کو اس گھر سے نکال کر باہر پھینک دیں گے بلکہ اس دنیا ہی سے کوچ کرنے پر مجبور کر دیں گے۔"

یہ بات شاید ان کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ لہٰذا انہوں نے ان کے ڈرانے دھمکانے کے باوجود اپنا عظیم الشان بنگلہ ان کے نام منتقل نہیں کیا جبکہ وہ بچے

اپنی سی کوشش کرتے رہے۔

انہی دنوں کی بات ہے، مجھے ایک کام کے سلسلے میں دوسرے شہر جانا پڑا۔ کوئی ہفتہ عشرہ کے بعد واپس آیا تو مجھے یہ اطلاع مجھے یہ ملی کہ صفدر بھائی اسپتال میں ہیں اور ان کی حالت بہتر نہیں ہے۔ میں نے اسپتال پہنچنے میں دیر نہیں لگائی۔ ان کی حالت تشویش ناک حد تک خراب تھی۔

"آخر انہیں ہوا کیا ہے....؟ اس حال کو کیسے پہنچے....؟"

"پانی کی ٹنکی میں گر گئے تھے۔ جانے کتنی دیر تک ڈوبے رہے۔ اس وقت نکالا گیا جب حالت بہت بگڑ گئی تھی۔"

پانی کی ٹنکی میں گرنے والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ کس طرح گر گئے....؟ یہ معمہ میری سمجھ سے بالاتر تھا۔ میرا ذہن کسی اور طرف چلا گیا۔ ان کے پاس اسپتال میں ان کے۔ دو بڑے بیٹے موجود تھے جن کی شادی ہو چکی تھی اور وہ باپ کے ساتھ بنگلے میں نہیں رہتے تھے۔ میں نے ان سے ان کے دونوں بھائی بہن کے بارے میں پوچھا کہ وہ یہاں کیوں نہیں ہیں تو مجھے بتایا گیا۔

"وہ پولیس کسٹڈی میں ہیں۔ انہیں اس شک میں گرفتار کرلیا گیا ہے کہ وہی انہیں مارنے کی کوشش کر رہے تھے۔"

"مگر وہ انہیں کیوں ماریں گے....؟" میں نے انجان بنتے ہوئے کہا۔

"ہاں انکل! یہی تو ہمارا بھی کہنا ہے۔ باپ کو کوئی بیٹی، بیٹا بھلا مار سکتا ہے....؟"

"میرے خیال میں تو ایسا ممکن نہیں۔"

"تم لوگوں نے گرفتار بہن بھائی کے بارے میں کیا سوچا ہے، کیا کرو گے....؟"

"جب تک پولیس پاپا کا بیان قلمبند نہیں کرلیتی، اس وقت تک حتمی طور پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ پاپا کو چند لمحوں کے لیے ہوش آتا ہے اور وہ پھر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ ہوش میں رہنے کا وقفہ ذرا زیادہ ہو تو پولیس ان کا بیان لے۔"

دوسرے روز شام کو میں جب اسپتال پہنچا تو ان کے بڑے بیٹے نے بتایا کہ پاپا نے پولیس کو بیان دے دیا۔

"انہوں نے کیا بیان دیا....؟" میں نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔

"وہی، جس کی توقع تھی۔ بھلا کوئی اولاد اپنے باپ کو کیوں مارے گی....؟"

"یعنی وہ ٹنکی میں خود جاگرے تھے....؟"

آج صفدر بھائی کے بیٹوں کے ساتھ ان کی شادی شدہ بیٹی بھی موجود تھی۔ اس بات پر وہ سب بہت خوش دکھائی دے رہے تھے کہ ان کی بہن اور بھائی، والد کے بیان کے بعد بے قصور ثابت ہوگئے۔ اب پولیس انہیں چھوڑ دے گی اور وہ باعزت رہا ہوجائیں گے۔

ایک روز میں نے صفدر بھائی کے بیٹوں سے اجازت لے کر ہسپتال میں رات صفدر بھائی کے ساتھ گزاری۔ میں نے صفدر بھائی کے بارے میں ڈاکٹر سے پوچھا تو ڈاکٹر کچھ کہتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ میں نے اسے سمجھایا "آپ بے فکر ہو کر ان کے متعلق بتائیں...."

ڈاکٹر بولا "ہم لوگ تو ان کی جان بچانے کی

بھرپور کوشش کر رہے ہیں لیکن...."

ڈاکٹر نے بتایا "قاتل یا قاتلوں نے ان کی گردن میں رسی باندھ کر انہیں پانی میں غوطہ دے دے کر مارنے کی کوشش کی تھی۔ جس سے ان کی گردن کی ہڈی پر ضرب آئی ہے۔ سر اور جسم کے دیگر حصے بھی بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ ان میں جان تو پہلے ہی نہیں تھی۔ بہت لاغر اور کمزور تھے۔ قوت مدافعت نہ ہونے کی وجہ سے ان کا کیس بہت پیچیدہ ہو گیا ہے۔"

نصف شب کے بعد انہیں ہوش آیا تھا۔ آنکھیں کھولیں تو مجھے اپنے پاس دیکھ کر مسکرا دیے "طبیعت کیسی ہے....؟" میں نے ان کے قریب ہوتے ہوئے پوچھا۔

انہوں نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر تک پلکیں جھپکاتے رہے پھر بولے "ٹھیک ہوں۔"

"کہاں ٹھیک ہیں....؟ کیا اس حالت میں بھی کوئی ٹھیک ہو سکتا ہے....؟"

ان کے چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کچھ بولے نہیں۔ پھر آہستہ آہستہ آنکھیں بند کرنے والے تھے کہ میں نے ٹوکا۔ "صفدر بھائی! آپ بڑے بھولے ہیں۔ اس بھولپن کی وجہ سے مار کھا گئے۔"

انہوں نے آنکھیں کھول دیں اور میری طرف یوں دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں "کیا کہہ رہے ہو، میں کچھ سمجھا نہیں۔"

"اگر وہ کمینے جان کو ہی آ گئے تھے تو کوٹھی لکھ دیتے ان کے نام۔ آپ کی جان سے بڑھ کر تو گھر نہیں تھا۔"

"وہ.... میرا خیال ہے کہ حقیقتاً مجھے مارنا نہیں چاہتے تھے، ایک دو ڈبکیاں کھانے کے بعد میں بھی یہ سوچ رہا تھا کہ ہاں کہہ دوں، اپنی رضامندی ظاہر کر دوں لیکن...."

"لیکن کیا....؟"

"لیکن شاید.... اسی وقت ادھر کوئی آ گیا تھا.... یا کسی کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھ لیا تھا۔ گھبرا کر انہوں نے ہاتھ کی رسی چھوڑ دی اور ٹنکی کا ڈھکن بند کر کے بھاگ گئے۔"

"اور پھر آپ کو اس وقت ٹنکی سے نکالا جب آپ موت کے دہانے تک پہنچ گئے تھے۔ یہ مرحلہ کب اور کیسے آیا....؟ کس نے آپ کو ٹنکی سے باہر نکالا....؟"

"یہ مجھے معلوم نہیں۔"

میں چند منٹ خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر یہ کہے بغیر نہ رہا۔ "مگر یہ تو آپ بتا ہی.... سکتے ہیں کہ آپ نے غلط بیانی سے کیوں کام لیا....؟ پولیس کو جھوٹا بیان کیوں دیا....؟"

"تم نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا تھا.... بدلتے ہوئے حالات میں فیصلہ بدلنا پڑتا ہے۔"

"ہاں کہا تھا۔"

"بس میں نے بھی پولیس کو بیان دیتے وقت اپنا فیصلہ بدل دیا۔ یہ سوچ کر کہ وہ بچے جن کو میں نے کبھی پھولوں کی چھڑی سے بھی نہیں مارا، انہیں پھانسی کی اذیت یا عمر قید کے عذاب میں کیسے مبتلا کر دوں....؟"

اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئے اور ایسے خاموش ہوئے کہ پھر کبھی کچھ بولنے کے قابل نہیں رہے۔

اعتبار ٹوٹ گیا

وہ دن میری زندگی کا کتنا منحوس دن تھا جب میں اپنے میاں کے منع کرنے کے باوجود میکے جانے کے لیے رخت سفر باندھ بیٹھی۔ یہ آج سے آٹھ سال پہلے کی بات ہے۔ ان دنوں میں کراچی میں رہتی تھی اور میرا میکہ ملتان میں تھا۔ شادی کے بعد میں اپنے گھر آگئی۔ یوں تو کہتے ہیں آنکھ او جھل پہاڑ او جھل لیکن اب کے تو دوریاں ایسی تھیں کہ یہ سارے اپنے او جھل ہوگئے تھے۔ جن کے ساتھ بچپن سے جوانی تک کا عرصہ گزارا تھا۔ پہلے پہل میکہ بہت یاد آتا تھا پھر جب بچے ہوئے تو رفتہ رفتہ سسرال میں دل لگ گیا.... پھر بھی لیکن میکے کی یاد عورت کے دل سے کب محو ہوتی ہے اب تو یہی دعا کرتی تھی کہ کبھی وہاں سے شادی وغیرہ کا بلاوا آئے تو اپنوں سے مل آؤں۔

ان دنوں میں دو بچوں کی ماں تھی جب ملتان سے میری بھانجی کی شادی کا کارڈ ملا۔ میں خوش ہوگئی کہ چلو اب ایک چکر ماں کے گھر کا لگاؤں گی۔ بھانجی کی شادی کے بہانے کچھ روز جا کر میکے میں رہوں گی۔ بہت دنوں سے دل اماں اور بہنوں کو دیکھنے کو ترس رہا تھا اس کی وجہ کچھ یہ بھی تھی کہ ساس سخت گیر تھی کہیں آنے جانے نہ دیتی تھی اور شوہر بھی اس مزاج کے تھے کہ میرا گھر سے باہر جانا حتی کہ پاس پڑوس کی عورت سے ملنا جلنا بھی ان کو گوارہ نہ تھا۔

میں نے اپنے میاں کو شادی کا کارڈ دکھایا تو کچھ زیادہ خوش نہ ہوئے ان کی تیوری پر بل پڑ گئے اور کہنے لگے۔ "تمہاری ایک نہیں چار بہنیں ہیں اور ہر بہن کی چار چار چھ چھ لڑکیاں ہیں۔ اس حساب سے تو تم تمام سال میکے میں ہی رہو گی کہ اب اس کی شادی اب اس کی منگنی کبھی کسی کی سالگرہ کبھی کسی کا ولیمہ۔ میں تو بس دوسرے شہر شادی کر کے پھنس گیا ہوں۔

اپنے شوہر دل شکنی کے بول سن کر وہیں ڈھیر ہوگئی۔ میرے منہ سے تو ایک لفظ بھی نہ نکلا مگر میں بے اختیار رو دی۔ اس وقت تو وہ مجھے روتا چھوڑ کر گھر سے نکل گئے لیکن جب شام کو واپس آئے تو کچھ پشیمان سے دکھائی دیتے تھے۔ شاید میرے آنسوؤں نے ان کے دل کو پگھلا دیا تھا۔ بولے

"اچھا تمہاری مرضی یہی ہے تو تیار ہو جاؤ۔ اتفاق سے لگاتار تین چھٹیاں آرہی ہیں تمہیں ملتان چھوڑ آتا ہوں۔"

صبح سے جو میں بھی بجھی بجھی تھی ایک دم کھل اٹھی۔ جلدی جلدی سامان باندھا اور تیار ہوگئی۔ جاتے جاتے بھی دو ایک مرتبہ میاں نے اشاروں کنایوں میں سمجھانا چاہا کہ اگر میں شادی میں نہ جاؤں تو اس سے وہاں کوئی فرق نہ پڑے گا لیکن شادی میں جانے سے کافی خرچہ بھی آئے گا اور ان کا ہرج بھی ہوگا۔ مگر میں کہاں سنتی تھی۔ میرے شوہر ناچار میرے ساتھ ہو لیے۔ ہم اسٹیشن آئے ٹکٹ خریدا اور ریل گاڑی میں سوار ہوگئے، مجھے زنانے ڈبے میں سیٹ ملی اور خرم مردانے ڈبے میں سوار ہوگئے۔

میری بیٹی شفق تین سال کی تھی اور گڈو سال بھر کا میری گود میں تھا۔ جگہ کی تنگی کی وجہ سے ساتھ بیٹھی مسافر عورت نے گڈو کو اپنی گود میں بٹھا لیا اور میں شفق کو چپ کرانے لگی۔ شفق مسافروں کی بھیڑ بھاڑ اور سفر کی گہما گہمی سے گھبرا کر رونے لگی تھی۔ ذرا دیر تو سنبھلنے اور سیٹ کھولنے میں لگی۔ اس کے بعد میں نے ادھر ادھر کا جائزہ لیا۔ کچھ عورتیں اونگھ رہی

تھیں ایک آدھ کھڑکی سے لگی باہر کے نظارے میں محو تھی میرے ساتھ جو عورت بیٹھی تھی میں نے اس سے پوچھا۔ "بہن آپ کہاں جا رہی ہیں۔"

بولی "ملتان سے آگے اترنا ہے۔"

پھر وہ میرے بیٹے کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔ "بڑا پیارا بیٹا ہے کیا نام ہے۔"

میں نے بتایا۔ "فہد نام ہے گڈو کہتے ہیں۔"

بولی "بس ہے بھی تو گڈے جیسا۔"

میں پھر اس سے باتوں میں مصروف ہوئی۔ بڑی بااخلاق عورت تھی اپنی زندگی کی کہانی سنانے لگی۔ "ہر طرح سکھی ہوں ہر خوشی میسر ہے ایک کمی ہے تو بس یہی کہ اولاد کی نعمت سے محروم ہوں۔ ہر طرح سے علاج کرایا مگر کوئی علاج کارگر ہی نہیں ہوتا۔"

مجھے بہت دکھ ہوا۔ اب میں سمجھی کہ وہ کیوں گڈو کو اتنا پیار کر رہی ہے۔ بے چاری کی ممتا پیاسی تھی۔ اس لیے پہلے ایک دو بار میں نے اس خیال سے گڈو کو لینے کی کوشش بھی کی کہ بچہ ہے کہیں پیشاب وغیرہ نہ کردے تو اس بچاری کے کپڑے خراب ہو جائیں گے مگر اب میں نے اس لیے دوبارہ نہ مانگا کہ کہیں اس کی دل آزاری نہ ہو۔ دودھ کی بوتل بھی میں نے اس عورت کو پکڑا دی۔ اس نے اپنا نام ناہید بتایا تھا۔ اب تو شفق کو موقع مل گیا۔ میری گود میں چڑھ بیٹھی۔ ریل کے جھکولوں نے اس کو میٹھی نیند سلا دیا۔ گڈو بھی شائستہ کی گود میں سو گیا۔ اور ہم دونوں ہم سفر آپس میں ادھر ادھر کی گپ شپ میں مصروف ہو گئیں۔

اسٹیشن آتے رہے ریل گاڑی پل دو پل کو ہر اسٹیشن پر ٹھہرتی اور آگے بڑھ جاتی تھی۔ کچھ مسافر عورتیں اترتی رہیں کچھ نئی آتی رہیں۔ گڈو سویا تو شفق اٹھ گئی۔ شفق سوئی تو گڈو اٹھ گیا۔ ایک کو میں نے اور دوسرے بچے کو مسلسل ناہید نے ہی سنبھالے رکھا۔ یہاں تک کہ ایک اسٹیشن پر گاڑی ٹھہری اور شفق نے "باتھ روم جانا ہے" کی رٹ لگا دی۔ میں نے سوچا چلتی ریل میں باتھ روم سے شور کی جو آواز آتی ہے بچے اس سے ڈرتے ہیں۔ اب موقع ہے اس کو باتھ روم لے جاؤں۔

میں نے ناہید سے کہا۔ "گڈو کا دھیان رکھنا۔ میں ذرا شفق کو باتھ روم لے جا رہی ہوں۔" تھوڑی دیر بعد میں بچی کو لے کر واپس سیٹ پر آئی۔ اتنے میں گاڑی بھی چل دی۔ اس چھکا چھک میں میں نے بالکل یہ دھیان نہ دیا کہ ناہید سیٹ پر نہیں ہے۔ شفق کے جوتے گیلے ہو گئے تھے میں انہیں اتارنے لگی۔ پھر میں نے اس کو کپڑے پہنائے اس کے بعد میں نے مڑ کر نظر ڈالی، تو دیکھا کہ ناہید کی جگہ ایک نئی مسافر عورت بیٹھی ہے۔ میں نے سامنے ادھر ادھر ہر طرف کی طرف سارے ڈبے میں نظر ڈالی۔ مگر وہ کہیں نظر نہ آئی اب ذرا دل گھبرایا پھر ذرا سوچا میاں سے شاید کچھ بات کرنے ساتھ والے مردانہ ڈبے میں چلی گئی ہو۔ اتنے میں ریل گاڑی چل دی ہو گی لیکن ماں کے دل کو چین کہاں۔

میں نے ساتھ والی عورت سے پوچھا "ادھر جو عورت بیٹھی تھی وہ کہاں گئی ہے....؟"

بولی۔ "وہ تو پچھلے اسٹیشن پر اتر گئی ہے۔"

یہ سنتے ہی میرے دل کی دھڑکن بند ہونے لگی۔ یہ کیا ہوا....؟ کہیں ایسا تو نہیں خدانخواستہ.... بس اس سے آگے میں کچھ نہ سوچ پائی.... میں نے

بے دھڑک ریل کی زنجیر کھینچ دی۔ ذرا دیر میں ہی ریل ٹھہر گئی.... شور مچ گیا۔ میرے میاں آگئے اور کہنے لگے۔ "تیار ہو جاؤ آگے ملتان آنے والا ہے۔"

میں نے بتایا۔ "کوئی عورت پچھلے اسٹیشن پر ہمارے گڈو کو لے کر اتر گئی ہے۔ اب ملتان جا کر کیا کرنا ہے....؟ میں تو رو رہی تھی یہ سن کر میرے شوہر بھی سخت پریشان ہو گئے۔ خیر ہم دونوں شفق کو لے کر وہیں اتر گئے زنجیر کھینچنے کی وجہ سے ریل کے عملے کے کچھ لوگ بھی آگئے تھے۔ ہم نے انہیں بتایا کہ ہمارے ساتھ یہ معاملہ ہو گیا ہے۔ انہوں نے ہمارا مختصر سامان اپنی تحویل میں رکھ لیا اور ہمیں اپنے ایک آدمی کے ساتھ بس میں سوار کرا دیا۔ اس بس سے ہم پچھلے اسٹیشن آئے۔ جہاں ناہید گڈو کو لے کر اتری تھی اب ہم اسٹیشن پر حیران کھڑے تھے کہ کیا کریں پولیس کو اطلاع کریں یا ویسے ہی کسی سے پوچھ گچھ کریں۔ ریلوے والا آدمی جو ہمارے ساتھ آیا تھا۔ بولا وقت ضائع کرنے کی بجائے ہمیں سب سے پہلے قلیوں سے معلوم کرنا چاہیے کہ یہاں کوئی مرد اور عورت چھوٹے بچے کے ساتھ اترے تھے کہ نہیں اور کہاں گئے۔"

ایک ایک قلی سے پوچھا۔ ہر ایک یہی جواب دیتا تھا کہ جی بہت سے مرد عورت بچوں کے ساتھ اترتے ہیں ہمیں تو کچھ دھیان نہیں آرہا۔ آخر ایک قلی ہماری بات سن کر ٹھٹکا اور بولا۔ "ٹھہریئے میں بتاتا ہوں ایک عورت ایک چھوٹے بچے کو لے کر اتری تھی، اور میں نے ان کا اسباب اٹھا کر انہیں تانگے میں پہنچایا تھا اس تانگے والے کو میں جانتا ہوں وہ یہیں اسٹیشن کے ساتھ والے اڈے پر ہی تانگہ ٹھہراتا ہے۔ جب میں سامان اٹھا کر آگے آگے چل رہا تھا تو میں نے اس عورت اور اس کے مرد کی گفتگو سنی تھی۔ مرد عورت سے کہہ رہا تھا۔ "تم نے یہ برا کیا ہے۔ کس کا بچہ لے آئی ہو۔ وہ عورت تو مر جائے گی۔" اور عورت کہہ رہی تھی کہ نہیں۔ اس نے بچہ خود ہی مجھ کو دیا ہے اپنی خوشی سے۔ آدمی کہہ رہا تھا کمال ہے۔ لوگ ریل میں کیا بچے بانٹنے آتے ہیں، کیسی ماں تھی۔ وہ کیا اس کے بہت سے بچے تھے۔ بس میں نے اتنی بات سن لی تھی۔ آدمی بچہ ساتھ لے جانے پر ناخوش نظر آتا تھا۔"

تانگے کی تلاش ہوئی۔ تانگہ سواری پہنچا کر جلد ہی واپس آگیا تھا اور اڈے پر موجود تھا۔ قلی بولا "صاحب! بس یہی تانگہ تھا جس پر میں نے ان دونوں کو سوار کرایا تھا کیوں رحیمو تو ہی تو گیا تھا نا اس جوڑے کو لے کر جس کی گود میں چھوٹا بچہ تھا۔"

"آہو جی۔ او تے لہاراں دے محلے گئے سی۔ کیوں باؤ جی کی گل اے....؟"

میں نے کہا! بس کوئی بات نہیں۔ تم ہمیں جلدی سے اس محلے میں لے چلو۔ تھوڑی دیر میں ہی ہم لوہاروں کے محلے جا پہنچے۔

تانگے والے نے بتایا! "وہ جو سامنے گھر ہے جی بس اسی میں گئے تھے وہ پچھلے مسافر۔"

ہم نے دروازے کو کھٹکھٹایا اندر سے مرد نکلا کہنے لگا "کیا بات ہے....؟"

"میں نے تو بات ہی نہ سنی۔ بس زبردستی گھر کے اندر گھس گئی ٹھیک منزل تک خدا تعالیٰ نے لا پہنچایا تھا۔ شکر ہے اس کا.... وہ واقعی بڑا مہربان اور

بقیہ: صفحہ 82 پر ملاحظہ کیجیے

پاؤں کا کانٹا

احمد ندیم قاسمی

پاؤں سے کانٹا نکالتے ہوئے ننھے کریم کی چیخ نکل گئی۔ وہ ایڑی کو دونوں ہتھیلیوں سے دباتے ہوئے پکارا.....

"ہائے اماں!"

وہ مبہوت و ساکن بیٹھ گیا اور سامنے ویران کھیتوں پر نگاہیں گاڑھ دیں، یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اپنی ماں کی آواز کا منتظر ہوتا ہے۔

"میرے انمول لال! میں آئی، میں ابھی کانٹا نکالے دیتی ہوں!"....

اس کے سر پر ایک کوا کائیں کائیں کرتا ہوا گزرا اور لڑکھڑاتا ہوا ایک جھاڑی میں جا گرا کریم بھول گیا کہ اس کے پاؤں میں کانٹا ہے۔ وہ لنگڑاتا ہو بھاگا اور کوے کو پکڑ لیا۔ وہ اپنے پروں کو پھڑپھڑانے لگا۔ اڑنے کی کوشش کی مگر اس کا داہنا بازو زخمی ہو چکا تھا۔

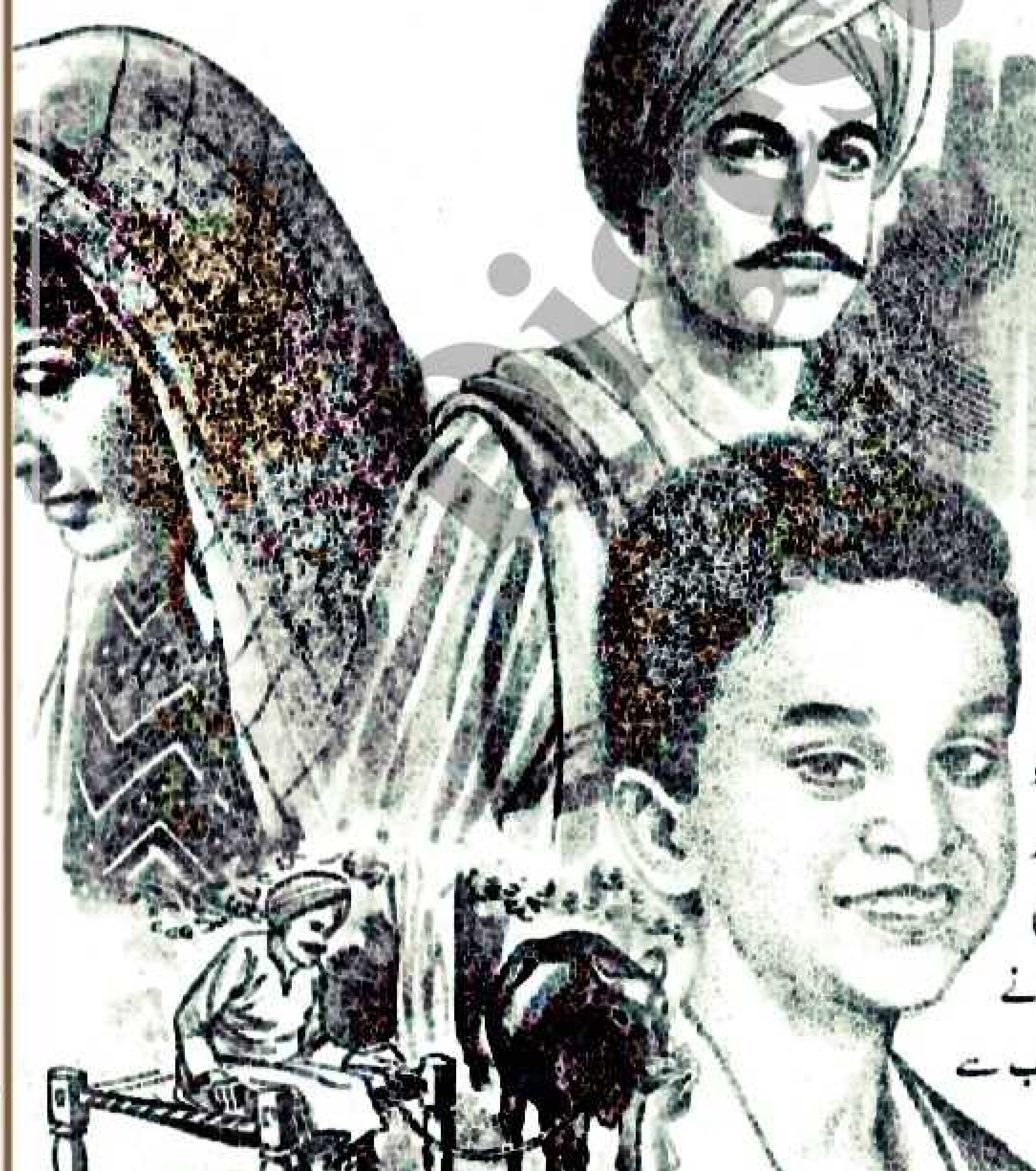
کریم نے زمین سے مٹی اٹھا کر اس کے زخم پر چھڑکی، دو چار ٹھنڈی سانسیں دیں۔ کوے کو آرام پہنچا تو کھلی ہوئی چونچ بند کر لی اور آنکھوں میں وحشت کی بجائے اطمینان جھلکنے لگا۔ کریم نے بہت سے پتے اکٹھے کر کے سب سے بڑے نیم کی سب سے اونچی چوٹی پر جمائے۔ کوے کو ایک دوبار تھپک کر وہاں بٹھا دیا اور گھر کو لوٹ آیا۔ اس مصروفیت میں اس کے پاؤں کے درد میں نمایاں کمی آگئی تھی۔

وہ ایک کسان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ ایک سال ہوا اس کی ماں مر گئی۔ اس کے والد نے پچھلے دنوں ایک شادی کر لی تھی لیکن اب یہ نئی ماں اس سے عجیب طرح سے پیش آتی تھی۔

"وہ برتن اندر کیوں نہیں رکھا؟"

وہ پکار اٹھتا۔ "اندر ہی تو پڑا ہے۔"

وہ اس کے جبڑوں میں گھونسا جماتے ہوئے کہتی۔ "تو مجھے بتایا کیوں نہیں؟"



وہ چیخ کر کہتا۔ "بتایا تو تھا میں نے!"

کریم نے کئی بار محسوس کیا کہ گھونسے کے زور سے اس کا دل رک گیا ہے لیکن وہ کمبخت اچانک پھر دھڑک اٹھتا اور وہ سہمی ہوئی نظروں سے ایک اور گھونسا سر پر منڈلاتے ہوئے دیکھتا۔ اوّل اوّل تو اس نے سوتیلی ماں کے خلاف صدائے احتجاج بھی بلند کی۔

"چھوڑ دے۔ چھوڑ دے مجھے۔ ورنہ میری امی تیری بوٹیاں نوچ لے گی، چھوڑ دے مجھے ورنہ میرا ابا تجھے مار ڈالے گا۔" لیکن ایک دن جب اس کی سوتیلی ماں نے یہ کہا کہ

"تیری ماں کو تو قبر کے سانپ اور بچھو چمٹے پڑے ہوں گے، وہ تیرے باپ کا گھر تباہ کر کے اگلے جہاں میں آرام سے تھوڑا رہے گی!" تو ننھا کریم غصے سے بے بس ہو کر اس پر جھپٹا مگر دھکا کھا کر اوندھے منہ جا گرا۔ دوڑا دوڑا باپ کے پاس گیا اور چیخنے لگا

"ابا، خالہ نے میرے دانت توڑ دیئے۔ یہ دیکھو تو مسوڑھوں سے خون بہہ رہا ہے۔ یہ دیکھو نا میری کہنیاں چھل گئیں۔ وہ کہتی ہیں تیری ماں کو سانپ بچھو کھا رہے ہیں۔ وہ جھوٹ بکتی ہے ابا۔ میری ماں ہر رات آ کر میرا ماتھا چوم...."

تڑاخ کی آواز اور پھر کریم کا کان اس کے باپ کی انگلیوں میں تھا۔ کان کو اینٹھتے ہوئے بولا۔ "خالہ کے خلاف بک رہا ہے۔ اب تیری ماں کا راج نہیں رہا کہ گھر کا غلہ نکال کر دکانداروں کے آگے جا ڈالے اور گلچھرے اڑائے، اب انسانوں کی طرح رہنا پڑے گا یہاں؟"

اس دن کے بعد اس نے باپ کے آگے کوئی شکایت نہ کی، نہ اپنی خالہ کے گھونسوں کا جواب کسی دھمکی سے دیا۔ بس چپ چاپ گھونسے سہہ لیتا اور اپنی ٹوٹی پھوٹی کھاٹ پر بازو کا تکیہ بنا کر سو جاتا۔ صبح گھونسے سہہ کر باہر جاتا۔ مویشی چرا کر لاتا اور گھونسے سہہ کر سو جاتا۔ اس دن وہ ایک بیل کے پیچھے بھاگا تو اس کی ایڑی میں کوئی بہت لمبا کانٹا چبھ گیا۔ زخمی کوّے کو گھونسلے میں بیٹھا کر گھر آیا اور اپنی ٹوٹی پھوٹی کھاٹ پر لیٹ گیا جو صحن کے پرلے سرے پر بیلوں کے تھانوں کے پاس دن رات پڑی رہتی تھی۔ کھاٹ کیا تھی ایک جھولا تھا۔ جس میں ننھا کریم گھٹنے سینے سے لگائے، بازو جسم سے چمٹائے پڑا رہتا تھا۔

اس کی خالہ چولہے کے سامنے بیٹھی تھی اور اس کا باپ پاس ہی ایک پلنگ پر لیٹا حقہ پی رہا تھا۔ اس کی خالہ کہنے لگی۔

"ابھی تک کریم نہیں آیا جانے گاؤں میں کیا کرتا رہتا ہے۔ پرسوں کی بات ہے ہمسائی کے ہاں گیا اور کہنے لگا کہ مجھے میری نئی ماں مارتی ہے، روٹی نہیں دیتی۔ میں بھوکا ہوں ننگا ہوں.... اب اس سے پوچھو میں نے اسے کب مارا۔ میں نے اسے کب کھانا نہیں دیا۔ کب کپڑے نہیں پہنائے۔ اس بچے کو سمجھاؤ، ورنہ یہ گھر گھر کھانے کو مانگتا پھرے گا، اور تم شریکوں کے سامنے سر نہ اٹھا سکو گے۔"

اس تقریر کے دوران میں کریم نے ایک دو بار آواز دی۔ "میں آگیا ہوں ابا، میں آگیا ہوں۔" لیکن نہ اس کے باپ نے کچھ سنا نہ اس کی خالہ نے۔ جب وہ سانس لینے کے لئے رکی تو کریم ان کے قریب آیا اور بولا "میں تو کب کا بیٹھا ہوں خالہ۔"

اس کا باپ حقہ ایک طرف کر کے اس کی طرف بڑھا۔ "کیوں بے! تیری ماں کیا مری کہ تو ہر بند حسن

سے آزاد ہو گیا۔ گھر گھر میرے گلے ہو رہے ہیں۔"
ایک تھپڑ کریم کے منہ پر پڑا۔

اس کے جی میں آئی کہ باپ کے اس ظلم کے خلاف احتجاج کرے، مگر زبان بے حس ہو کر رہ گئی۔ وہ چپ چاپ اٹھا اور اپنی کھاٹ کا رخ کیا۔

"آج لنگڑا کیوں رہا ہے۔" اس کے باپ نے پوچھا۔

"کانٹا چبھ گیا تھا جی۔" کریم نے درد ناک لہجے میں جواب دیا۔ آخری الفاظ کہتے ہوئے اس کی آواز کانپ گئی۔

اس کا باپ گرجنے لگا۔ "کانٹا چبھ گیا امیر زادے کے.... آفت آ گئی، اور لنگڑا یوں رہا ہے، جیسے کسی نے پاؤں ہی اڑا دیا ہے۔ ادھر آ، سوئی لے کر دیئے کے پاس بیٹھ جا اور نکال اسے۔"

کریم اندر جا کر سوئی لے آیا۔ دیئے کے پاس بیٹھ کر ایڑی اٹھائی اور سوئی سے کانٹے کے ارد گرد کا گوشت کریدنے لگا۔ رہ رہ کر اسے اپنی ماں یاد آ رہی تھی جو اسے ہاتھوں پر اٹھائے رکھتی تھی۔ جو اس کے لئے قسم قسم کی چیزیں خرید لاتی تھی۔ کھانے کی چیزیں، پہننے کی چیزیں۔ جس نے اپنی پڑوسن جو ایک دن کریم کے پاؤں سے کانٹا نکال رہی تھی کہا تھا۔ "اری ذرا دھیرے دھیرے سوئی پھیر۔ بس یہ سمجھ تو میرے کلیجے پر سوئی پھیر رہی ہے؟"

کریم کو یہ بات یاد آئی تو اس کی چیخ نکل گئی۔ اس کا باپ صحن کے پرلے سرے پر بیلوں کے آگے گھاس ڈال رہا تھا۔ اس کی خالہ اٹھی اور اس کے پاس آ کر کہنے لگی۔ "کیوں بے لونڈے، رو کیوں رہا تھا۔ سانپ نے ڈس لیا ہے کیا؟"

اس نے حسرت بھری نگاہیں اٹھائیں اور خالہ کی گھورتی ہوئی آنکھوں میں گاڑ دیں۔ اس کی خالہ نے اس کی گردن پر غصے سے الٹا ہاتھ مارا۔ کریم دیئے پر جا گرا۔ دیا لڑھک کر اس کی گود میں آ رہا۔ اس کے کپڑوں کو آگ لگ گئی۔ لہراتے ہوئے شعلوں سے چیخوں کا ایک طوفان بلند ہوا۔

"ابا، دوڑیو، میرے ابا، میں جل مرا، ہو ابا۔"

اس کا باپ ہوا کی طرح اس کے پاس پہنچا۔ گھڑے پر گھڑا انڈیلنا شروع کر دیا۔ آگ بجھ گئی اور اب زمین پر کیچڑ میں لت پت بے ہوش کریم آہستہ آہستہ سانس لے رہا تھا۔ سارا محلہ اکٹھا ہو گیا۔ لالٹین جلائی گئی۔ کریم کا داہنا بازو، داہنی ران اور داہنی پسلیاں بری طرح جل چکی تھیں۔ کھال اڑ چکی تھی۔ اور نیچے سفید چربی چمک رہی تھی۔ اسے چارپائی پر لٹا دیا گیا۔ حکیم جی نے زخموں پر مکھن ملنے کو کہا اور سب لوگ چلے گئے!

اب اس کے باپ کا دل پسیجا۔ اسے اپنی بیوی کی مغموم روح سامنے منڈیر پر اپنا چہرہ ہتھیلیوں میں سنبھالے بیٹھی آنسو گراتی نظر آئی۔ اس کی نگاہیں اپنے جلے ہوئے بے ہوش بچے پر گڑی ہوئی تھیں۔ پھر اس نے تاروں کی طرف اڑتے وقت ایک سمت اشارہ کیا۔ کریم کا باپ سب کچھ سمجھ گیا۔ اسے وہ دن یاد آ گیا جب شہر کے باہر بوڑھے نیم کی ٹیڑھی شاخوں کے گھنے سائے میں ان دونوں نے اپنے والدین کی باہمی دشمنی سے بے پروا ہو کر ہمیشہ کے لئے ایک ہونے کا عہد کیا تھا! اس کے روئیں روئیں سے پسینہ پھوٹ نکلا۔ اس کا سارا جسم سو گیا۔ وہ غیر ارادی طور پر اپنے بچے کی طرف بڑھا۔ جس نے اب آنکھیں کھول دی تھیں اور جس کی سوتیلی ماں روٹی پر گھی ڈال کر کھا رہی تھی۔ وہ کریم کے

قریب گیا۔ ماتھے پر ہاتھ پھیر کر پوچھا۔ "میرے کریم کہاں کہاں درد ہے تمہارے؟ تمہارے کہاں کہاں درد ہے؟ بتاؤ نا، مجھے بتاؤ کہ وہاں میں اپنے کلیجے کا خون نچوڑ دوں۔ تم مجھے گھور کیوں رہے ہو، میرے بچے تم مجھے اس طرح نہ دیکھو، میرے ننھے اس طرح تمہارے کمینے باپ کی روح میں نشتر گڑ جاتے ہیں۔ کہاں کہاں درد ہے تمہارے؟ بتاؤ نا"

"ایڑھی پر ابا۔" ایک نحیف آواز آئی۔ "وہاں کانٹا چبھ گیا تھا۔"

کریم کا باپ کلیجہ پکڑ کر رہ گیا۔ ابھی تک کریم کو اپنے جلنے کی خبر نہیں تھی۔ وہ بولے جا رہا تھا۔ "ابا یہاں ایڑھی میں اتنا لمبا کانٹا چبھ گیا، خالہ، ذرا سوئی دینا، میں کانٹا نکال لوں۔"

کریم کا باپ شدت درد سے بلبلا اٹھا "ہائے میرے بچے، میرے کریم، تم جل گئے ہو، تمہیں معلوم نہیں کیا؟ اللہ تمہیں اچھا کر دے، بہت جلد اچھا کر دے۔ میں اپنے کریم کے لئے اتنی چیزیں لاؤں گا کہ میرا کریم انہیں اٹھا تک نہ سکے گا۔"

کریم کو اب آہستہ آہستہ اپنے جلنے کا احساس ہو رہا تھا۔ اس کا باپ اس کی رنگت کی تبدیلی دیکھ کر ہراساں ہو گیا۔ "اری لانا ذرا، کھانڈ لانا۔ کریم کے منہ میں ڈالوں۔ یہ تو پیلا پڑ رہا ہے۔"

وہ گھی میں لقمہ بھگو کر بولی۔ "اچھا ہو جائے گا۔ بچے جلتے ہی رہتے ہیں اکثر، تم پر تو جیسے قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ اچھا ہو جائے گا کمبخت، تم کیوں اپنی جان ہلکان کرتے ہو۔ ادھر کھانا کھا لو، پر وہ تھے ٹھنڈے.... !"

کسان کے بھاری جوتے نے اِسے آگے بڑھنے کی مہلت نہ دی۔ لقمہ اس کے منہ سے نکل کر فرش پر جا گرا۔ اس کی کھوپڑی تڑاتڑ جوتے کھانے لگی۔ اس نے سارا محلہ سر پر اٹھا لیا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ اسے خاموش کرایا۔ کسان کو ضبط کرنے کی تلقین کی اور چلے گئے۔

کریم اب چارپائی پر بل کھا رہا تھا۔ گوشت کے ننھے ننھے پرزے آپ سے آپ گر رہے تھے، ساری رات اس کا باپ اس کے سرہانے بیٹھا رہا۔

صبح ہوئی تو کریم نے گھٹنے سے سر اٹھاتے ہوئے کہا۔ "ابا تم مجھے اب مارو گے تو نہیں؟"

کسان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے پھوٹ بہے۔ اس نے انتہائی ضبط سے کہا۔ "نہیں بیٹا۔"

کریم بولا۔ "تو ابا ایک کام کرو۔ گاؤں کی پوربی چراگاہ کے اتری کونے پر نیم کے درختوں کا جھنڈ ہے نا؟ سب سے بڑے نیم کی سب سے اونچی ٹہنی پر ایک کوّے کا گھونسلہ ہے۔ اسے جا کر کچھ پانی اور دانے ڈال آؤ۔ جاؤ گے؟"

" ابھی جاتا ہوں۔" کریم کے باپ نے جواب دیا۔ لیکن کریم کی ان بے سروپا باتوں کو نیم بیہوشی پر محمول کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد کریم نے آنکھیں کھولتے ہوئے پھر کہا۔ "کیا نہیں جاؤ گے ابا؟"

"ابھی جاتا ہوں میرے بچے، کریم یہ کہہ کر اٹھا۔ پانی کے لئے مٹی کا ایک چھوٹا سا پیالہ لیا۔ دانے مٹھی میں ڈال کر گاؤں کی مشرقی چراگاہ کی طرف گیا۔ بڑے نیم کی اونچی ٹہنی پر ایک کوا گھونسلے سے پر نکالے کائیں کائیں کر رہا تھا۔ وہ اوپر چڑھا کوّے کے پاس پانی رکھ دیا دانے بکھیر دیئے۔ کوّے کو اٹھا کر دیکھا اس کا ایک بازو بری طرح زخمی تھا۔ وہ یہ معمّہ نہ سمجھا اس کا دماغ گھومنے لگا۔ واپس ہوتے وقت ایک شخص نے اسے پوچھا۔ کہاں

گئے تھے آپ....؟

اس نے جواب دیا۔ "رات کو۔ رات کو۔ رات کو جلا۔ بس دیئے نے کپڑوں کو آگ لگا دی اور جسم کا دائیاں حصہ گل گیا۔ !" پوچھنے والا شخص متعجب اور شرمندہ ہو کر گلی میں مڑ گیا۔

کریم کا باپ اپنے بیٹے کے پاس آیا۔ جھک کر پوچھا۔ "جاگ رہے ہو بیٹا؟"

"جاگ رہا ہوں ابا، کوے کا کیا حال ہے؟"

"اچھا تھا میرے بچے۔ تمہیں سلام کہتا تھا۔"

کریم نے ہنسنے کی کوشش کی۔ "تو میں خود اسے سلام کا جواب دوں گا ابا۔ اب ذرا بیل کھول دو، باہر جانے کا وقت ہو گیا!"

کسان ضبط نہ کر سکا، بے اختیار رونے لگا۔ اپنی نئی بیاہی ہوئی بیوی کی طرف دیکھا جو ایک کونے میں بیٹھی اسے بے انتہا نفرت سے گھور رہی تھی۔ اسے وہ دن یاد آ گئے۔ جب بیلوں کے لئے ایک علیحدہ ملازم ہوتا تھا اور پھر جب کریم کی ماں چل بسی، تو ملازم کو نکال دیا گیا اور بیل کریم کے آگے لگا دیئے گئے، اسے اپنی ساری زندگی پر اندھیرا ہی اندھیرا چھایا ہوا دکھائی دینے لگا۔ وہ دل ہی دل میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ وقتی مسرتوں کے سیلاب میں اس کی اوّلیں محبت اور خاندانی غیرت کا فولادی قلعہ جڑ سے اکھڑ کر بہہ گیا تھا!

وہ روزانہ صبح و شام کوے کے لئے دانہ پانی لے جاتا اور پھر کریم کے پاس بیٹھا رہتا۔ کوئی تیار دار آتا اسے کہتا۔ "بلا ناغہ صبح حکیم جی آتے ہیں، دوا لگا جاتے ہیں، لیکن کریم کی حالت گرتی جاتی ہے۔ حکیم جی کہتے ہیں کہ روزانہ کوئی اس کے زخموں کو چھیڑ دیتا ہے۔"

تیماردار کہتا۔ "کروٹ بدلنے سے کچے زخم چھل جاتے ہوں گے۔"

مگر اس کی تسلی نہ ہوتی!

کریم کی حالت روز بروز ابتر ہوتی گئی اور آخر ایک دن ایسا آیا کہ کریم صبح کو بیہوش ہوا تو دوپہر تک اس کی آنکھیں نہ کھلیں۔ اس کا باپ دیوانوں کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ بیٹھتا۔ بے مطلب بغیر کسی کام کے۔ اس نے سر کو زانوؤں پر رکھا۔ پیچھے دیوار سے سہارا لے کر بیٹھنا چاہا۔ پاؤں پسار دیئے۔ گھٹنے سکیڑ لئے، لیکن اس کے اندر کا غم اندوہ اور پشیمانیوں کا دوزخ دہک رہا تھا۔ اسے ایک لمحہ بھی سکون میسر نہ آسکا، اور اس کی بیوی مکان کے ایک کونے میں بیٹھ کر انگریزی صابن سے ہاتھ منہ اور پاؤں دھوتی رہی۔

دوپہر کو کریم نے آنکھیں کھولیں۔ حکیم جی پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے پکار کر کہا۔ "ملک جی....! بچہ ہوش میں آ گیا۔" کریم کا باپ دوڑا آیا، کریم کی پیشانی کو اس نے اتنی محبت سے چوما کہ آس پاس کھڑی عورتوں کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ اس نے پوچھا۔ "کریم بیٹا، کیا حال ہے اب؟ طبیعت کیسی ہے۔ درد کہاں ہے؟"

جواب ملا۔ "ایڑی میں ابا، ایڑی میں درد ہے۔ ایک لمبا سا کانٹا چبھ گیا وہاں۔"

آئینہ دیکھتی ہوئی سوتیلی ماں کانپ اٹھی۔ کریم کا باپ بولا۔ "بیٹا کل تمہارا کوا پر تول رہا تھا، مجھے ڈر ہے وہ اڑ نہ جائے۔"

کریم بولا۔ "تو ابا! آج آخری بار اسے دانے ضرور ڈال آؤ۔"

حکیم جی نے کہا۔ "اب بچے کی حالت اچھی ہے۔" سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ کریم کے باپ

نے اپنی بیوی کو کریم کی دیکھ بھال کی تاکید کی اور مٹھی میں دانے دبائے کوّے کے گھونسلے کی طرف بھاگا۔

وہ گلیوں میں بگولے کی طرح اڑا جا رہا تھا۔ چراگاہ میں اس کے پاؤں ہوا میں تھرکتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ سورج آسمان کے سینے میں دہک رہا تھا۔ ڈھیروں پر بھیڑیں، بکریاں اور بیل گردنیں جھکائے چر رہے تھے.... ساری کائنات اونگھ رہی تھی!

کریم کا باپ تیزی سے بڑے نیم پر چڑھا۔ گھونسلے کے پاس پہنچا ہی تھا کہ کوّا پھر ررر کی آواز پیدا کرتا گھونسلے سے باہر نکلا اور چراگاہ پر اڑتا، کھیتوں پر سے تیرتا، ڈھیروں پر سے لپکتا ہوا لرزتے ہوئے افق میں غائب ہو گیا۔

اس کے حواس معطل سے ہو گئے۔ وہ ٹہنیوں سے لٹک کر نیچے آ رہا۔ پوری قوت سے گھر کی طرف بھاگا اور دروازے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"بیٹا کریم....! وہ کوّا تو اڑ گیا!"

کریم کے لبوں پر ہنسی کھیل رہی تھی جیسے وہ اپنے باپ کے جنون کا مضحکہ اڑا رہا ہے!

حکیم جی آئے۔ انہوں نے کریم کی نبضیں ٹٹول کر کہا۔ "آج اس کے زخموں کو کسی نے بہت سختی سے چھیلا ہے، اسی لئے جانبر نہ ہو سکا۔ آپ کے گھر میں کون تھا ملک جی؟"

نئی بیوی کے ہاتھ سے لقمہ گر کر پانی کے برتن میں جا گرا۔

کریم کا باپ کپڑے پھاڑتا ہوا باہر نکل گیا۔

"لوگو....!

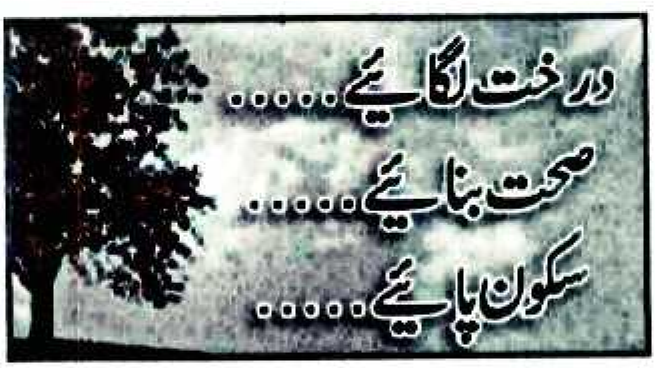
میرے بچے کی ایڑی میں کانٹا چبھ گیا ہے، اسے نکالو۔ نیم کے درخت میں ایک کوّا رہتا تھا۔ وہ آج پربت سے پرے اڑ گیا۔ اس کو پکڑ لاؤ۔ میری بیوی نے میرے بچے کے زخم چھیل دیئے ان پر پھاہا رکھو.... لوگو.... لوگو! تم میرا منہ کیا تک رہے ہو!"

بقیہ: جیتی جاگتی زندگی

نہایت رحم والا ہے سامنے ہی ناہید چارپائی پر بیٹھی گڈو کو پانی میں بھگو بھگو کر بسکٹ کھلا رہی تھی۔ میں تو بس چیل کی طرح جھپٹ پڑی اور گڈو کو اس کے ہاتھوں سے چھین کر کلیجے سے لگا لیا۔ بدذات، دھوکے باز، اور نہ جانے کیا کیا جو منہ میں آیا بکتی چلی گئی۔

اتنے میں مرد بھی اندر آ گیا۔ مرد ہم سے معافی مانگنے لگا۔ اپنی عورت کو لعن طعن کرنے لگا۔ اس کے بعد جوتی اٹھا کر اس کی پٹائی شروع کر دی کہ تو تو کہتی تھی عورت نے خود اپنی خوشی سے مجھ کو بچہ دیا ہے۔ تو ان کا بچہ اغوا کر کے لے آئی اور یہ بھی نہ سوچا کہ اس بے چاری ماں پر کیا بیتے گی....؟

مرد کی شرافت دیکھ کر میرے میاں نے پولیس میں رپورٹ درج کرانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ ریلوے والے آدمی کا شکریہ ادا کر کے اس کو بھی رخصت کر دیا۔ آج بھی جب یہ واقعہ یاد آتا ہے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔




citizen
Innovative | Durable | Comfortable
پلاسٹک فرنیچر انڈسٹری
میں Pioneer
جس کی جدت، پائیداری اور منفرد Design
آپ کے Life Style کو بنائیں دلکش اور آرام دہ،
Citizen کی مقبولیت کے پیش نظر بہت سے
اور نام بھی اس میدان میں آئے لیکن کوئی بھی
Citizen کے معیار اور مہارت کو نہ چھو پایا
کیونکہ Citizen نہ صرف اپنے معیار کو برقرار
رکھا ہے بلکہ تیزی سے مہارت کی بلندی کی
جانب گامزن ہے اور کیوں نہ ہو ہماری منزل آپ
کی زندگی کو آپ کی پسند کے مطابق بہتر
بنانا ہے۔
CITIZEN INTERNATIONAL PLASTIC INDUSTRIES (PVT) LTD.
UAN: 111-936-936



پارس

آفرین ارجمند

کچھ نہیں بلکہ بہت سارے لوگ یہ سوچ رکھتے ہیں کہ مرد ہونا طاقت اور اکرام کا سبب ہے۔ عورت کا وجود کمزوری اور شرمندگی کی علامت ہے۔

ایسا سوچنے والے صرف مرد ہی نہیں ہیں کئی عورتیں بھی اس بات پر یقین رکھتی ہیں۔

بیٹے کی ماں بن کر بعض عورتیں خود کو محفوظ اور معزز خیال کرتی ہیں، بیٹی کی ماں بن کر خود کو کمزور محسوس کرتی ہیں۔ مردانہ تسلط والے معاشرے میں کئی مصیبتوں، دکھوں اور ظلمتوں کے درمیان ابھرنے والی ایک کہانی.... مرد کی انا اور رعونت، عورت کی محرومیاں اور دکھ، پست سوچ کی وجہ سے پھیلنے والے اندھیرے، کمزوروں کا عزم، علم کی روشنی، روحانیت کی کرنیں، معرفت کے اجالے، اس کہانی کے چند اجزائے ترکیبی ہیں۔

نئی قلم کار آفرین ارجمند نے اپنے معاشرے کا مشاہدہ کرتے ہوئے کئی اہم نکات کو نوٹ کیا ہے۔ آفرین ارجمند کے قلم سے ان کے مشاہدات کس انداز سے بیان ہوئے ہیں اس کا فیصلہ قارئین خود کریں گے۔

چوتھی قسط:

سب سے آگے جمال اور ماسی سرداراں کی بیٹی شاداں کو دیکھ کر اس کی پریشانی بڑھ گئی تھی۔ وہ جانتا تھا ان کی موجودگی میں خیر کم ہی ہوتی ہے۔

ہاہاہا.... طنزیہ انداز میں ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے جمال نے کہا.... سب خیر ہے ہم نے سنا تو نے کرم دین کی بیٹی گود لے لی ہے۔

ہاں اور اب یہ میری بیٹی ہے۔ جمال کے استفسار پر

شفیق مضبوط لہجے میں بولا

ایسے میں شفیق کی نظر مسجد کے مولوی صاحب پر پڑی جو کونے میں خاموش کھڑے تھے۔ ان کے چہرے پر ہلکی سی خفگی بھی تھی۔ انہیں دیکھ کر شفیق جلدی سے آگے بڑھا۔ وہ مولوی صاحب کا بہت احترام کرتا تھا۔

مولوی جی....! آپ آیئے۔ اندر تشریف لایئے۔

بس رہنے دے۔ اتنی ہی عزت کرتا ہے تو میری انھوں نے بناوٹی خفگی کا اظہار کیا

بیٹی گود لے لی۔ ماں باپ بن گئے تم لوگ اور تو نے ہمیں بتانا بھی مناسب نہ سمجھا۔ مولوی صاحب کی شکایت میں بھی شیرینی گھلی تھی

نئیں مولوی جی۔ آپ تو میرے بزرگ ہو جی۔ سب کچھ اتنی جلدی ہو گیا کہ کچھ سمجھ ہی نہیں آیا۔ بس جب اور جیسے رب کو منظور تھا۔ شفیق مولوی صاحب کے سامنے شرمندہ شرمندہ سا وضاحتیں دینے لگا۔

ارے بھائی....! ہم تو مبارک دینے آئے تھے۔ یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ شاداں کی آواز ابھری۔ کسی سے کوئی اور بات بن نہ پڑ رہی تھی

خیر مبارک بھائیو.... شفیق مسکرا دیا۔

دراصل سویرا ہونے تک بیٹی گود لینے کی بات پورے گاؤں میں پھیل چکی تھی۔ چار پانچ سو نفوس پر مشتمل یہ چھوٹا سا گاؤں جس کے باسی ایک دوسرے سے ایک خاندان کی طرح جڑے تھے اچھا برا، کھرا کھوٹا سب ان کا اپنا تھا۔ اگر زمین کے معمولی جھگڑوں پر ایک دوسرے کی جان لینے پر تیار ہو جاتے تو غیرت اور دوستی کے نام پر ایک دوسرے کے لیے جان دے بھی دیتے تھے۔ شفیق اور سکینہ کی باتوں سے کئی لوگ ان سے اختلاف رکھتے تھے لیکن اپنے مزاج اور اطوار کے باعث دونوں گاؤں والوں کے دلوں میں بھی خاص مقام رکھتے تھے۔ اسی لیے آج ان دونوں سے شکایت کر کے اپنا حق جتا رہے تھے۔

تھوڑی دیر دونوں طرف خاموشی رہی۔ اس سکوت کو پھر شفیق نے ہی توڑا اور کہا۔ آیئے نا.... آپ سب اندر چلیں۔

سکینہ دروازہ کھول.... اس نے پلٹ کر جلدی سے سکینہ سے کہا۔

ارے نہیں.... تم شاید کہیں جا رہے تھے....؟

جی.... درگاہ جانے کی نیت تھی۔ شفیق نے بتایا

تو نیک کام میں دیر کیسی....؟ تم لوگ درگاہ ہو آؤ ہم.... پھر آجائیں گے اپنی بیٹی کو دیکھنے۔ انھوں نے سکینہ کی گود میں سوتی بچی کو جھانکنے کی کوشش کی۔

سکینہ نے بچی کو مولوی صاحب کے آگے کر دیا۔

شفیق کو بھی اس طرح سب کو لوٹانا اچھا نہیں لگ رہا تھا وہ جلدی سے بولا۔

برا نہ ماننا بھائیو.... اگر آپ لوگ شام کو میرے گھر آ جاتے میری دھی رانی کی خوشی میں روٹی ہمارے ساتھ کھاؤ۔ شفیق نے وہیں کھڑے کھڑے سب کو دعوت کا بلاوا دے دیا

کیوں مولوی جی ٹھیک ہے نا....؟ اس نے احتراماً مولوی صاحب سے پوچھا جو بچی کو شفقت سے دیکھ رہے تھے۔

ہاں ہاں بلکل ٹھیک ہے۔ تم درگاہ ضرور جاؤ اور وہاں میرا سلام بھی کہنا۔

تو پھر شام میں ملتے ہیں۔ کیوں بھائیو....! اس نے پھر سب کی جانب دیکھا۔

ہاں ہاں ضرور۔ لوگوں نے ان دونوں کو راستہ دے دیا۔

جھلسا دینے والی دھوپ اور حبس سے بے حال پسینے میں شرابور شفیق اور سکینہ بچی کو لیے درگاہ پہنچ گئے۔

وہاں بیٹھے زائرین اور مجاوروں میں مٹھائی تقسیم کی۔ خوب دعائیں مانگیں۔ سکینہ کی آنکھوں سے خوشی کی برسات تھی کہ تھمتی نہ تھی۔ حاضری دے کر یہ دونوں باہر نکلے تو موسم بھی اپنا مزاج بدل چکا تھا۔ ہوا کے تیز جھکڑ زمین پر بکھرے پتوں اور زائرین کو ایک ساتھ واپس اندر کی جانب دھکیل رہے تھے۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہوتے دیکھ کر دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے آگے بڑھے۔ شفیق کی نظریں کسی سواری کو ڈھونڈ رہی تھیں تاکہ جلد از جلد گھر پہنچ کر دعوت کا انتظام کیا جا سکے۔ مگر قدرت شاید یہ نہیں چاہتی تھی کہ یہ لوگ ابھی یہاں سے واپس جائیں۔ کہ اچانک چار دن سے ہونے والی گرمی اور حبس کا زور ٹوٹ گیا۔ ہلکی بوندوں نے تیز بارش کا روپ دھارن کر لیا تھا۔ سکینہ نے جلدی سے نازک نومولود کو اپنی چادر میں سمو لیا۔ وہ واپس اندر مزار کی جانب پلٹے۔ مگر وہاں تو تل دھرنے کی جگہ نہ بچی تھی تمام زائرین چھوٹی سی جگہ پر سمانے کی کوشش کر رہے وہ دوڑ کر اسی ہجوم کا حصہ بن گئے۔ ذرا سی دھکم پیل کے بعد بالآخر ایک کونے میں جگہ بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ دونوں تقریباً بھیگ چکے تھے۔ سکینہ کی پتلی سی چادر بچی کو بارش سے محفوظ رکھنے کے لئے ناکافی تھی ایسے میں ٹین کی چادروں سے ٹپکتا پانی بھی ان کے سروں کو بھگونے لگا۔ اس کی نظریں بے چینی سے ادھر ادھر کوئی محفوظ مقام ڈھونڈنے لگیں جہاں بچی کو ہوا اور پانی سے محفوظ رکھا جا سکے۔

اتنے میں ہجوم میں کھڑے ایک مجذوب نے جسے تھوڑی دیر پہلے سب چلچلاتی گرمی میں اون کی چادر اوڑھے دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ اپنی اونی چادر اتار کر بچی پر ڈال دی۔

بچی کو لپیٹ لے اس میں۔ وہ مجذوب بولا۔ سکینہ نے مجذوب کی طرف دیکھے بغیر چادر لی اور بچی کو جلدی سے اس میں لپیٹ لیا۔

اب وہ پر سکون تھی۔ اس نے باہر جھانک کر دیکھا۔ بارش ہونے پر ننھے بچے خوشی میں مست خوامخواہ اچھل رہے تھے۔ ان میں سے کچھ شرارتی بچے ناہموار زمین کے گڑھوں میں جمع ہو جانے والے پانی میں ہاتھ مار مار کر چھپ چھپ کرتے اور پھر ایک دوسرے پر چھینٹیں اڑا رہے تھے۔

نہ جانے کتنا وقت گزر گیا سکینہ یوں ہی بے خودی سی بارش کا نظارہ کرتی رہی۔ بارش تھم چکی تو ہر طرف مٹی کی سوندھی خوشبو پھیل گئی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے، سبز شفاف پتے جو دھل کر نکھر گئے تھے سارا منظر بہت خوبصورت ہو گیا تھا۔

کئی لوگ واپس جانے کے لیے باہر نکلے لیکن سکینہ کی متلاشی نظریں اسی مجذوب کو ڈھونڈ رہی تھیں تاکہ اس کی چادر واپس کر سکے پوری درگاہ میں دیکھنے کے باوجود وہ نہ مل سکا۔ ویسے ہی بہت دیر ہو چکی تھی اور پھر گاؤں والوں کو دعوت بھی دے چکے تھے۔ اس لیے اب جلد سے جلد گھر پہنچنا تھا۔

ایک کام کرتے ہیں یہ چادر اس آدمی کو دے دیتے ہیں کہ یہ اس مجذوب کو دے دے۔ شفیق نے انگلی سے ایک آدمی کی جانب جو مزار کے ایک کونے میں سر جھکائے بیٹھا تھا اشارہ کیا۔

ہاں جی.... یہ صحیح ہے دونوں مزار کے پاس بیٹھے آدمی کی جانب تیزی سے بڑھ گئے۔

باباجی....! شفیق نے آہستہ سے پکارا اور احترام سے آدمی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

اس آدمی نے سر اٹھا کر شفیق کی جانب دیکھا۔

وہ یک دم پیچھے ہٹ گیا۔ سکینہ کا دل بھی تیز تیز دھڑکنے لگا وہ بھی ایک قدم پیچھے ہو گئی۔

ہاشم بابا.... سکینہ کے لب دھیرے سے ہلے۔ دونوں کی نگاہیں جھک گئیں وہ احتراماً ایک قدم پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔

نورانی چہرہ بارعب شخصیت والے ہاشم بابا پیر سائیں کے خاص فیض یافتگان میں سے تھے۔ پیر سائیں کی خصوصی نظر کرم سے جواں سالی میں ہی ان پر معرفت الٰہی کی راہیں کھل گئیں تھیں۔ ہاشم بابا کا کوئی خاص ٹھکانہ نا تھا۔ وہ بابا کے حکم پر شہروں، گاؤں قصبوں کا دورہ کرتے خلق خدا کی خدمت میں مصروف رہتے۔ سکینہ کو یاد تھا وہ بچپن میں اپنے بابا کے ساتھ جب بھی درگاہ آتی اس کا ننھا سا معصوم دل ہاشم بابا کو سلام کرنے اور ان سے دعا لینے کے لیے تڑپ تڑپ جاتا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کیوں وہ ہاشم بابا سے ملنے کے لئے تڑپتی ہے جن سے اس کا کوئی خونی رشتہ نہ تھا۔ نہ ہی وہ اسے جانتے تھے اور آج....برسوں بعد ہاشم بابا ایک بار پھر اس کے بالکل سامنے تھے۔ اس وقت ہاشم بابا سے ملاقات ہو جانا سکینہ کو ایک بہت بڑی نعمت محسوس ہو رہا تھا۔ ہاشم بابا کے سامنے سکینہ ادب و عقیدت سے کپکپانے لگی۔ شفیق کی حالت بھی ایسی تھی جیسے وہ کسی خاص کیفیت میں ہو۔

بیٹھو....! دونوں کو اس طرح لرزتے کانپتے دیکھ کر بابا کی شیریں آوز ابھری۔

شفیق دوزانو سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ سکینہ ابھی تک کھڑی تھی۔ بابا کا رعب اسے بیٹھنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔

بیٹھ جا.... پھر آواز ابھری۔

وہ وہیں دھیرے سے سمٹ کر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ اس دوران سکینہ نے کن انکھیوں سے دیکھا۔ بابا کے لباس میں ہلکی سی نمی گواہی دے رہی تھی کہ وہ بارش کے دوران ہی درگاہ پہنچے۔ شاید اس لیے کسی نے نہیں دیکھا مگر وہ کب آئے۔ کب؟ اس کے ذہن میں سوال ابھرا

سکینہ نے دیکھا کہ بابا کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری تھی۔

وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔

دعا سے فارغ ہو کر وہ ان کی جانب متوجہ ہوئے۔

ہاں کہو کیا بات ہے۔؟

دونوں کی کچھ سمجھ نہیں آیا کہ اتنی اچانک ملاقات نے دونوں کو گڑبڑا دیا تھا۔ ایسے میں ننھی بچی نے کسمسا کر سکینہ کو جیسے ملاقات کی وجہ بتا دی۔ اس نے جلدی سے بچی کو آگے کر دیا۔

وہ ہماری ب ب بیٹی.... اس کا نام.... سکینہ کے الفاظ ساتھ نہیں دے رہے تھے اس نے ہکلاتے ہوئے مدعا بیان کیا۔

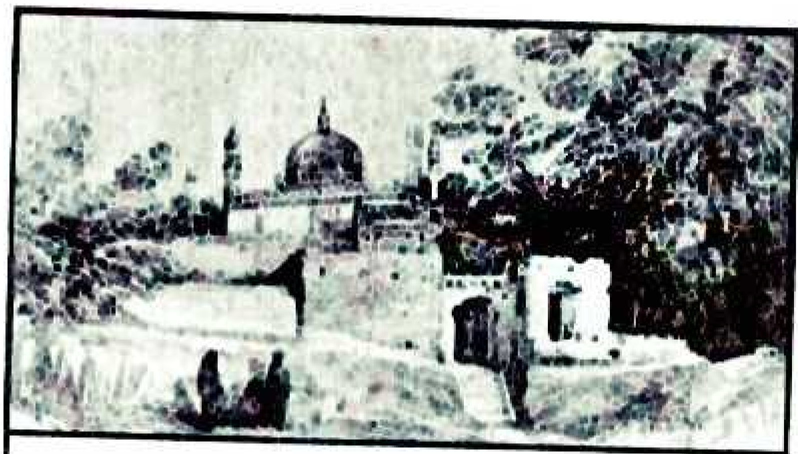
ہاشم بابا نے غور سے پہلے سکینہ اور پھر بچی کی طرف دیکھا.... اسے گود میں لے لیا۔

ماشاء اللہ.... وہ شفقت سے بولے کیا نام ہے تمہارا وہ شفیق سے مخاطب ہوئے

جی میں شفیق.... اس کا سکینہ۔ میں کمہار ہوں۔

جی۔ شفیق ایک سانس میں بولا۔

اچھا اچھا۔ ایسے میں بچی رونے لگی انھوں نے



کچھ توقف کے بعد ہاشم بابا بولے یہ بچی بہت خاص ہے.... یہ پارس ہے۔ اس کا نام پارس ہی رکھ دیتے ہیں.... اس وقت معصوم بچی سوتے سوتے ہلکے سے مسکرائی ماشاءاللہ.... لو بھئی اسے بھی نام پسند آیا ہے۔ ہاشم بابا نے اپنی گود میں لیٹی بچی کو مسکراتے دیکھا تو خود بھی بہت خوش ہوئے۔



انتہائی شفقت سے اپنی انگلی اس کے منہ میں دے دی بچی انگلی چوسنے لگی۔ پتہ نہیں .... بابا جی کی انگلی سے شہد نکل رہا تھا یا کوئی اور تاثیر تھی پہلے تو بچی نے رونا بند کیا اور پھر انگلی چوستے چوستے گہری نیند سو گئی۔

ماشاء اللہ ماشاءاللہ۔ ان کے لہجے میں خوشی تھی۔ ان کے لبوں پر کھلتی گہری مسکراہٹ ان کے پرنور چہرے کو مزید تابناک بنا رہی تھی۔ وہ کچھ دیر بچی کو بغور دیکھتے رہے۔

کچھ توقف کے بعد ہاشم بابا بولے ۔ بہت خاص ہے یہ .... یہ پارس ہے۔ تم لوگوں نے اس بچی کا کیا نام رکھا ہے....؟

جی... وہ جی۔ بابا جی اس بچی کا نام آپ رکھیں نا... سکینہ نے شفیق کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

جی بابا جی .... شفیق نے بھی سکینہ کی تائید کرتے ہوئے بابا جی سے درخواست کی۔

بھئی۔ یہ بچی بہت خاص ہے.... یہ پارس ہے۔ اس کا نام پارس ہی رکھ دیتے ہیں۔ کیوں بھئی.... ہاشم نے بچی کی طرف دیکھتے ہوئے اس طرح کہا جیسے وہ اس بچی کی رضامندی بھی چاہ رہے ہوں۔

اس وقت معصوم بچی سوتے سوتے ہلکے سے مسکرائی ماشاءاللہ.... ماشاء اللہ۔ لو بھئی اسے بھی نام پسند آیا ہے۔ ہاشم بابا نے اپنی گود میں لیٹی بچی کو مسکراتے دیکھا تو خود بھی بہت خوش ہوئے۔

نام پسند ہے نہ تجھے بھی....؟ بابا ہاشم اچانک سکینہ سے مخاطب ہوئے۔

وہ تو جیسے گونگی ہو گئی تھی۔ شفیق نے ٹہوکا دیا۔ بابا نے کچھ پوچھا ہے تجھ سے۔

ج جی بابا۔ ہاشم بابا بہت خوبصورت سکینہ ہکلائی

خوش رہو۔ بابا مسکرا دیئے۔

رش بڑھ گیا تھا عقیدت مندوں کی نظر ہاشم بابا پر پڑ چکی تھی۔ اب مناسب تھا کہ وہ اٹھ جائیں۔ دونوں نے اجازت چاہی اور بابا کی دعائیں سمیٹے شاداں و فرحاں درگاہ سے باہر نکلے۔

شفیق نے جلدی سے ایک تانگہ رکوالیا اب انہیں گھر جانے کی جلدی تھی آخر دعوت کی تیاری بھی تو کرنی تھی جو سویرے ہی شفیق نے سب کو دے ڈالی تھی

سنو جی....! آپ کسی کو ہاشم بابا والی بات مت بتانا۔ وہ تانگے میں بیٹھتے ہوئے بولی۔

کونسی بات....؟

وہی جو بابا نے کہا کہ یہ بہت خاص ہے۔

یہ تو اچھی بات ہے کیوں نہ بتاؤں....؟

پتہ نہیں جی لوگ کیا سمجھیں....؟ کہیں میری بیٹی کو کسی کی نظر نہ لگ جائے۔ وہ روایتی ماؤں کی طرح بولی

اچھا نہیں بتاؤں گا۔ سکینہ کے انداز پر وہ ہنس پڑا۔

تانگہ سبک رفتاری سے گھر کی جانب رواں دواں تھا مگر سکینہ کی پرواز تو جیسے فضاؤں میں تھی۔ آج اس کی زندگی کا سب سے بڑا دن تھا۔ اس کی نظریں آسمان پر لگی ہوئی تھیں۔ جس کا نیلا تھال ابھی تک پانی کے سرمئی روئی کے گالوں سے نرم مشکیزوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہ بادل کسی بھی لمحے برسنے کو بے تاب تھے۔

اسے ان سرمئی بادلوں میں بابا ہاشم کا مسکراتا چہرہ نظر آنے لگا۔ وہ مسکرا دی۔ اس نے بچی کو ہولے سے چوم لیا۔

یہ بڑی نصیبوں والی ہے تو۔ اس نے بچی کے کان میں سرگوشی کی اور پھر اسی چہرے کو نظروں میں بسائے وہ گھر آ گئی۔

ابھی بہت کام باقی تھے۔ سکینہ گھر کی صفائی، کھانے کا انتظام اور دیگر تیاریوں میں مگن ہو گئی

ہمارے گاؤں دیہاتوں کی خوبصورت ریت کے مطابق محلے والے بالخصوص عورتیں ہر جگہ ہاتھ بٹانے کے لیے پہنچ جاتی ہیں پھر چاہے وہ گھر کی دعوت ہو یا کھیت میں کٹائی، شادی بیاہ ہو یا کسی کا مرنا جینا عورتوں کے بغیر سب ادھورا ہے۔

یہاں بھی محلے کی چند عورتیں سکینہ کا ہاتھ بٹانے پہنچ گئی تھیں۔ کوئی چاول صاف کرنے میں مدد کر رہی تھی تو کوئی گھر کی صفائی کے ساتھ ساتھ لوک گیت بھی گاتی جا رہی تھی۔ عورتوں کو اس طرح گاتا گنگناتا دیکھ کر گھر کے باہر محلے کے بچوں نے بھنگڑا ڈالنا شروع کر دیا جس نے عید کا سا ماحول بنا دیا تھا۔ ایسے میں سکینہ نے گھر کو چھوٹے چھوٹے مٹی کے دیئوں سے روشن کر دیا جو ننھے تاروں کی مانند چمک رہے تھے۔ شام تک ابر چھایا رہا۔ تقریباً پورا گاؤں دعوت میں شریک تھا سوائے کرم دین کے۔

بھائیو....! پیٹ بھر کے کھاؤ دیسی گھیو (دیسی گھی) والا شوربا گوشت ہے۔ خاص گڑ والے چاول بھی ہیں۔ ابھی لاتا ہوں۔ کھانا شفیق پرات میں سالن انڈیلتے ہوئے بولا۔

شفیق تو بلکل پگلا گیا ہے اتنے سالوں بعد گود بھی لی تو بیٹی اور اب یہ دعوت بھی.... جمال کی بری خصلت نے اسے اکسایا۔ وہ بھلا ایسا موقع ہاتھ سے کیسے جانے دیتا۔

مطلب....؟ ایک آدمی مرغی کی ٹانگ چباتے ہوئے بولا۔

مطلب یہ ہے کہ دس سال بے اولادی کے بعد بیٹا گود لیتا تو کم سے کم بڑھاپے کا سہارا تو بنتا۔

ہاں یہ تو ہے.... کم سے کم مشورہ ہی کر لیتا۔

وہی تو۔

چل چھوڑ ہمیں کیا....؟ تو ٹکڑ کھا، تے عیش کر....

وہ کندھے اچکا کر بولا اور شوربا گوشت کی لذت میں گم ہو گیا۔

نہیں پھر بھی سوچ تو سہی.... اگر ابھی اتنا خرچہ کیا ہے تو اس کی شادی پر کیا کرے گا۔ جہیز بھی تو دینا ہو گا۔ جمال کو بھی کسی طرح چین نہیں مل رہا تھا وہ

پھر شروع ہو گیا۔

ان کی باتیں قریب بیٹھے مولوی صاحب کے کانوں میں پڑیں تو وہ ضبط نہ کر پائے

لاحول ولا قوۃ.... کچھ حیا کرو بے شرمو۔ کتنے پیار سے اس نے تم سب کو بلایا اور تم لوگ اسی کا مذاق اڑا رہے ہو منافقو۔ مولوی صاحب کا غصہ تیز ہو گیا۔

جی جی مولوی صاحب تسی صحیح کہہ رہے ہو ایک آدمی نے جلدی سے بات بنا کر انہیں ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے لگا

باقی سب بھی زیر لب مسکراہٹیں دبائے کھانے میں مشغول ہو گئے۔

اندر گھر میں گاؤں کی عورتیں بچی کے جھولے کے گرد گھیرا ڈالے بیٹھی تھیں۔ صحیح معنوں میں آج ہی سب نے بچی کو نظر بھر کر دیکھا تھا۔

ننھی بچی سنہری دھنک اور گوٹہ کناری سے کڑھی گلابی ریشم کے کپڑے میں لپٹی ہوئی تھی۔اس کے بائیں گلابی گال پر کاجل سے ایک گول بڑا سا تل بنایا گیا تھا جو اس پر بہت سج رہا تھا....؟

ہاں ہے تو بڑی سوھنی۔ سکینہ....! اس کا ناں (نام) کی سوچا تونے....؟

ارے یہ تو ہماری شہزادی ہے شہزادی۔ شفیق جو اندر سامان رکھنے آیا تھا وہیں سے بولا۔

اے تے وڈا خبصورت ناں اے۔(یہ تو بڑا خوبصورت نام ہے)

او نئیں نئیں ناں تو اس کا میرے سچے پیر سائیں کے ہاشم بابا نے رکھا ہے۔ سکینہ پارس کی بلائیں لینے لگی۔

اچھا! کئی عورتیں ایک ساتھ بولیں.... وہ اب مرعوب نظر آ رہی تھیں۔

ہاں جی.... سکینہ اترائی۔

پارس رکھا ہے اس کا نام ہاشم بابا نے۔

اس نے پیار سے بچی کو سینے سے چمٹا لیا۔

واہ جی.... ہاشم بابا کب آئے گاؤں میں۔

ہاں جی .... وہ تو کافی عرصے سے گاؤں میں تھے ہی نہیں۔

شفیق تو بلکل پگلا گیا ہے اتنے سالوں بعد گود بھی ملی تو بیٹی اور اب یہ دعوت بھی....دس سال بے اولادی کے بعد بیٹا گود لیتا تو کم سے کم بڑھاپے کا سہارا تو بنتا.... کم سے کم مشورہ ہی کر لیتا.... اگر ابھی اتنا خرچ کیا ہے تو اس کی شادی پر کیا کرے گا۔ جہیز بھی تو دینا ہو گا۔جمال کو بھی کسی طرح چین نہیں مل رہا تھا۔جمال کی بری خصلت نے اسے اکسایا۔ وہ بھلا ایسا موقع ہاتھ سے کیسے جانے دیتا۔



کب آئے وہ....؟

یہ تو مجھے پتہ نہیں کہ ہاشم بابا گاؤں میں کب آئے پر آج جب ہم درگاہ گئے تو وہاں ان سے ہماری ملاقات ہوگئی۔

اچھا.... بڑی بات ہے جی.... ایک عورت نے کچھ طنزیہ سے انداز میں کہا۔

یہ تو بہت اچھا ہوا کہ تم لوگ آج بچی کو لے کر درگاہ گئے اور وہاں ہاشم بابا سے مل لیے۔ سکینہ کی ایک پڑوسن نے خوش دلی سے کہا۔

نصیبوں کی بات ہے جی نصیبوں کی۔ لگتا ہے یہ بچی بہت نصیبوں والی ہے۔ گاؤں کی ایک اور عورت سکینہ کو مبارک باد دیتے ہوئے بولی۔

ہاں .... مگر ہے تو لڑکی نا.... ایک عورت نے سرسری کے سے انداز میں اپنے ساتھ کھڑی عورت سے کہا۔

دیکھنا میں پارس کو خوب پڑھاؤں گی۔ اسے اچھی سے اچھی تعلیم دلواؤں گی۔ سکینہ بڑے چاؤ سے بولی

اچھا.... کئی عورتوں نے پھر حیرت سے آنکھیں پھاڑیں -شاید ایسی عورت انھوں نے پہلی بار دیکھی تھی۔

ارے اس کے نیک نصیب کی دعا کر۔ بس ساتھ خیریت کے گھر کو جائے ایک بوڑھی خاتون نے سکینہ کو ٹوکا۔

انشاءاللہ خالہ ضرور اپنے گھر کو جائے گی پر پہلے اسے پڑھاؤں گی اسے اچھا انسان بناؤں گی

تو کیا ہم نے برا انسان بنایا ہے اپنی بیٹیوں کو....؟ وہ چڑھ دوڑی۔

میرا مطلب ہے پڑھنے لکھنے سے صحیح غلط کا فرق پتہ چلتا ہے۔ فیصلہ کرنے کی قابلیت آتی ہے۔ سکینہ بھی بچوں کی طرح ضد کرنے لگی۔

ہاں بھئی بوت دیکھے ایسے پڑھانے والے۔ ذرا بڑی تو ہو جائے۔ بوڑھی خاتون نے پھر چیلنج کیا۔

❖❖❖

مجھے تو اس عورت کی ذرا سمجھ نہیں آئی شاداں سویرے سویرے کسی نیوز بلیٹن کی طرح بانو کے گھر آدھمکی تھی اور دعوت کا احوال سنانے سے زیادہ سکینہ کو لعن طعن کر کے اپنا دل ہلکا کر رہی تھی

اچھا۔ اف آج پھر کتنی گرمی ہے۔ بانو خود کو پنکھا جھلتے ہوئے بولی

شاداں تُو ایسا کر ادھر بیٹھ جا۔ ادھر بہت ہوا ہے۔

بانو ایسا ظاہر کر رہی تھی جیسے اسے اس معاملے سے کوئی دلچسپی ہی نہ ہو۔

رب دی سو ایسا سجایا تھا اس کو جیسے کوئی حسین گڑیا۔ کہتی ہے پڑھاؤں گی اور اچھا انسان بناؤں گی بھلا بتاؤ ہم کیا برے انسان ہیں۔ وہ منہ سکیڑ کر بولی۔

اب وہ اس کی بیٹی ہے۔ وہ جانے ہمیں کیا۔ نصیبو نے ٹکڑا دیا

شاداں نصیبو کی بات سن کر تھوڑی حیران ہوئی۔

کیا تم لوگوں کو ذرا دکھ نہیں ہوا بچی دیتے ہوئے۔ آخر کو تمہارا خون ہے وہ۔

بانو کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔

دیکھو باجی شاداں....! یہ فضول باتیں یہاں مت کرو۔ برادری کو جو بہتر لگا انھوں نے کیا۔ اس نے اپنی جان چھڑائی۔

اور تم کو اس سے کیا....؟ ایویں دوسرے کے معاملوں میں فضول میں اپنی ناک گھسیڑنا۔ نصیبو نے

بھی دو ایک سنا دی۔

ہے ہے توبہ کرو۔ میں یہاں کونسا تمہاری سن گن لینے آئی ہوں۔ میں تو سمجھی تھی کہ ماں باپ ہونے کے ناطے دکھی ہو گے ذرا دل ہی بتا دوں گی تمہارا۔

او ہو ہمیں کوئی دکھ نہیں ہم بہت خوش ہیں اور تم کونسا دکھ بانٹو گی۔ یہاں سے اگلے گھر جا کر ایک کی دو کر کے سناؤ گی۔ نصیبو جل کر بولی۔

لے تے فر مجھے کیا.... ؟میری بلا سے۔ میں تو چلی۔ شاداں بڑبڑاتی سر پر چادر ڈال باہر نکل گئی۔

خیریت....؟ سامنے سے آتے کرم دین نے جو شاداں کو ایسے غصے میں جاتے دیکھا تو پوچھ بیٹھا۔

مگر وہ منہ بنا کر نکل گئی۔

بانو کی زبانی ساری بات اور دعوت کا احوال سن کر وہ تھوڑا حیران ہوا۔ شاید اسے یقین نہیں تھا مگر پھر بھی بڑے اعتماد سے بولا:

ابی صحیح کہتا تھا.... پڑھنے لکھنے سے عقل پر پتھر پڑ جاتے ہیں۔ اب دیکھو نا ایک تو بیٹی گود لی اور اوپر سے یہ سب چونچلے بازیاں۔

آپ صحیح کہہ رہے ہو جی۔ بانو نے جلدی سے سر ہلا دیا۔

بے اولادی کی وجہ سے شفیق اور سکینہ کی عقل پہلے ہی جواب دے چکی تھی۔ اب ان کے ہاں بچے کی کلکاریاں سنائی دے رہی ہیں تو یہ پورے پاگل ہو گئے ہیں۔ بھلا بتاؤ....! بیٹی لے کر اتنی خوشیاں منانا یہ بھی کوئی بات ہوئی.... پاگل ہیں پاگل۔ میں تو کہتا ہوں تو بھی اب ان لوگوں سے ذرا دور دور ہی رہ سمجھی....؟

آہو جی۔ بانو نے فرمانبرداری سے سر ہلا دیا۔



پڑھنے لکھنے سے صحیح غلط کا فرق پتہ چلتا ہے۔ فیصلہ کرنے کی قابلیت آتی ہے۔

دیکھنا میں پارس کو خوب پڑھاؤں گی۔ اسے اچھی سے اچھی تعلیم دلواؤں گی۔ سکینہ بڑے چاؤ سے بولی

اچھا....

کئی عورتوں نے پھر حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔ شاید ایسی عورت انھوں نے پہلی بار دیکھی تھی۔

میں پانی لاتی ہوں۔

❖❖❖

گاؤں میں کئی دنوں تک دعوت اور اس کا لذیذ کھانا موضوع گفتگو بنا رہا۔ پھر سب معمول پر آنے لگا۔

بچی سال بھر کی ہو گئی تھی۔ پورا گاؤں جس بات کو شدت سے محسوس کر رہا تھا وہ اس عرصے میں شفیق کے بدلتے ہوئے حالات تھے۔ سب جانتے تھے وہ ایک معمولی کمہار ہے۔ روزمرہ کے برتن بناتا اور زیادہ سے زیادہ اگلے گاؤں تک بیچ آتا۔ اتنا کما لیتا کہ دو بندوں کی عزت سے گزر بسر ہو جائے۔ پھر بھی نہ جانے کہاں سے شفیق کے گھر میں دھن برسنے لگا تھا۔ اس کے بنائے ہوئے برتنوں کی مانگ میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور اب تو تحصیل میں بھی اس کے برتن فروخت

ہونے لگے تھے۔

شفیق اور سکینہ پارس کو لے کر ہر تیسرے چوتھے دن درگاہ پر جاتے۔ وہاں حاضری اور دعا کے بعد ہاشم بابا سے ملتے۔ ہاشم بابا پارس کو اپنی گود میں لے کر اس پر دم کرتے اور اسے کچھ دیر اپنی گود میں لیے رکھتے۔

ماشاءاللہ.... ماشاءاللہ۔ بہت پیاری بچی ہے۔ یہ نور والی ہے۔ اس سے روشنی پھیلے گی۔ یہ بہت خاص ہے۔

جی باباجی....

باباجی کی باتیں شفیق اور سکینہ خاموشی سے سنتے کچھ کہتے تو بس اتنا ہی کہہ پاتے جی۔ باباجی۔

گھر میں خوشحالی کے ساتھ ایک انجانی خوشی نے بھی بسیرا کر لیا تھا اور پھر.... ایک دن پورے گاؤں میں اس وقت ہلچل مچ گئی جب ایک انگریز میم شفیق سے ملنے آئی۔ اس کے ساتھ شہر کا کوئی آدمی اور تحصیل کا وہ دکاندار بھی تھا جہاں شفیق برتن فروخت کرتا تھا۔ اس نے بتایا یہ کہ میڈم تم سے آرڈر پر مٹی کے مختلف برتن مٹکے صراحی وغیرہ بنوانا چاہتی ہے جو یہ اپنے ملک میں نمائش میں رکھے گی۔ اس کام کے لیے انگریز میم کی طرف سے بتائی جانے والی رقم شفیق کے تصور سے بھی باہر تھی اتنی تو اسے گنتی بھی نہ آتی تھی۔

اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی تھی۔ وہ بار بار ننھی پارس کا ماتھا چومتا۔ اسے گود میں لے کر ہوا میں اچھالتا۔ ولایت سے برتنوں کے آرڈر ملنے پر جو بھی اسے مبارک باد دیتا وہ یہی کہتا کہ یہ سب میری بیٹی کے نصیب کا ہے۔ بڑی بھاگوان ہے میری پارس۔

سکینہ کو بار بار ہاشم بابا کے کہے جملے یاد آجاتے۔

بڑی نصیبوں والی ہے تیری بیٹی۔ بہت خاص ہے۔

نصیبوں والی تو وہ سچ مچ تھی مگر اس خاص کا کیا مطلب ہے....؟ سکینہ اکثر سوچتی مگر اسے کوئی خاطر خواہ جواب نہ مل پاتا۔

جاری ہے

عجیب تر

دنیا بھر میں رونما ہونے والے دلچسپ اور عجیب واقعات



انگ کور
ایک شہر جسے جنگل نگل گیا

ذرا دس لاکھ سے بھی زیادہ آبادی کے ایک شہر کا تصور کیجیے۔ سان فرانسسکو سے بھی بڑا شہر، کوئٹہ، کویت، الہ آباد، بصرہ، دمام اور برزبین جتنی آبادی والا شہر، رقبہ کے حساب سے دیکھا جائے تو پشاور اور لاہور کے رقبہ کے برابر، اسلام آباد اور واشنگٹن کی طرح مرکزی شہر۔ لیکن اسلام آباد اور واشنگٹن سے بھی زیادہ رقبہ گھیرے ہوئے ایک سلطنت کا دار حکومت، جس کی یادگاریں اور سرکاری عمارت ڈسٹرکٹ آف کولمبیا عمارات سے کہیں زیادہ بڑی ہیں۔

اب اس وسیع شہر کو متروک تصور کیجیے.... تصور کیجیے کہ اتنے بڑے شہر کو لوگ اچانک چھوڑ جائیں تو کیا ہوگا.... کام کرنے والوں نے اپنے اوزار رکھ دیے، ماؤں نے اپنے بچے اٹھائے اور فرار ہوگئے۔ شہر ویران چھوڑ دیا گیا ہے۔ چار سو سال تک یہ شہر ایک دم بے آباد رہا.... اس کے اردگرد موجود جنوب مشرقی ایشیا کا انتہائی گھنا اور الجھا الجھا جنگل اتنا بڑھا کہ شہر نگاہوں سے غائب ہوگیا۔ چار سو سال اس کی صرف داستانیں باقی رہیں۔ لیکن سبزے کا گھنا پردہ اسے آنکھوں سے چھپائے ہوئے تھا۔

ماہرین آج بھی اس معمہ کو حل نہیں کر پائے ہیں کہ وہ کیا وجہ تھی کہ دس لاکھ انسان اپنے گھربار اور کاروبار کھلا چھوڑ کر شہر سے فرار ہوگئے اور صدیوں پلٹ کر اس کی خبر نہ لی اور وقت کے ساتھ ساتھ اسے فراموش کر دیا گیا۔



یہ انیسویں صدی عیسوی کی بات ہے کہ فرانس کا مشہور سیاح ہنری موہاٹ Henri Mouhot جنوب مشرقی ایشیا میں کسی انوکھی چیز کی کھوج میں سرگرداں تھا۔ اس کا اصل شوق تتلیاں تھیں، اب تک وہ بیس ہزار کے لگ بھگ تتلیاں جمع کر چکا تھا۔ اسی دھن میں وہ سلطنت کمپوچیا کے جنگلوں میں پیدل چلتے ہوئے اپنی راہ میں آنے والی جھاڑیاں، شاخیں اور بیلوں کو کاٹتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک گھنے جنگل میں درختوں کے درمیان ایک کھلی ہوئی جگہ پر پہنچ گیا۔

حیران کن بات یہ تھی کہ وہ علاقہ جنگل کے درمیان ہوتے ہوئے بھی جنگل بالکل نہیں لگ رہا تھا۔ اس میں جنگلوں والی کوئی بات ہی نہیں تھی۔ وہاں پتھروں سے بنی خاموش اور ساکت عمارات تھیں جن پر کائی جمی ہوئی تھی۔ کوئی ذی روح وہاں نہیں تھا۔ پرندوں کی چہچہاہٹ کے سوا کوئی آواز نہ تھی۔ چھوٹی چھوٹی کئی عمارتوں سے آگے اسے پانچ مینار بھی دکھائی دیے۔ ان میناروں پر اتنی نفاست سے میناکاری کی گئی تھی کہ وہ دنگ رہ گیا۔ وہ مینار یقیناً بے حد قدیم تھے، اس لیے کہ ان پر موٹی کائی جمی ہوئی تھی اور بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔ اس وجہ سے سب کچھ سبز ہو گیا تھا۔ وہ حیرت سے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ آگے پتھروں کا راستہ تھا جو بتدریج بلند ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اسے ایک معبد دکھائی دیا۔ جس کے دروازے قوی ہیکل تھے ان دروازوں کو بناوٹ کے لحاظ سے پُرہیبت اور شاندار کہا جا سکتا تھا۔ اس عمارت کی روشیں بہترین تھیں۔

وہ کچھ آگے گیا تو اسے ایک سڑک نظر آئی جو بہت چوڑی اور اتنی لمبی تھی کہ اس کا دوسرا سرا نگاہوں کی گرفت میں نہیں آ رہا تھا۔ سڑک پر سبزہ اگا ہوا تھا اور کئی جگہوں پر روشنی بھی نہیں پڑ رہی تھی تاہم سب کچھ محفوظ تھا۔ تعمیرات کی ہیئت اتنی نہیں بگڑی تھی کہ وہ پہچانی نہ جاتیں۔ وہ کھنڈر نہیں تھے بلکہ گزشتہ کل کا ایک ثابت و سالم شہر تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ پریوں کا دیس تھا جسے وقت نے فراموش کر دیا ہو۔

ہنری موہاٹ کوئی ماہر ارضیات نہیں تھا، لیکن اس نے سیاحت کرتے ہوئے ایک عجوبہ روزگار شہر دریافت کر لیا تھا۔ وہ کوئی چھوٹا موٹا شہر نہیں تھا کہ اسے نظر انداز کر دیا جاتا۔ قیاساً اس کی آبادی دس لاکھ رہی ہوگی۔ گویا دہ سان فرانسسکو، کوئٹہ، کویت، الہ آباد، بصرہ دمام اور برزبین جتنی آبادی والا شہر، رقبہ کے حساب سے دیکھا جائے تو پشاور اور لاہور کے رقبہ کے برابر، اسلام آباد اور واشنگٹن سے بھی زیادہ رقبہ گھیرے ہوئے ہے، اس کے معبد کی وسعت کا اندازہ یوں کیجیے کہ وہ ڈسٹرکٹ آف کولمبیا سے زیادہ بڑی ہیں۔

یہ ایشیا کی ایک نابود نسل خمیر کا دارالحکومت تھا جو اس دریافت سے چار سو برس قبل تک لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل رہا تھا۔ موہاٹ اس کے بارے میں بالکل نابلد تھا اور اسے خمیروں کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے کن لوگوں نے تعمیر کیا تھا اور پھر رہائش متروک کیوں کر دی....؟

اس نے قریبی گاؤں کا رخ کیا پھر جو پہلا شخص نظر آیا اس نے اسے اپنے سوالات کی زد میں لے لیا۔

''کیا تمہیں پتا ہے، وہ ادھر کیا مردہ شہر ہے....؟ وہاں کون رہتا تھا....؟ اسے چھوڑ کیوں دیا گیا....؟ اسے کن لوگوں نے تعمیر کیا تھا....؟''

لیکن کوئی بھی واقف نہیں تھا کہ وہ عجوبہ روزگار شہر کیسے اور کب وجود میں آیا اور کب اور کیوں ویران ہو گیا....؟

ہنری نے ان بستیوں کے بڑے بوڑھوں سے رابطہ

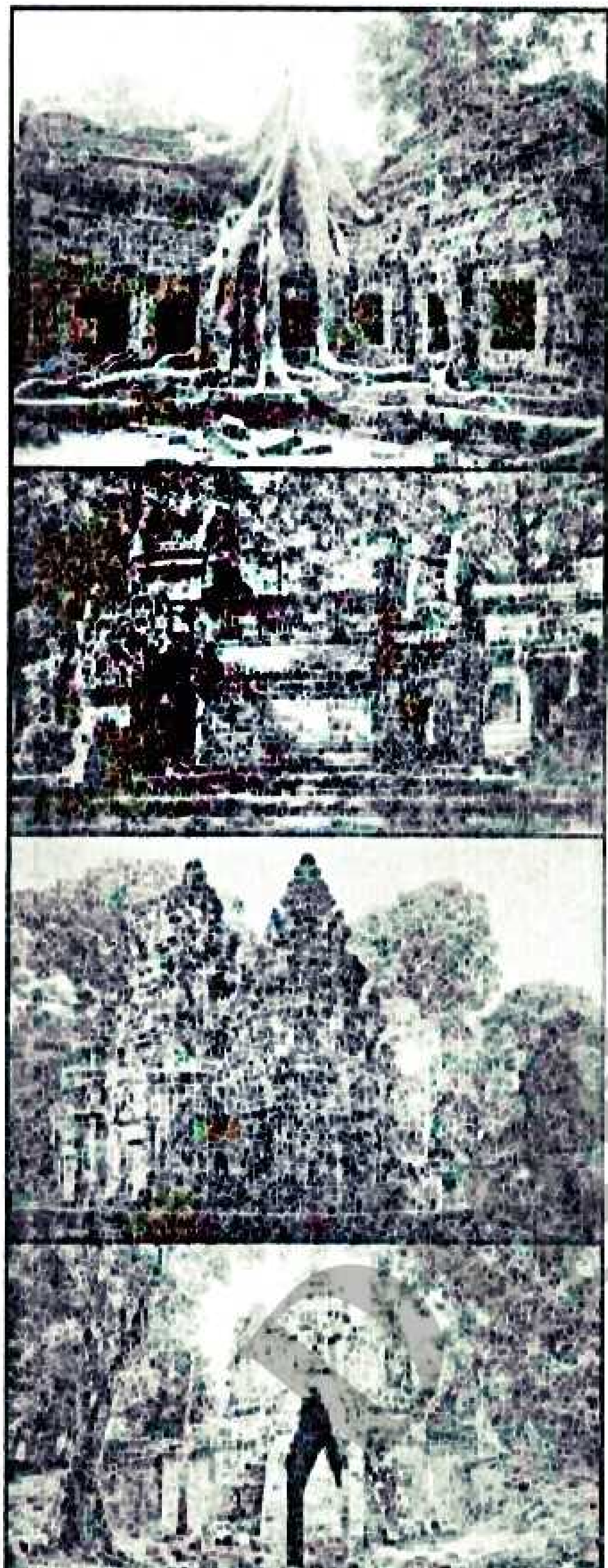
کیا کسی نے "اسے جنات نے تعمیر کیا تھا....؟" کوئی بولا "یہ فرشتوں کے بادشاہ کا کام ہے۔" کسی نے کہا۔ "یہ شہر ہمیشہ سے یہاں تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ تم قدرت کے کاموں میں دخل نہ دو۔ اپنی راہ پکڑو اور چلتے بنو۔"

موہاٹ مایوس ہو کر وہاں سے چل دیا۔ اس نے تہیہ کر لیا کہ اب وہ کسی تعلیم یافتہ شخص کو اس کے بارے میں بتائے گا جو تاریخ، جغرافیہ اور تمدن سے آگاہی رکھتا ہو گا۔

موہاٹ واپس فرانس آیا اور اس نے بہت سے آثار قدیمہ کے ماہرین کو اس بارے میں بتایا۔ ان رابطوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ساری دنیا اس طرف متوجہ ہو گئی جن میں اکثریت فرانسیسی ماہرین اثریات کی تھی۔ ان ماہرین نے اس جنگل کو صاف کیا اور اس اسرار سے پردہ اٹھایا کہ یہ دراصل "انگکور" Angkor نامی شہر تھا، جسے انگ کور اور اینکور بھی کہتے ہیں۔ انگ کور کا سادہ مطلب ہے "عظیم شہر" ہے۔ یہ سینکڑوں برس تک کمبوڈیا کی خمیر سلطنت Khmer Empire کا دارالحکومت رہا۔

خمیر چھ صدیوں تک جنوب مشرقی ایشیا کی غالب ترین قوم تھی۔ وہ پورے دبدبے سے اپنے علاقے میں حکومت کر رہے تھے۔ ان کے پہلے بادشاہ جایا وارمان Jayavarman نے 802ء میں کمبوڈیا (کمپوچیا) کے مخالف قبائل کو اپنی کمان میں متحد کیا۔ اس وقت ان کا دارالحکومت انگ کور سے کچھ فاصلے پر تھا۔ 889ء میں شاہ یاسووارمان اول Yasovarman نے اپنا محل انگ کور کی موجودہ جگہ پر تعمیر کیا تھا۔ پھر صدیوں تک یکے بعد دیگرے خمیر بادشاہوں نے اس شہر کو وسعت دی تھی۔

1113ء تا 1150ء کے درمیان شاہ سوریاوارمان Suryavarman II نے شہر کی واحد اور عظیم ترین عمارت "انگ کور واٹ" یعنی معبد تعمیر کروائی تھی۔ ایک نسل بعد چام کہلانے والے حملہ آوروں نے اس



انگ کور کی اکثر عمارتیں کی دیواریں سے درختوں کی شاخیں، جڑیں اور کائی سے ڈھکی نظر آتی ہیں

شہر پر چڑھائی کر دی اور دارالحکومت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، شہر کو تہس نہس کر دیا۔ لیکن 1181ء سے 1220ء تک شاہ جایا وارمان ہفتم Jayavarman



انگ کور کا سب سے بڑا معبد "انگ کوروات"

VII نے شہر کو دوبارہ تعمیر کرایا اور وہ شکل دی جو آج موجود ہے۔ 1432ء میں انگ کور متروک ہو گیا تھا۔ اور چار سو سال تک کسی نے اس کا رخ نہیں کیا.... ایسا کیوں ہوا اس کے متعلق کوئی وجہ نہ مل سکی۔

تاریخ اس حوالے سے خاموش ہے.... خمیریوں نے خود اپنے متعلق جو کچھ بھی کھالوں، ناریل کے پتوں اور کاغذ پر لکھا تختیوں اور پتوں پر لکھا تھا وہ سب بھی بے رحم وقت کے ہاتھوں ضائع ہو گیا، دو تحریریں بچیں ان کی مدد سے نامکمل سی تاریخ مرتب کی جا سکی ہے۔ جو تاریخ پتھر کی سلوں پر کندہ کاری کر کے مرتب کی گئی تھی وہ بڑی حد تک محفوظ رہی۔ ان کی مدد سے ماہرین کو خمیریوں کے تہذیب و تمدن اور روزمرہ کی زندگی کا اندازہ لگانے میں کافی مدد ملی۔

خمیری بنیادی طور پر کھیتی باڑی کرنے والے لوگ تھے۔ چاول ان کی سب سے بڑی فصل ہوتی تھی۔ ان کا نظام آبپاشی قابل تعریف تھا۔ آس پاس کے دیہات خمیروں کی نہروں اور تالابوں سے پٹے پڑے ہیں۔ ان میں سے ایک نہر کوئی چالیس میل لمبی ہے۔

خمیری قوم جنگجو بھی تھی۔ ان کے پاس دشمنوں پر تیر اور نیزے پھینکنے کی مشینیں تھیں۔ وہ دوران جنگ سجے سجائے ہاتھیوں کی پیٹھ پر بیٹھا کرتے تھے۔ صدیوں پہلے کا ایک چینی تاریخ داں ہماری معلومات میں یوں اضافہ کرتا ہے کہ خمیروں کے پاس جنگ میں استعمال ہونے والے ہاتھیوں کی تعداد دو لاکھ کے قریب تھی جو پوری طرح سے تربیت یافتہ تھے۔

خمیری تجارت بھی کیا کرتے تھے۔ ان کے تجارتی وفد چین اور دوسرے ایشیائی ممالک تک جاتے تھے۔ وہ دوسرے ملکوں کو گرم مسالے، ہاتھی کے دانت اور خوشنما چڑیاں فروخت کیا کرتے تھے۔ اس کے بدلے انہیں چینی مٹی کے برتن، خواتین کے لیے چھتریاں اور کپڑا مل جاتا تھا۔

انہوں نے تقریباً دو ہزار برس پہلے چینیوں اور ہندوستانی تاجروں کے زیر اثر اپنے تمدن کو پروان چڑھانا شروع کیا تھا۔ تیسری صدی عیسوی میں ایک چینی مورخ نے لکھا تھا۔ خمیری مرد کالے ہوتے ہیں۔ ان کے بال گھنگریالے ہوتے ہیں اور وہ برہنہ رہنا پسند کرتے ہیں اور صرف لنگوٹ باندھتے.... جبکہ عورتیں جسم کو کپڑوں سے ڈھانپتی ہیں۔ البتہ کھاتے پیتے لوگ عمدہ لباس پہنتے ہیں۔ ان کا ایک علاقہ چینیوں سے ملحق ہے جو فونان کہلاتا ہے۔ فونان کے لوگ سونے کی بالیاں، کڑے پہنتے ہیں۔ وہ چاندی کی ظروف سازی میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ چھٹی صدی عیسوی کے لگ بھگ فونان کا دوسری ریاست کے ساتھ انضمام ہو گیا، جو چنالہ کہلاتی تھی۔ اس طرح سے وہ ایک بڑی قوم بن گئی جسے "قمبوج دیس" کہا جاتا تھا۔ اس کی جدید شکل کمپوچیا (کمبوڈیا) ہے۔

جایاوارمان Jayavarman کی حکمرانی میں خمیری ایک وسیع علاقے پر قابض ہو کر ایک عظیم سلطنت بن گئے۔ وہ جاوا پر بھی حملہ کرنا چاہتے تھے لیکن جاوا کی شیلندر سلطنت Sailendra کے حکمران کو


انگ کور کی تعمیر کے مراحل میں

بھنک پڑ گئی اور اس نے پہلے ہی خمیر پر حملہ کر دیا۔ گھسان کی جنگ ہوئی جس میں شہنشاہ خمیر گرفتار ہو کر مار دیا گیا۔ اس کے بعد جایاوارمان دوم Jayavarman II خمیر کا بادشاہ بنا۔ اس نے اپنی فہم و فراست سے کمبوچیا کو ایک طاقتور سلطنت بنا دیا۔

اس نے اپنے گرد و پیش اور پڑوسی حکمرانوں کے ارادوں سے محتاط اپنا دارالحکومت پانچ مرتبہ تبدیل کیا پھر دو نسلوں کے بعد یاسووارمان Yasovarman نے ایک اور شہر کی داغ بیل ڈالی یہ ہمارے اس زیر موضوع شہر "انگ کور" کی ابتدائی شکل تھی۔ یاسو نے اس شہر کو یسودھرا پور Yasodharapura کا نام دیا۔ اس نے مضبوط اور کشادہ تعمیرات کیں جو چھ مربع میل پر محیط تھیں۔ ایک نہر، خندق اور آب پاشی کے لیے ایک بڑا تالاب بنوایا جو ایک میل چوڑا اور چار میل لمبا تھا۔ یاسو وارمان کا شاہی محل ایک پہاڑی پر واقع تھا جس کا نام بیکھنگ Bakheng تھا۔ اسے شہر کی مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اس مقام سے یاسووارمان کے بارے میں بہت سے کتبے ملے ہیں۔ جن سے اس کی شخصیت اور کارناموں پر روشنی پڑتی ہے۔ یاسووارمان کے جانشینوں نے بھی اس شہر کو خوب وسعت دی۔ انہوں نے تالابوں، خندقوں اور معبد خانوں میں اضافے کیے۔ اس طرح سے شہر شمال کی طرف وسعت کرتا گیا۔ اس توسیع کے باعث بیکھنگ محل بہت دور رہ گیا اور اس کی جگہ ایک نئے شہر نے جنم لے لیا۔

بارھویں صدی کی ابتدا میں انگ کور واٹ کا عظیم معبد تعمیر کیا گیا۔ یہ دیو قامت عمارت سوریاوارمان دوم Suryavarman II نے تعمیر کی تھی جو خمیر و فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ اس کے ارد گرد دو سو فٹ گہری ایک خندق تھی۔ اس معبد کی بیرونی دیواریں ہر طرف سے تقریباً ایک میل لمبی تھیں۔ اس میں تین میناروں والے دروازے تھے جو اندرونی صحن میں کھلتے تھے۔ پتھر سے تراشی ہوئی ایک روش تھی جو سیدھی معبد کی طرف جاتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس روش پر رتھ چلا کرتے تھے، اس لیے کہ روش پر پہیوں کے نشانات پڑے ہوئے ہیں۔ وقت کی دھول انہیں مٹانے میں کامیاب نہیں ہو سکی ہے۔

انگ کور واٹ Angkor Wat سب سے بڑا معبد ہے۔ جس میں داخل ہونے کے لیے تین راستے ہیں۔ راستوں پر پانچ مینار ہیں۔ جن میں سے سب سے اونچا مینار ڈھائی سو فٹ بلند ہے۔ ہر سمت میں نصف میل تک گیلریاں سی بنی ہیں۔ مقدس معبد مرکزی مینار کے تلے ہے، جہاں سریاوارمان نے ہندوؤں کے دیوتا وشنو کی مورتی نصب کرائی تھی۔ وہ اس کی پوجا کیا کرتا تھا۔ بعد میں سوریاوارمان کو بھی اسی معبد میں دفن کیا گیا تھا۔

انگ کور کو دوبارہ تعمیر کرنے والا جایاوارمان ہفتم Jayavarman VII ایک مطلق العنان فرماں روا تھا اور اس نے استحکامی سے حکومت کی۔ اس کا دورانیہ حکومت نوے برس تھا۔ وہ بدھ مت کا پیروکار تھا۔ اس



نے انگ کور اور اس سے منسلکہ علاقوں میں بدھ سے منسوب معبد تعمیر کرائے تھے۔ اس نے پہلے شہر کے ان حصوں کی حالت درست کرائی جو چام cham کے حملہ آوروں کے ہاتھوں برباد ہوئے تھے۔ پھر اس نے نئی عمارات تعمیر کروائیں۔ مکانات لکڑی کے بنا کرتے تھے۔ چنانچہ چام قوم نے جب ان کے شہر پر حملہ کیا تھا تو ان مکانات میں آگ لگا دی تھی۔ جایاورمان ہفتم نے لوگوں کو پتھروں کے مکانات بنانے کی ترغیب دی، تاکہ وہ کافی عرصے تک قائم رہ سکیں۔ اس نے باون شفاخانے بھی بنوائے تھے۔ اس نے فتوحات کرکے خمیروں کی سلطنت کو بے انتہا وسعت دی۔ اس نے چام بھی فتح کرلیا اور اسے اپنی سلطنت کا ایک صوبہ بنا دیا۔

جایاورمان کا ایک کارنامہ انگ کور تھوم Angkor Thom کی تعمیر تھی۔ یہ انگ کور سے ایک میل کے فاصلے پر شمال مشرق میں واقع تھا۔ یہیں اس کا شاہی محل تھا۔ کھیل کے میدان اور ہاتھیوں کی گزر گاہیں بھی تھیں۔ وسط میں ایک عبادت گاہ ہے جو انگ کور واٹ کے بعد دوسرے نمبر پر مانی جاتی تھی، جسے بے آن Bayon کہا جاتا تھا۔ ماہرین آثار قدیمہ کو بے آن ہی سے خمیر تہذیب کا سراغ لگانے میں مدد ملی۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ مارکوپولو جب ایشیا کا سفر کر رہا تھا تو وہ تیرھویں صدی کے آخر میں کمبوڈیا کے قریب پہنچا تھا۔ وہ ساحلی علاقے چمپا ہی کو دیکھ کر لوٹ گیا تھا ورنہ اپنے سفر نامے میں انگ کور کا تذکرہ ضرور کرتا اور آج ہم انگ کور کے بارے میں بہت کچھ جان لیتے۔ تاہم ایک چینی سیاح چوتا کو ان نے وہاں گیارہ ماہ گزارے تھے۔ وہ 1296ء تا 1297ء وہاں رہا اور اپنے حیرت ناک سفر کو قلم بند کیا۔ دنیا کو اس سفر نامے سے انگ کور کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوا۔

کئی ماہرین اپنے اپنے قیاس لگا کر اس شہر کی تباہی کی اصل وجہ کھوجنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بعض ماہرین کے مطابق تیرھویں چودھویں صدی انگکور کے لیے زوال لیے ہوئے تھیں۔ خمیری حکمرانوں نے اپنی سلطنت کو وسعت دینے یا دفاعی لحاظ سے مضبوط کرنے کے لیے کچھ نہ کیا۔ جبکہ اس دوران اطراف میں خمیریوں کے دشمن لاؤ اور انامیز (ویت نامی) اور آیوتھایہ (تھائی) قوی تر ہوگئے اور ان پر غالب آگئے۔

کچھ ماہرین ہیں جو انگ کور کی ویرانی کی وجہ قدرتی آفات بتاتے ہیں، شاید سیلاب، خشک سالی، طاعون اور قحط کی وجہ سے لوگ شہر چھوڑنے پر مجبور ہوگئے تھے۔ آسٹریلیا کے آثار قدیمہ کے مطابق ابتدائی پندرھویں صدی عیسوی سرزمین جنوب مشرقی ایشیا بھر میں خشک سالی کا دور رہا، جس کی وجہ سے انگ کور کی نہروں اور آبی ذخائر بھی خشک ہوگئے، کھیتوں کے ختم ہونے کے امکان میں اضافہ ہوا اور یہی انگکور کی تباہی کا باعث بنا۔

مینگو سموڈی

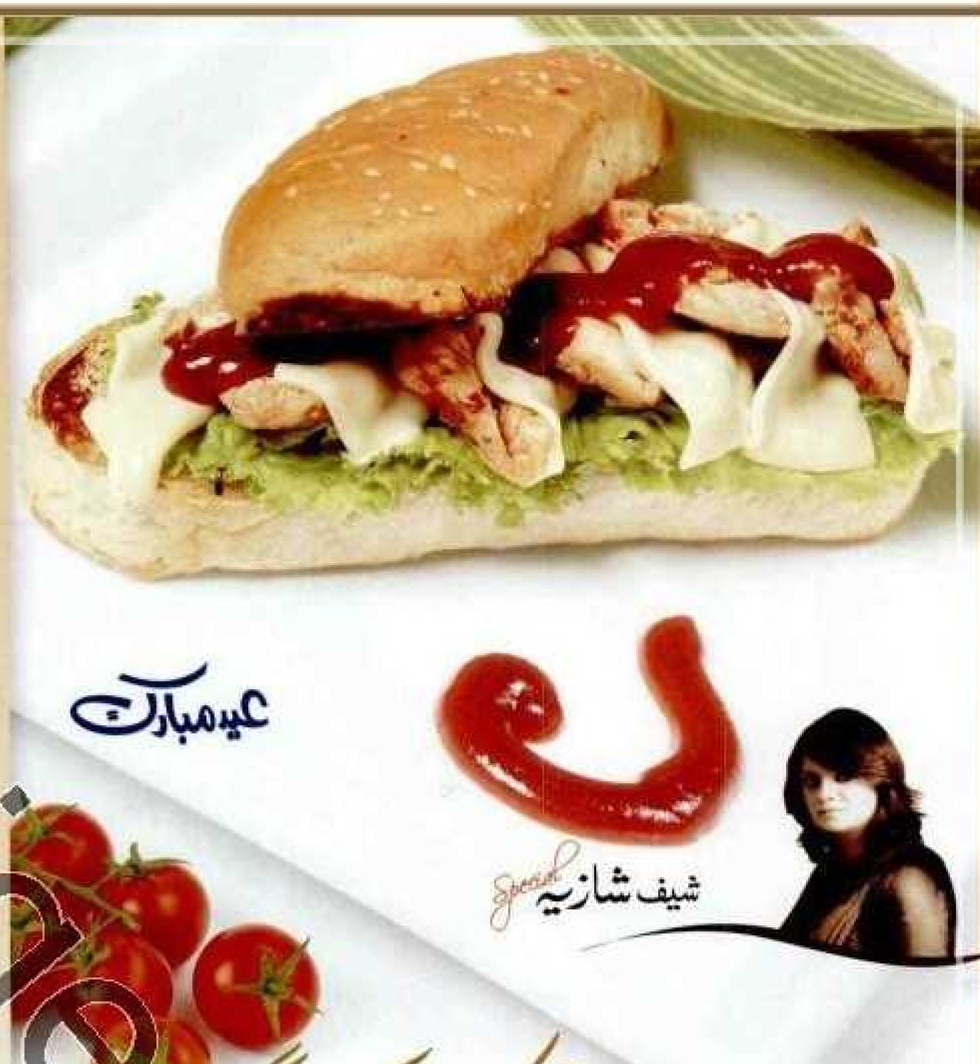
اجزاء

آم	:	1 عدد (چھیل کر گٹھلی نکال لیں)
کیلا	:	1 عدد (چھیل لیں)
دہی	:	½ کپ
دودھ	:	2 کپ
کریم	:	2 کھانے کے چمچ
چینی	:	2-3 کھانے کے چمچ
برف (کُٹی ہوئی)	:	حسب ضرورت

ترکیب

- برف کے علاوہ تمام اجزاء اکٹھے بلینڈ کریں۔
- برف ڈال کر مزید بلینڈ کریں۔
- گارنش کرکے سرو کریں۔





چکن اسٹیک برگر

اجزاء

برگر بن	:	1 عدد
ادرک لہسن پیسٹ	:	1 چائے کا چمچ
چیز سلائس	:	2 عدد (اسٹرپس کاٹ لیں)
سلاد پتا	:	2-3 عدد
مکھن	:	1 کھانے کا چمچ
بون لیس چکن بریسٹ	:	½ عدد (اسٹرپس کاٹ لیں)
باربی کیو سوس	:	½ کپ
آئل	:	1 کھانے کا چمچ

میری نیشن کے لیے

چلی سوس	:	1 کھانے کا چمچ
سویا سوس	:	1 کھانے کا چمچ
لیمن جوس	:	1 کھانے کا چمچ
لہسن ادرک پیسٹ	:	1 چائے کا چمچ
نمک	:	حسب ضرورت
کٹی سرخ مرچ	:	1 چائے کا چمچ
کٹی کالی مرچ	:	½ چائے کا چمچ
مسٹرڈ پیسٹ	:	1 چائے کا چمچ

ترکیب

- میری نیشن کے تمام اجزاء باؤل میں مکس کر لیں۔
- اب چکن شامل کر کے کم از کم آدھے گھنٹے کے لیے پڑا رہنے دیں۔
- آئل گرم کر کے اس میں ادرک لہسن پیسٹ فرائی کریں۔
- پھر چکن شامل کر کے اتنا پکائیں کہ گل جائے۔
- برگر بن پر مکھن لگا کر ٹوسٹ کر لیں۔
- ایک بن پر سلاد پتا پھیلائیں، اوپر تیار چکن اور چیز اسٹرپس رکھیں۔
- باربی کیو سوس ڈال کر دوسرا بن اوپر رکھیں۔
- سوس کے ساتھ سرو کریں



عقل حیران ہے.....!
سائنس خاموش ہے.....!

دلچسپ، عجیب و غریب اور حیرت انگیز واقعات و آثار سائنس جن کی حقیقت سے آج تک پردہ نہ اٹھا سکی.....

انسان سائنسی ترقی کی بدولت کہکشانی نظام سے روشناس ہو چکا ہے۔ سمندر کی تہہ اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر کامیابی کے جھنڈے گاڑ رہا ہے۔ زمین کے بطن میں اور ستاروں سے آگے نئے جہانوں کی تلاش کے منصوبے بنا رہا ہے۔ یوں تو سائنس نے انسان کے سامنے کائنات کے حقائق کھول کر رکھ دیے ہیں لیکن ہمارے ارد گرد اب بھی بہت سے ایسے راز پوشیدہ ہیں جن سے آج تک پردہ نہیں اٹھایا جا سکا ہے۔

آج بھی اس کرۂ ارض پر بہت سے واقعات رونما ہوتے ہیں اور کئی آثار ایسے موجود ہیں جو صدیوں سے انسانی عقل کے لیے حیرت کا باعث بنے ہوئے ہیں اور جن کے متعلق سائنس سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے۔

انسانی نفسیات پر چاند کے اثرات

انسان ایک مدت سے یہ سمجھتا اور مانتا آیا ہے کہ اجرام فلکی اس کی جسمانی اور ذہنی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ کچھ ایسے اہم ثبوت موجود ہیں جن کی مدد سے ہمیں ارضی مخلوق پر اجرام فلکی خصوصاً چاند کے اثرات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

چاند کے بارے میں بیشتر لوگوں کا خیال ہے کہ چاند کی شعاعیں انسانی سوچ، عمل اور صلاحیتوں پر اثر انداز ہوتی ہیں کیونکہ یہ چاند ہی کا اثر ہے کہ ہمارے سمندر متلاطم رہتے ہیں اور چودھویں رات کو ان کے مدوجزر میں خاصی شدت کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ چاند کی مقناطیسی قوت سے سمندروں میں مدوجزر پیدا ہوتا ہے۔ چاند کی قوت ثقل یا کشش کا اثر سمندر کی لہروں پر بھی پڑتا ہے۔ اگر آپ سمندر کے کنارے پر ہو، اور آپ کے بالکل اوپر چاند ہو، تو آپ کے پاس سمندر کی لہریں اور بھی تیزی سے آئیں گی۔ چاند کے گھٹنے بڑھنے کے اثرات نباتات اور حیوانات پر بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ بعض ماہرین کا کہنا ہے کہ پورے چاند کے اثرات انسانی نفسیات پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔

انسانی زندگی پر چاند کے اثر کا عقیدہ ہزاروں سال پرانا ہے۔ قدیم یونان کے عظیم ترین فلسفی اور سائنس دان ارسطو اور تاریخ دان پلینی کا کہنا تھا کہ سمندر کی

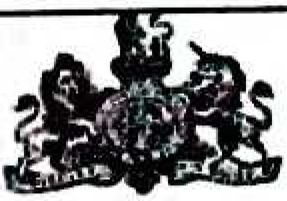
طرح چاند کی مختلف حالتوں کا پودوں، جانوروں اور انسانوں پر اثر پڑتا ہے۔ ان کا ماننا تھا کہ دماغ بھی ایک مائع صورت رکھتا ہے اس لیے پورے چاند کے موقع پر انسانی دماغ میں طلاطم اور مدوجذر پیدا ہوتے ہیں، بعض کا دعویٰ ہے کہ اگر چاند سمندری مدوجزر کو متاثر کرتا ہے تو پھر اسے انسانوں پر بھی ضرور اثرانداز ہونا چاہئے کیونکہ انسانی جسم کا بیشتر حصہ پانی پر مشتمل ہے۔

علاوہ ازیں چاند کی مختلف حالتوں اور نفسیاتی بیماریوں، کسی شخص کی پیدائش کے وقت اور ماہواری کا آپس میں کیا تعلق ہے جس کی طوالت تقریباً قمری مہینے کے برابر ہوتی ہے؟.... عہد وسطیٰ میں یہ نظریات رائج تھے کہ پورے چاند کے وقت انسان پر پاگل پن کے دورے پڑ سکتے ہیں، اسی دور میں چاندنی رات میں نمودار ہونے والی مخلوقات ڈریکولا اور انسان نما بھیڑیوں (وروولف) کی قصوں کی بہتات دیکھی جاتی ہے۔

اگرچہ آج کے دور میں اس طرح کے بہت سے نظریات متروک ہو چکے ہیں لیکن انسان ذہن اور مکمل چاند کے تعلق پر سائنسی نظریات کی تردید کے باوجود بعض اعتقادات آج تک قائم ہیں۔

پورا چاند اور پاگل پن

ایک زمانہ میں یہ بھی سمجھا جاتا تھا کہ چاند کی کشش پانی کی طرح انسانی خون کو بھی متاثر کرتی ہے۔ مکمل چاند کی راتوں میں خون کی دماغ کی جانب گردش بڑھ جاتی ہے، اس لیے پاگل پن میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس نظریہ کو خاصی شہرت ملی۔ لفظ لیونیسی Lunacy اسی حالت کے اظہار کے لئے استعمال کیا جاتا تھا، جس کے مطابق چاند کے مختلف مراحل میں کسی شخص کا اپنے دماغ پر اختیار قائم نہیں رہتا۔ اس سے ایسی حرکات



CHAP. 22.

An Act to amend the Law in Ireland relating to Commissions of Lunacy, and the proceeding under the same, and the management of the Estates of Lunatics; and to provide for the visiting and the protection of the Property of Lunatics in Ireland; and for other purposes. [25th May 1871.]

لیونیسی ایکٹ

سرزد ہو سکتی ہیں جن سے عام حالات میں وہ گریز کرتا ہے۔ برطانیہ کی قانونی کتابوں میں لیونیسی ایکٹ کا سول رائٹس کے ساتھ ذکر کیا گیا تھا۔ 1850ء میں ڈاکٹر جان کونولی کی کتاب "فیمیلیئر ویوز آف لیونسی اینڈ دی لیونیٹک لائف" میں بہت سے ایسے انکشافات کئے گئے کہ لوگ اپنا جرم چھپانے کے لئے دماغی حالت، غصہ، جنون، بے اختیاری جیسی خودساختہ کیفیات کا سہارا لیکر قانون سے مراعات حاصل کر لیتے ہیں۔ اس لئے پارلیمنٹ نے لیونیسی ایکٹ کو ختم کر کے اسے دماغی صحت کا قانون 1959ء کا نام دیا، جس میں مزید ترامیم 1983ء تک کی جاتی رہیں۔ اب اس قانون کے تحت صرف دماغی مریضوں کو ہی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔



ڈاکٹر جان کونولی

گوکہ لیونسی ایکٹ ختم ہو گیا لیکن چاند اور چاندنی کے انسانی ذہنوں پر اثرات کے موضوع پر ریسرچ کرنے والوں نے اپنی کوششوں کو ترک نہیں کردیا۔

بہت سے تجربات سے یہ ثابت ہوا ہے چاندنی راتوں میں انسانی ذہن بھی متاثر ہوتے ہیں، جس کے

نتیجے میں بلاوجہ کا اشتعال، خون ریزی، ذہنی میلان کا جرائم کی طرف بڑھنا وغیرہ جیسی کیفیات پیدا ہو سکتی ہیں۔ اس دوران ذہنی بیماریوں میں اضافہ، حادثات، خودکشی، خطرناک ذہنی و اعصابی دورے، تشدد اور منتشر خیالی وغیرہ میں اضافہ بھی نوٹ کیا گیا ہے۔

آرنلڈ لائیبر Arnold Lieber نے امریکی شہر میامی میں 15 سال کے دوران ہونے والے قتل اور خودکشی کے 1887 واقعات یکجا کئے اور ان اعدادوشمار کا تفصیلی مطالعہ کرکے وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان واقعات کا تناسب چاند کے دوسرے اور تیسرے ہفتہ میں زیادہ رہا، پہلے اور آخری ہفتہ میں ایسے واقعات نسبتاً کم ہوئے۔ ان کا موازنہ اوہایو اور کلے ویلینیڈ میں ہونے والے قتل اور خودکشی کے واقعات سے کیا گیا تو ملتے جلتے نتائج ہی ظاہر ہوئے، یعنی چاند کے آخری ہفتہ اور پہلے ہفتہ میں ایسے واقعات کم ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر لائیبر نے یہ اعدادوشمار فلاڈیلفیا کے پولیس ڈپارٹمنٹ کے حوالے کردیئے۔ انہوں نے اس کے ساتھ ایک رپورٹ "مکمل چاند کے انسانی محرکات پر اثرات" کے عنوان سے بھی پیش کی۔ اس رپورٹ اس بات کی وضاحت کی گئی تھی کہ چاند کے دوسرے اور تیسرے ہفتہ میں سائیکولوجیکل بے ضابطگیوں کی شرح بڑھ جاتی ہے۔ اس دوران قتل، خودکشی، اسلحہ کا استعمال، خطرناک انداز سے گاڑی چلانا، بلاوجہ کی چوری، مارپیٹ اور قانون کی دیگر خلاف ورزیوں میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ ڈاکٹر لائیبر کے مطابق اس دوران بہت سے لوگ غیر معقول رویہ اختیار کرلیتے ہیں، خصوصاً وہ لوگ جو تھوڑے بہت جذباتی ہوں یا نفسیاتی مریض ہوں زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ اس موضوع پر انہوں نے ایک کتاب



"کیا چاند آپ پر اثر کرتا ہے" تحریر بھی کی۔

اکثر قدیم کہاوتوں میں چودہویں کے چاند کو انسان کی بے خوابی کے ساتھ بھی منسلک کیا جاتا ہے لیکن سائنس دانوں کی رائے اس بارے میں منقسم ہے۔

لیکن ایک انتہائی کنٹرولڈ تحقیق کا نتیجہ اس قدیم نظریے کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ سوئیڈن سے تعلق رکھنے والے محقق مائیکل اسمتھ Michael Smith نے انکشاف کیا ہے کہ چاند کی پوری شکل انسان کی نیند کے قدرتی عمل یا حیاتیاتی گھڑی پر اثر انداز ہوتی ہے جس کی وجہ سے پورے چاند کی راتوں میں ہم پر نیم بیداری کی کیفیت طاری رہتی ہے اور اس رات نیند کا دورانیہ عام دنوں کی نسبت 25 منٹ کم رہتا ہے۔

چودہویں کے چاند کے زمین پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں جو جوار بھاٹے کے علاوہ انسانی نفسیات پر بھی محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ چاند راتوں میں نفسیاتی امراض کے دورے، ڈپریشن، خودکشی اور قتل کے واقعات، حادثات اور کئی دوسرے جرائم بڑھ جاتے ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ چاند کا سائز چھوٹا ترین ہونے کی وجہ سے اس کے اثرات بھی کم ہوں گے۔

پودوں کی نشوونما پر اثرات

تجربات سے یہ بھی واضح ہوا ہے کہ اگر کسی درخت کو چاندنی رات میں کاٹا جائے تو اس کے کٹاؤ سے زیادہ چوب رس خارج یا Sapflow ہوگا۔ اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے جنوبی امریکہ، جنوبی افریقہ اور

جنوب مشرقی ایشیاء کی سخت اور پکی لکڑی کے جنگلات اترتے چاند کی تاریخوں میں ہی کاٹے جاتے ہیں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو کٹی ہوئی لکڑی پر ڈیتھ واچ بیٹلز deathwatch beetles نامی کیڑوں کا حملہ ہو جاتا ہے اور کاٹی گئی لکڑی کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ یہ کیڑے درخت کی لکڑی میں گہرے سوراخ کر دیتے ہیں یوں لکڑی خراب ہو جاتی ہے اور کوڑیوں کے مول فروخت ہوتی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ درختوں کی کٹائی کا یہ طریقہ وہاں صدیوں سے قائم ہے۔

چاند کی ماہانہ زندگی چار مراحل میں تقسیم کی جاتی ہے پہلا مرحلہ نیا چاند کہلاتا ہے یہ چاند نظر آنے والی رات سے شروع ہو کر آٹھ راتوں یا سات دن پر مشتمل ہوتا ہے۔ دوسرا مرحلہ پونم کہلاتا ہے، یہ دور نویں رات سے پندرھویں رات تک جب کہ سولہویں رات سے اکیسویں رات کا دور ڈھلتا چاند کہلاتا ہے۔ آخری دور بائیسویں رات سے آخری رات تک ہوتا ہے۔

آج بھی بہت سے کسان کھیتوں میں بیج ڈالتے ہوئے چاند کے ان مرحلوں کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ کسانوں کا یہ یقین صدیوں کے تجربات کے نتیجہ میں مستحکم ہو چکا ہے کہ نئے چاند اور پونم کے دور میں کاشت کیا ہوا بیج جلد اُگتا ہے اور پودے اپنی ابتدائی زندگی میں بہت صحت مند رہتے ہیں۔

بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ پودوں کی نشوونما چاند کی مختلف حالتوں سے وابستہ ہے۔ لہٰذا، وہ پھول پودے کاشت کرنے، کھاد ڈالنے، اشیائے خورد و نوش محفوظ کرنے سے پہلے کیلنڈر اور جنتریاں دیکھتے ہیں۔ یہ اس اعتقاد کے تحت کیا جاتا ہے کہ اگر چاند کی غیر موزوں حالت کے وقت کوئی کام کیا جائے تو اس کی افادیت پر اس کا خاصا اثر پڑ سکتا ہے۔ اکثر باغبان یہ مانتے ہیں کہ تازہ کھائی جانے والی سبزیوں کو چاند کے بڑھنے کے وقت توڑنا چاہئے جبکہ محفوظ کی جانے والی سبزیوں کو چاند کے گھٹنے کے وقت توڑنا چاہئے۔ بعض تحقیقات پودوں کی نشوونما کو چاند کی مختلف حالتوں میں وقوع پذیری سے منسلک کرتی ہیں۔ تاہم، بہتیرے سائنسدان اس سے پوری طرح قائل نہیں ہیں۔ اُن کے مطابق چاند کا مختلف حالتوں میں نمودار ہونا ایک پیچیدہ اور بے قاعدہ عمل ہے جس کے ہمیشہ یکساں اثرات مرتب نہیں ہوتے اس لئے تحقیقاتی تجربات کی بار بار دہرائی سے یکساں نتائج حاصل کرنا نہایت مشکل ہے۔

کچھ عرصہ قبل کیلیفورنیا میں منعقدہ سائنسی نمائش میں ایک طالبعلم برایان پرن نے ایک پراجیکٹ بنایا تھا جس کا نام اُس نے "بیج اُگنے اور پودوں کی افزائش پر چاند کا اثر" رکھا۔ اس طالبعلم نے چاند کے مراحل کے حساب سے پودے کاشت کئے۔ چاند کے ہر مرحلہ کے شروع ہونے سے دو روز پہلے 6 مولی اور 6 سویابین کے بیج کاشت کیے گئے۔ نئے چاند کے دوران مولی اور سویابین دونوں کے بیج تیزی سے اُگنے میں دوسرے تیسرے اور چوتھے دورانیوں سے بہتر رہے۔ پہلے مرحلے میں کاشت کئے ہوئے مولی کے پودے پرورش پانے میں باقی مراحل کی نسبت زیادہ کامیاب رہے۔ جبکہ سویابین کے پودے جو مکمل چاند کے دور یا پونم میں کاشت کئے گئے تھے دوسرے پودوں کی نسبت تیزی سے افزائش پا کر 5.4 سنٹی میٹر زائد بڑھے ہوئے۔ اس تجربہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ چاند پودوں کی افزائش پر اثر انداز ہوتا ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ اگر کوئی دلچسپی لے تو ہمارے

دیہی ماحول میں ایسی اور بھی بہت سی مثالیں مل جائیں گی جن میں پرورش حیوانات اور پودوں کی کاشت، جشن و تہوار، رسوم و رواج میں چاند کی شراکت کا اظہار موجود ہوگا۔ اس لئے یہ کہنا درست ہوگا کہ بہت نہیں تو تھوڑا بہت تو تمام مظاہر فطرت ہمارے اردگرد کے ماحول اور ہماری زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

جانوروں پر اثرات

چاند اور چاندنی سے صرف انسان ہی نہیں جانور بھی محظوظ ہوتے ہیں۔ بھیڑیوں کا جنگلوں میں چاندنی راتوں میں اکٹھے ہو کر ایک مخصوص لمبی آواز میں شور کرنا، دیہاتوں اور جنگلوں کے قریب آباد بستیوں میں اکثر سنائی دیتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ شہروں میں بھی کتے بلیاں اور دوسرے جانور ایسی روشن راتوں میں نسبتاً زیادہ شور مچاتے ہیں۔ چاندنی راتوں میں بعض پالتو پرندے بھی اپنے پنجروں میں بے چینی محسوس کرتے ہیں بعض مچھلیوں اور سمندری جانوروں کے معمولات اور انڈوں بچوں کی پیدائش کا طریقہ کار اس طرح متعین ہے کہ وہ اس مد و جزر سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں۔ سمندری کچھوؤں کی مادہ ایسی ہی روشن راتوں میں ساحلی ریت پر گھومتی پھرتی دیکھی جاسکتی ہے۔

آئسٹر Oyster ایک سمندری جانور ہے، یہ سمندر کے مد Flood-Tide میں اپنے خول کے دروازے کھول دیتا ہے، اس طرح وہ غذا حاصل کر لیتا ہے، باقی تمام عرصہ اپنے خول کو بند کر رکھتا ہے۔ ڈاکٹر براؤن نے کچھ آئسٹر سمندر سے نکلوا کر



لیبارٹری میں رکھوائے۔ لیبارٹری میں یہ تاریک ڈبوں میں بند کر کے رکھے گئے جہاں چاند کی کوئی کرن ان تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔

جس سمندر سے انہیں پکڑا گیا تھا اور لیبارٹری جس جگہ تھی دونوں جگہ کے وقت میں چھ گھنٹے کا فرق تھا۔ ان آئسٹرز نے اپنی حیاتیاتی گھڑی کا وقت چھ گھنٹے تبدیل کر لیا۔ چنانچہ مد Flood-Tide کے وقت راستہ کھول کر کھانا اور جزر Ebb-Tide کے وقت خول بند رکھنا درحقیقت چاند سے متاثر ہونا ہی ہوا۔

ریڈیو سگنلز پر اثرات

زمین کے قرب و جوار میں موجود ستارے اور سیارے زمینی فضا کو مستقل متاثر کرتے رہتے ہیں جس کی ایک مثال یہ ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران اکثر ریڈیو نشریات اور لاسلکی نظام کے ذریعہ اطلاعات کی فراہمی میں ایسی رکاوٹیں درپیش رہیں کہ اس ذریعہ کو بعض مرتبہ تو فراہمیٔ اطلاعات کے لئے قابل اعتماد ذریعہ سمجھا جانا مشکل ہو گیا۔ لیکن دوسرے ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات میں وقت زیادہ لگ جاتا تھا۔

مارچ 1951ء میں امریکہ کی ریڈیو کارپوریشن RCA کے جان نیلسن کو اس کام پر مامور کیا تاکہ وہ یہ معلوم کریں کہ ریڈیو اور وائرلیس کمیونیکیشن سسٹم کے جام ہو جانے کی کیا وجوہات ہیں، مسٹر نیلسن نے بہت جلد معلوم کر لیا کہ یہ سورج پر آنے والے طوفان اور ریڈیائی لہروں کے اخراج کا نتیجہ ہے جو دنیا بھر کے لاسلکی نظام کو متاثر کر رہا ہے۔ ان کے خیال میں ان ریڈیائی لہروں میں طوفان خیز تلاطم کی وجہ کچھ اسی طرز کی تھی جیسی کہ چاند کی کشش سمندر کی سطح پر ہلچل اور مد و جزر کا باعث بنتی ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ جب

ہمارا چاند

چاند ہماری زمین سے قریب ترین سیارہ ہے اور چاند پر ہماری زمین کی کشش بھی اسی طرح اثر انداز ہوتی ہے جیسے چاند ہمارے سمندروں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چاند کی محوری گردش زمین کے تابع ہے اور چاند زمین کے گرد صرف ایک سمت ظاہر کرتے ہوئے گھومتا ہے۔ ایک نظریہ یہ ہے کہ چاند کا وجود زمین کے مدار میں گردش کرتے پتھروں، سیاروں کے ٹکڑوں، ومدار سیاروں کی ریت وغیرہ کے یکجا ہونے سے بنا ہے اس نظریہ کے حامیوں کا خیال تھا کہ چاند کا میٹریل زمین کے جیو فزیکل میٹریل سے مختلف ہے لیکن چاند پر جانے والے خلانوردوں کے لائے ہوئے چٹانوں کے ٹکڑوں پر ریسرچ سے ثابت کیا گیا ہے کہ چاند زمین کا ہی ایک حصہ ہے۔ اس کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ شاید اس زمانے میں جب کہ زمین کا میٹیریل پگھلا ہوا تھا کسی طاقتور ستارے یا ومدار سیارے کی طاقتور کشش کے زیر اثر زمین کا ایک حصہ علیحدہ ہو گیا۔ اگرچہ بعد میں اس پر خلائی پتھروں کی بارش ہوتی رہی اور اس کے حجم میں اضافہ ہوتا گیا۔ ایک خیال یہ بھی پایا جاتا ہے کہ چاند پہلے کبھی زمین سے بہت قریب تھا یعنی صرف 16 ہزار میل پھر رفتہ رفتہ یہ زمین سے دور ہوتا گیا، اب اس کا زمین سے فاصلہ دو لاکھ اڑتیس ہزار میل ہے اور ہر سال ہماری زمین سے چاند ڈیڑھ انچ مزید دور ہوتا جا رہا ہے۔

چاند ہمارے سولر سسٹم کا پانچواں بڑا سیارہ ہے۔ یوں تو زمین سے چاند اور سورج دیکھنے میں ایک ہی سائز کے لگتے ہیں، لیکن سورج چاند سے 400 گنا زیادہ بڑا ہے۔ چاند زمین کے گرد ایک بیضوی مدار میں گردش کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کا زمین سے فاصلہ کم یا زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ جب وہ زمین کے قریب آجاتا ہے تو ہمیں بہت روشن اور بڑا دکھائی دینے لگتا ہے اور جیسے جیسے زمین سے اس کا فاصلہ بڑھتا ہے وہ چھوٹا ہوتا چلا جاتا ہے۔ چاند زمین کے گرد اپنا چکر تقریباً 29 دن اور 8 گھنٹوں میں مکمل کرتا ہے۔ اس دوران اس کا زمین سے فاصلہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

کوئی سیارہ سورج کے قریب آتے وقت عمودی حالت میں ہو تو سورج کی سطح پر ہلچل پیدا ہو سکتی ہے یوں برقی مقناطیسی لہریں پیدا ہوتی ہیں جو ریڈیائی نشریات پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اگر یہ زاویہ ساٹھ درجہ یا اس سے کم ہو تو سورج کی سطح پر سکون رہتی ہے۔ ایک سے زیادہ سیارے اگر مجموعی اثر ڈال رہے ہوں تو یہ تلاطم دگنا یا تین گنا تک بڑھ سکتا ہے۔

نیلسن کے نظریہ نشریات پذیری Theory of Propagation کی ان معلومات کی اشاعت سے عوام میں ہلچل پیدا ہو گئی۔ بعض معترضین نے اس نظریہ کو قبول کرنے سے گریز کیا اور بعض نے بالکل رد کر دیا۔

لیکن نیلسن نے ہمت نہ ہاری، اس نے اپنی جدول میں نظام شمسی کے تمام سیاروں کی پوزیشن کی رفتار اور ایک دوسرے سے فاصلہ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ درست معلومات یکجا کیں۔ اس علم کے کئی ماہرین سے مشورے کئے اور انہیں اس حد تک درست بنالیا کہ اس کی پیش گوئی کے یقینی ہونے کا تناسب 95 فیصد ہو گیا۔ اب بڑے یقین سے یہ کہا جانے لگا کہ علم فلکیات کے بنیادی تصورات مفروضہ نہیں ہیں۔ یہ واضح ہوا کہ سیاروں بشمول زمین پر ہونے والی طبعی تبدیلیوں اور اجرام فلکی کی گردش میں باہمی تعلق موجود ہوتا ہے۔

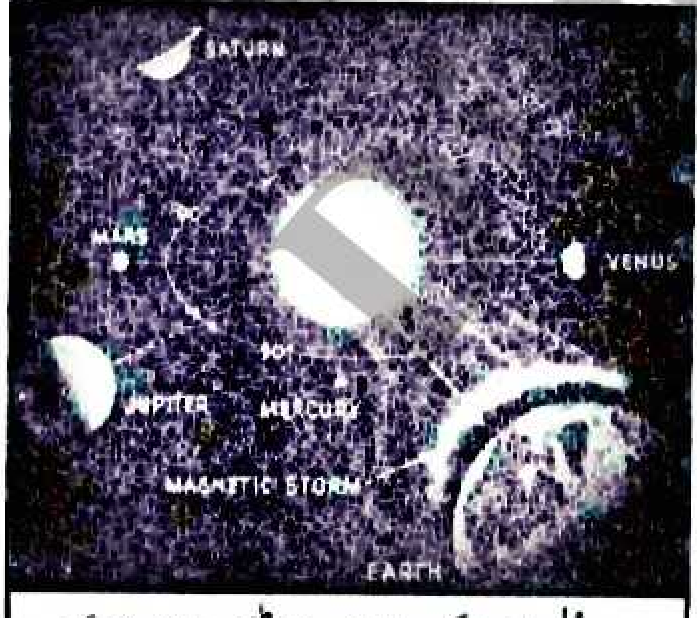
یونیورسٹی آف کولوریڈو میں فلکیات کے پروفیسر

چاند کا زمین سے فاصلہ کبھی 221565 میل ہوتا ہے تو کبھی 252546 میل ہو جاتا ہے، یعنی تقریباً 31 ہزار میل زیادہ۔ چاند پر نہ ہوا ہوتی ہے ورنہ زمین کی طرح کشش ثقل، اگر کسی انسان کا وزن دنیا میں 100 پونڈز ہے، تو چاند پر اس کا وزن صرف 16.6 پونڈ رہ جائے گا، اس طرح اگر کوئی چاند پر اچھلنے کی کوشش کرے، تو وہ دنیا کے مقابلے میں 6 گنا زیادہ اونچا اوچھل سکتا ہے، اور 6 گنا زیادہ بھاری وزن اٹھا سکتا ہے۔

چاند کا ہمارے نظام شمسی، کرہ ارض اور ہماری زندگی، معاشرت، روایات اور تخلیقی فن و ادب سے گہرا تعلق ہے۔ یوں تو کہتے ہیں کہ چاند زمین سے تین لاکھ ستاون ہزار کلومیٹر کی دوری پر آباد ہے، دلوں میں فاصلے نہ ہوں تو زمان و مکاں کوئی معنی نہیں رکھتے، اسی لیے تو انسان اور چاند کا رشتہ بڑا پرانا ہے۔ کبھی یہ ماں کا چاند ہے، کبھی محبوب کا رخ زیبا، کبھی یہ وصل کی مرمریں روشنی کا ہالہ ہے، کبھی ہجر کے موسم میں رتجگوں کا اُجالا۔ ہمارے ہاں چاند میں چرخا کاتنے والی بڑھیا کی کہانی اب بھی عام ہے۔ اسی طرح چین کی ایک لوک کہانی میں چاند میں رہنے والی عورت کا ذکر ملتا ہے، جس کی یاد میں چینی ہر سال موسم خزاں میں چاند کا تہوار مناتے ہیں۔ کوریا اور جاپان میں چاند کے خرگوش کی کہانی ان کے ادب اور روایت کا حصہ ہے۔ نیوزی لینڈ کے قدیم ادب میں رونا نام کی ایک خوبصورت لڑکی اور چاند کا قصہ موجود ہے۔ یونانی دیومالا میں چاند کو ایک دیوی کا درجہ حاصل ہے۔ اسی طرح ہندو مذہب میں بھی سوما دیوتا کا تعلق چاند سے ہے۔ لیکن سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ چاند سوائے مردہ سنگلاخ پہاڑوں اور ریگ زاروں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ حتی کہ اس کی روشنی بھی اپنی نہیں ہے۔ اسے بھی وہ سورج سے لے کر زمین پر منعکس کرتا ہے۔

لیکن تیز تر سائنسی ترقی اور چاند سے متعلق ٹھوس اور تلخ حقائق کے باوجود، آج بھی دنیا کے کسی معاشرے میں چاند کی اہمیت کم نہیں ہوئی۔ آج بھی چودھویں کے چاند کو چکور کی چاہنے والوں اور اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے والوں کی کمی نہیں ہے۔

کے۔ ڈیوڈ کی ریسرچ سے نیلسن کے مشاہدات اور دیگر معلومات کو تقویت پہنچی۔ انہوں نے سیاروں کی گردش سے سورج کی سطح پر برپا ہونے والے طوفانوں اور ریڈیائی لہروں کے پیدا ہونے کے تعلق کو ثابت کر دیا اور نیلسن کی تحقیق پر اثباتی ردعمل کا اظہار کیا۔ انہی راستوں پر کام کرتے ہوئے ورلڈ جیو فزیکل کاؤنسل کے چیئرمین ڈاکٹر روڈولف تماسچک نے کرہ ارض پر آنے والے 134 زلزلوں کے دوران اجرام فلکی کی پوزیشنوں کا تعین کرتے ہوئے اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ اس دوران مشتری، یورینس اور نیپچون ایک خاص نہج پر موجود تھے اس لئے ان زلزلوں کے واقع



جان نیلسن کا تیار کردہ خلا میں مقناطیسی طوفان کا خاکہ

ہونے میں ان سیاروں کی کشش کی لہروں کا عمل دخل ہو سکتا ہے۔

چانداور مخصوص ایام

بہت سے ماہرین کا خیال ہے کہ چاند کی گردش ہمارے بعض جسمانی نظام سے کچھ ایسی مماثلت رکھتی ہے کہ انہیں چاند کے اثرات سے جدا نہیں کیا جاسکتا مثلاً خواتین کے مخصوص ایام آج بھی چاند کی گردش سے منسلک سمجھے جاتے ہیں۔ سویڈن کے ایک کیمسٹ ڈاکٹر سوانتے آرہینئس نے گیارہ ہزار خواتین کے کوائف کو تفصیل سے جانچنے کے بعد خواتین کے مخصوص نظام اور چاند کی بدلتی ہوئی حالتوں میں حیرت انگیز تعلق دریافت کیا۔ جرمنی کے دیگر ماہرین نے بھی ایسے ہی دس ہزار کوائف کا جائزہ لیکر اس کی تائید کی۔

بعض ماہرین کا کہنا ہے کہ زخموں سے خون رسنے اور چاند کی کشش میں کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔ امریکہ کے ڈاکٹر ایڈسن اینڈریوز نے بارہا یہ مشاہدہ کیا کہ چاند کی بعض کیفیتوں کے دوران انسانی جسم سے خون کا اخراج زیادہ ہوتا ہے۔ ڈاکٹر اینڈریوز نے گلے کے دس ہزار آپریشنوں کا مطالعہ کرکے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ چاند کے دوسرے اور تیسرے ہفتہ کے اختتام پر ہونے والے آپریشنز میں خون کا اخراج زیادہ ہوتا ہے، اس لئے ان کا خیال ہے کہ اس دوران آپریشن سے گریز کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر براؤن کے مطابق سورج، چاند اور دوسرے سیارے کسی خاص وقت میں کسی ستارے خاص توانائی کی بہت قلیل سی مقدار سے جاندار اجسام کے حیاتیاتی تعاملات میں ایک زنجیری عمل شروع کردیتے ہیں۔

چاند کی بدلتی تاریخوں کا اثر جنین کی صنفی نشوونما پر بھی پڑتا ہے، کیلیفورنیا میتھوڈسٹ ہاسپٹل کے کنٹرولر ڈاکٹر کرٹس جیکسن نے چھ سال کے دوران گیارہ ہزار پچیس سے زیادہ بچوں کی پیدائش کی رپورٹس کا مطالعہ کیا اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ بڑھتے چاند کی تاریخوں میں قرار پانے والے حمل میں زیادہ تر لڑکے اور چاند کے گھٹنے کی تاریخوں میں قرار پانیوالے حمل میں زیادہ تر لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جرمنی کے ڈاکٹر بچلر نے بھی چڑھتے چاند میں قرار پانے والے حمل سے پیدا ہونے والے بچوں میں لڑکوں کی زیادہ تعداد نوٹ کی۔

مختلف سائنسی تجربات کے لئے تجربہ گاہوں میں چوہے پنجروں، ڈبوں یا چھوٹے کمروں میں پالے جاتے ہیں جہاں چاند یا سورج کی کوئی کرن نہیں پہنچتی۔ لیکن ماہرین نے نوٹ کیا ہے کہ مکمل چاند والی راتوں میں ان کی اچھل کود اور حرکتیں بہت زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔

چاند اور انسانی زندگی کے درمیان تعلقات کی بابت سچائی جاننے کے لئے خاصی تحقیق کی گئی ہے۔ لیکن اس سے حتمی نتائج اخذ نہیں ہوسکے۔

بعض محققین دعویٰ کرتے ہیں کہ انسانی سرگرمیوں اور چاند کی مختلف حالتوں میں وقوع پذیری کے مابین کچھ تعلق ہے لیکن بعض کا کہنا ہے کہ ان میں کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بعض قمری اثرات کی تصدیق ہوگئی ہے۔ مثال کے طور پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ بعض جانداروں کی غذائی، تولیدی اور دیگر حیاتیاتی کارگزاریاں مدوجزر سے وابستہ ہیں جس کا انحصار چاند کی کشش ثقل پر ہوتا ہے۔ اگرچہ سائنس نے یہ ظاہر کیا ہے کہ چاند زمین پر مختلف اقسام کی زندگی پر اثرانداز ہوتا ہے لیکن ابھی بھی اس کی حد کا تعین کرنا آسان نہیں ہے۔

اس ماہ

اگر ہم انسانی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ ہر ملت و قوم و معاشرہ پر کوئی نہ کوئی شخصیت، مذہب، ثقافت یا واقعات اثر انداز ہوتے رہے ہیں۔ اقوام نے انہیں یاد رکھنے کے لیے کچھ دن مخصوص کیے ہیں۔ یہ اہم دن، قوموں کی ثقافت کا حصہ بن کر تہواروں کا درجہ حاصل کر جاتے ہیں۔ دیکھا جائے تو ہر اقوام میں کوئی نہ کوئی دن منسوب ہے اور ہر آنے والا مہینہ تہواروں، خوشیاں، غموں، تجربات اور یادوں کے نقوش مرتب کر رہا ہے۔

جون 2014ء
شعبان / رمضان 1435ھ

21 اگست 2014

مسجدوں کا عالمی دن

اکیس اگست کو مسجدوں کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ اس دن کو منانے کا پس منظر یہ ہے کہ سینتالیس سال قبل 21 اگست کو ایک انتہا پسند صیہونی مائیکل ڈینس روہان نے مسجد الاقصی میں آگ لگادی تھی۔ آگ زنی کے نتیجے میں مسجد الاقصی کا مشرقی حصہ پوری طرح جل گیا تھا۔ اس واقعے پر پورا عالم اسلام سراپا احتجاج ہو گیا تھا، یہ واقعہ 1967ء میں مشرقی بیت المقدس پر اسرائیلی فوجیوں کے قبضے کے بعد انجام پایا۔ بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے فوراً بعد سے ہی صیہونی حکومت نے اس شہر میں سبھی اسلامی اور مقدس مقامات کو نابود اور مسمار کرنے کی پالیسی پر کام شروع کر دیا۔ مسجد الاقصی میں آگ زنی کے واقعے کے بعد ہی مسلمان ملکوں کی بین الاقوامی تنظیم او آئی سی نے اکیس اگست کے دن کو مسجدوں کا عالمی دن قرار دے دیا ہے۔ اس عالمی دن کی مناسبت سے پوری دنیا میں مسجدوں کی اہمیت اور مسجد الاقصی کی فضیلت پر تقریبات منعقد ہوتی ہیں۔

14 اگست 2014

یوم آزادیٔ پاکستان: ہر سال 14 اگست کو پاکستان کی آزادی کا دن قومی تہوار کے طور پر بڑے دھوم دھام اور انتہائی جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔ اس دن پورے ملک میں شہروں کو انتہائی شاندار طریقے سے سجایا جاتا ہے، صدر پاکستان اور وزیر اعظم قومی پرچم بلند کرتے ہوئے اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم اس پرچم کی طرح اس وطن عزیز کو بھی عروج و ترقی کی بلندیوں تک پہنچائیں گے، سرکاری و نیم سرکاری عمارات میں چراغاں ہوتا ہے اور سبز ہلالی پرچم لہرایا جاتا ہے۔ پورے ملک میں سبز ہلالی پرچم پوری آب و تاب سے بلندی کا نظارہ پیش کر رہا ہوتا ہے۔ یوم آزادی کے متعلق اخبارات،



ریڈیو، ٹی وی اور انٹرنیٹ پر خصوصی مضامین اور پروگرام پیش کیے جاتے ہیں، اور اس عہد کی تجدید کی جاتی ہے کہ ہم سب نے مل کر اس وطن عزیز کو ترقی، خوشحالی اور کامیابیوں کی بلند سطح پہ لے جانا ہے۔ تمام صوبوں میں مرکزی مقامات پر تقاریب کا انعقاد کیا جاتا ہے اور ساتھ ساتھ ثقافتی پروگرام کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ پاکستان کی تمام شہروں میں سکولوں اور کالجوں میں رنگارنگ تقاریب، تقاریر اور مذاکروں کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ گھروں میں بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کا جوش و خروش تو قابل دید ہوتا ہے، بچے، جوان اور بوڑھے سبھی اس روز اپنا قومی پرچم فضاء میں بلند کرتے ہوئے اپنے قومی محسنوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ بعد ازاں سیر و تفریح سے بھی لطف اندوز ہوا جاتا ہے۔ رہائشی علاقوں، ثقافتی اداروں اور معاشرتی انجمنوں کے زیر اہتمام تفریحی پروگرام انتہائی شاندار طریقے سے منائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں مقبرہ قائد اعظم پر سرکاری طور پر گارڈ کی تبدیلی کی تقریب کا انعقاد ہوتا ہے۔

حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیریؒ

2 اگست 2014

حضرت مخدوم جہاں مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیریؒ کی ولادت شعبان 661ھ میں بمقام منیر شریف ہوئی۔ حضرت مخدوم الملکؒ کے آباؤ اجداد بیت المقدس سے تشریف لائے اور ترویج اسلام کے لیے منیر میں قیام کیا۔ حضرت مخدوم الملکؒ نے بچپن میں ہی حضرت شرف الدین ابو توامہؒ سے تفسیر، فقہ، حدیث، اصول، کلام، منطق، فلسفہ، ریاضیات و دیگر علوم کی تعلیم حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی ہی میں حضرت ابو توامہؒ کی صاحبزادی سے آپ کی شادی اور اولاد ہوئی۔ فراغت علم کے بعد آپ تلاش پیر کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔ حضرت مخدوم الملکؒ وہاں کے مشائخین سے ملے اور ان کی وعظ و تدریس کی مجلسوں میں شرکت کی۔ آخر کار دہلی میں حضرت پیر نجیب الدین فردوسیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعت کے بعد شیخ کے حکم سے وطن کی طرف سفر کیا اور بارہ برس تک بیہیا کے جنگل میں گوشہ نشین رہے، بارہ برس بعد لوگوں کو آپؒ کی موجودگی کا علم ہوا اور لوگ جنگلوں میں جا کر آپ سے ملاقات کرنے اور آپ کی صحبت سے فیضیاب ہونے لگے۔ پھر آپ لوگوں میں درس و تدریس کے لیے بہار شریف تشریف لانے لگے۔ سلطان محمد شاہ تغلق نے بہار میں آپ کے لئے خانقاہ تعمیر کرائی، جس میں آپ مستقل سکونت پذیر ہوئے۔ 5 شوال 782ھ کی شب میں نماز عشاء کے وقت حضرت مخدوم جہاں مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیریؒ وصال ہوا۔

حضرت امیر خسرو دہلویؒ

14 اگست 2014

سلسلۂ چشتیہ کی معروف بزرگ امیر خسرو سن 1253ء میں پٹیالی ضلع ایٹہ، آگرہ میں پیدا ہوئے۔ خسرو حصول علم کے ساتھ ساتھ بچپن ہی سے شعر کہنے لگے تھے۔ انھوں نے بیس سال کی عمر تک درسی علوم کی تکمیل کرلی۔ علوم متداولہ کے حصول کے بعد پہلے کشلو خاں کے دربار سے پھر بغرا خان کے دربار سے متوسل ہوئے۔ سلطان محمد بن سلطان بلبن نے انھیں اپنی مصاحبت میں رکھا۔ امیر خسرو نے سلطنت دہلی (خاندان غلمان، خلجی، اور تغلق) کے آٹھ بادشاہوں کا زمانہ دیکھا اور برصغیر میں اسلامی سلطنت کے ابتدائی ادوار کی سیاسی، سماجی اور ثقافتی زندگی میں سرگرم حصہ لیا۔ خسرو نے سات بادشاہوں کی مصاحبت اختیار کی اور ہر ایک کا قدردان تھا۔

خسرو 1301ء میں حضرت نظام الدین اولیا کے مرید ہوئے اور تصوف میں کمال حاصل کیا۔ موسیقی میں یکتائے روزگار تھے اور نایک کا خطاب حاصل کیا تھا۔ ان کی تصانیف میں شاعری کے پانچ دیوان شامل ہیں۔ تصوف کی مشہور کتاب حضرت نظام الدین اولیاء کے ملفوظات فواد الفوائد بھی لکھے۔ آپ کے کل اشعار کی تعداد چار لاکھ سے زائد ہے۔ سنسکرت بھی جانتے تھے اور ترکی، فارسی اور عربی میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ اردو کی شاعری کا آغاز انہی سے ہوتا ہے۔ ہندوستان میں اس پایہ کا ادیب پیدا نہیں ہوا وہ اپنے مرشد کے اتنے چہیتے تھے کہ حضرت محبوب الٰہی کا وصال ہوا تو بنگال میں تھے عالم اضطراب میں بنگال سے دہلی آئے اور ہجر مرشد میں اتنے غمزدہ ہوئے کہ صرف چھ ماہ بعد 17 شوال کو انتقال کیا اور مرشد کی پائنتی دفن ہوئے۔

حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ

1 اگست 2014

مصلح الدین شیخ سعدی آج سے تقریباً 800 برس پہلے ایران کے شہر شیراز میں پیدا ہوئے، آپ ایک بہت بڑے معلم مانے جاتے ہیں۔ شیخ سعدی شیرازیؒ نے اپنے وقت کے جید علماء سے علوم و فنون حاصل کئے اور معرفت و سلوک کی منازل طے کرنے کے لئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے بیعت کی۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے بھی فیض حاصل کیا۔ شیخ سعدیؒ کا بچپن سے ہی درویشی کی طرف زیادہ میلان تھا اور آپؒ زمانہ طالب علمی سے برابر وجد و سماع کی محافل میں شریک ہوتے تھے۔ آپ کی دو کتابیں گلستان اور بوستان بہت مشہور ہیں۔ پہلی کتاب گلستان نثر میں ہے جبکہ دوسری کتاب بوستان نظم میں ہے۔ شیخ سعدیؒ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں شیراز میں حجرہ بنوایا۔ اسی حجرے میں آپؒ نے 691ھ 3 شوال کو سو برس کی عمر میں وصال فرمایا۔ آپؒ کا مزار دلکشا سے کچھ فاصلہ پر دامن کوہ میں ایک بڑی عمارت میں ہے۔ اس مقام کا نام "سعدیہ" ہے۔

19 اگست 2014

ورلڈ ہیومینیٹیرین ڈے.... انسان دوستی کا عالمی دن

اقوام متحدہ اور دوسرے فلاحی ادارے اور امدادی تنظیمیں ہر سال اگست کی 19 تاریخ کو دنیا بھر میں ورلڈ ہیومینیٹرین ڈے یعنی 'انسان دوستی' کا عالمی دن اس جذبے سے مناتی ہیں کہ دنیا بھر میں انسانی فلاح و بہبود کے لئے متحرک افراد اور انسانی جذبے کے تحت کام کرنے والے امدادی کارکن کو سراہا جائے اور ان کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اقوام متحدہ کی جانب سے اگست کی انیس تاریخ کو دنیا بھر میں انسان دوستی کے عالمی دن کے طور پر منانے کا فیصلہ سن 2008ء میں کیا تھا۔ یہی دن بغداد شہر کے کینال ہوٹل میں بم دھماکے میں اقوام متحدہ کے بائیس افراد کے ہلاک ہونے کی برسی بھی ہے۔

دنیا بھر میں یہ دن کو اس حوالے سے منایا جاتا ہے کہ خلق خدا کی بھلائی کی سرگرمیوں کے حوالے سے بنیادی سمجھ بوجھ کو عام کرنے کے ساتھ ان سرگرمیوں میں شریک افراد کا احترام اور جو لوگ کار خیر کرتے ہوئے ہلاک ہو چکے ہیں ان کو یاد بھی کیا جائے۔ یہ دن دکھی انسانیت کی خدمت کرنیوالوں کے نام ہے جو بلا تفریق رنگ و نسل ہر ممکن طور پر دکھی اور ناچار انسانیت کی خدمت کررہے ہیں، ہر انسان کو چاہیے کہ اس کے بارے میں سوچے اور اپنی حیثیت کے اعتبار سے انسانیت کی مدد کریں۔

12 اگست 2014

نوجوانوں کا عالمی دن

دنیا بھر کی آبادی کا چھٹا حصہ جبکہ پاکستان میں کل آبادی کا نصف نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ ہمارے ہاں آبادی میں سب سے زیادہ تعداد نوجوانوں کی ہے یعنی 15 سے 30 سال کے عمر کی تعداد 40 فیصد سے زائد ہے۔

12 اگست کو پوری دنیا میں نوجوانوں کا دن منایا جاتا ہے۔ اس دن کا مقصد نوجوانوں کے مسائل اور ان کی ترقی کے لیے مواقعوں کو تلاش کرنا اور بیرون ملک ملنے والے مواقع اور خطرات سے آگاہ اور ازالے کے بارے میں شعور بیدار کرنا ہے۔ اس دن کے حوالے سے دنیا بھر میں نوجوانوں کی ترقی کے حوالے سے کام کرنے والے ادارے مختلف تقریبات کا انعقاد کرتے ہیں۔ جن میں نوجوانوں کو پیش آنے والے مسائل اور ان کے حل پر بحث و مباحثہ کیا جاتا ہے اور ان کی ترقی کے لیے ملک میں اور عالمی سطح پر موجود مواقعوں کو تلاش کیا جائے گا تاکہ نوجوانوں کی ترقی کے لیے بہتر اقدامات کیے جاسکیں۔

قدیم مقامی باشندوں کا دن

9 اگست 2014

پوری دنیا میں قدیم مقامی باشندوں کا عالمی دن 9 اگست کو منایا جاتا ہے۔ گزشتہ پانچ سو برسوں میں امریکہ آسٹریلیا برازیل میں آباد ہونے والی سفید فام کالونیوں کے جانب سے ہزاروں مقامی باشندوں، سرخ ہندی، نیگرو اور گو آرانی کائیو واقبانیوں کا قتل عام ہوا ہے، جس کے باعث کئی زبانیں اور نسلیں ناپید ہوچکی ہیں۔

اس عالمی دن کا مقصد دنیا بھر میں مقامی باشندوں کے حقوق یقینی بنانا اور ریاستوں، ان کے شہریوں اور متعلقہ علاقوں کے قدیمی افراد اور قبائل کے درمیان معاہدوں اور دوسرے انتظامات کے احترام کی اہمیت اجاگر کرنا ہے۔

محتاجوں کا عالمی دن

9 اگست 2014

پاکستان سمیت دنیا بھر میں محتاجوں کا عالمی دن 9 اگست کو منایا جاتا ہے۔ اس دن کو منانے کا مقصد دنیا بھر میں محتاجوں کے حقوق کا تحفظ اور ان کی دیکھ بھال کے لیے اقدامات کرنا ہے۔ محتاجوں کے عالمی دن کا آغاز 1994ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کے دوران ایک قرارداد کی منظوری کے بعد ہوا۔

اس دن کی مناسبت سے محتاجوں کی فلاح و بہبود کے لیے خدمات انجام دینے والے اداروں اور تنظیموں کے زیر اہتمام تقاریب، سیمینارز کا اہتمام ہوتا ہے۔

29 اگست 2014

جوہری تجربوں کے خلاف عالمی دن

جوہری تجربوں کے خلاف پہلا

10 اگست 2014

راکھی کا تہوار

راکھی کا تہوار بہن بھائیوں کے پیار، ان کے خوبصورت اٹوٹ رشتے کا تہوار ہے جو دنیا بھر میں موجود ہندو برادری روایتی جوش و خروش سے مناتی ہے۔ راکھی کا تہوار یار کشا بندھن بھی ملنے ملانے اور گھر والوں کے ساتھ خوشیاں منانے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

اس دن ہندو گھرانوں میں بہنیں دیا، چاول اور راکھیوں سے سجی پوجا کی تھالی تیار کرتی ہیں اور اپنے بھائیوں کی کلائی پر پیار سے راکھی باندھ کر ان کی صحتمندی، درازعمری اور کامیابیوں کے لئے دعا کرتی ہیں۔ محبت کے اس اظہار کے جواب میں بھائی اپنی بہن سے دکھ سکھ میں ساتھ رہنے اور اس کی حفاظت کرنے کا وعدہ کرتا ہے اور اسے تحفہ دیتا ہے۔

شری کرشن کا یومِ ولادت

17 اگست 2014

اگست کے مہینے میں ہندوؤں کی مذہبی شخصیت اور اوتار شری کرشن کا یوم پیدائش منایا جاتا ہے، جسے ہندو جنم اشٹمی کے نام سے یاد کرتے ہیں، یہ دن ہندو کلینڈر کے حساب سے بھادوں کی آٹھویں تاریخ کو آتا ہے۔ یوں تو ہندوؤں میں ہر ماہ کوئی نہ کوئی تہوار ہوتا ہی ہے، لیکن جنم اشٹمی کا تہوار ان کے لیے خاص اہمیت کا حامل ہے، اس دن ہندو مندروں میں کرشن کی یاد میں بھجن گاتے ہیں اور بچوں کو کرشن کی طرح کپڑے پہنائے جاتے ہیں اور دہی کی مٹکی توڑنے کی رسم ہوتی ہے۔ پاکستان میں بھی اقلیت میں موجود ہندو برادری یہ تہوار روایتی جوش و خروش سے یہ تہوار مناتی ہے۔

تیشا باو.... یہودیوں کا یومِ سوگ

5 اگست کو دنیا بھر کے یہودی یوم سوگ مناتے ہیں، یہ دن دوسری صدی ہجری میں رومیوں کے ہاتھوں بیت المقدس اور یروشلم کی تباہی کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ اس دن تمام یہودی روزہ رکھتے ہیں، آب AV کے مہینے کے نویں دن کی شام سے اگلے دن کی شام تک نہ کھاتے پیتے ہیں، نہ نہاتے دھوتے ہیں، کریم، تیل، جوتوں اور دیگر آرائشی اشیاء کا استعمال پورا دن ترک کرتے ہیں۔

بین الاقوامی دن 29 اگست 2010ء کو منایا گیا۔ اس دن کا مقصد لوگوں کی توجہ اس جانب دلانا ہے کہ کئی دہائیوں سے ہونے والے جوہری تجربوں نے لوگوں اور ماحولیات کو کتنا نقصان پہنچایا ہے۔ اس دن کو منانے کی تجویز قازقستان نے پیش کی تھی۔ کیونکہ اکسٹھ سال پہلے سوویت یونین نے اس سرزمین پر سب سے پہلا جوہری تجربہ کیا تھا۔

❄

نوٹ: اس مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ ہجری تاریخوں کی متبادل ممکنہ عیسوی تاریخیں دی جائیں، البتہ درست ہجری تاریخیں چاند کے نظر آنے سے مشروط ہے۔

ناکام شادی سے امراض قلب کا خطرہ

امریکہ۔ مشی گن اسٹیٹ یونیورسٹی کی تحقیق کے مطابق ناکام شادیاں ذہنی تناؤ کا سبب بنتی ہیں اور آگے جا کر جسمانی صحت کے لیے تباہ کن ثابت ہوتی ہیں۔ تحقیق کے مطابق جو لوگ اپنے شریک حیات سے ناخوش ہوتے ہیں ان میں مایوسی، ہائی بلڈ پریشر اور امراض قلب کا بہت زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔

عالمِ افروز

دلچسپ خبریں، حیرت انگیز واقعات اور ایجادات......

مرتبہ: پرمیس

لنگور کی زبان بے معنی نہیں

سائنس دانوں کا دعویٰ ہے کہ وہ چمپینزی یا لنگوروں کے اشاروں کو سمجھنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جنگلی لنگوروں کی زبان بنیادی طور پر 66 اشاروں پر مشتمل ہے۔ ان اشاروں کی مدد سے وہ 19 خاص پیغامات ایک دوسرے تک پہنچاتے ہیں۔ سائنس دانوں نے لنگوروں کے اشاروں کی زبان سمجھنے کے لیے یوگنڈا کے جنگلوں میں لنگوروں کا طویل عرصے تک مشاہدہ کیا۔ تحقیق کی سربراہ ڈاکٹر کیتھرین ہوبیٹر کا کہنا ہے کہ صرف انسانوں اور لنگوروں میں ابلاغ کا ایک ایسا نظام پایا جاتا ہے جس میں وہ اپنے اشارے سے ایک دوسرے کو کوئی پیغام دیتے ہیں۔ لنگوروں کی دنیا میں کچھ اشاروں کا ہر مرتبہ ایک ہی مطلب ہوتا ہے۔ پیٹھ پر سوار ہو جاؤ، یہاں خارش تو کرو، چلو چلتے ہیں، اٹھو یہاں سے، اور تنگ نہیں کرو وغیرہ....

کچھ اشارے تو ایسے ہیں کہ جن کا ہر مرتبہ ایک ہی مطلب ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی لنگور دوسرے لنگور کو دکھاتے ہوئے ہاتھ میں پکڑے پتوں کو کاٹتا ہے تو اس کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے کہ وہ اپنے نر یا مادہ کی توجہ چاہتا یا چاہتی ہے۔ اسی طرح کئی اشارے ایسے ہی جن سے مراد ایک سے زیادہ چیزیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً اگر ایک لنگور دوسرے کا ہاتھ پکڑتا ہے تو اس کا مطلب ہو سکتا ہے کہ ایسا نہ کرو، میری پیٹھ پر سوار ہو جاؤ، یا مجھ سے دور ہٹو۔

انکشافات

تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ اگرچہ لنگوروں کے کئی اشارے بہت لطیف اور ڈھکے چھپے ہوتے ہیں، لیکن کچھ اشارے ایسے ہیں جن کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے۔ مثلاً جب بسورتے ہوئے ننھے لنگور کی ماں اُسے اپنا پاؤں دکھاتی ہیں تو اس کا ایک ہی مطلب ہے کہ رونا بند کرو اور میری کمر پر سوار ہو جاؤ۔ ڈاکٹر کیتھرین کہتی ہیں کہ اس تحقیق سے ہمیں سب سے بڑا جو پیغام ملتا ہے وہ یہ ہے کہ صرف انسان ہی آپس میں بات چیت نہیں کر سکتے بلکہ دنیا میں ایک اور مخلوق بھی ہے جو بامعنی ابلاغ کر سکتی ہے۔

کم نیند سے انسانی دماغ سکڑ جاتا ہے: تحقیق

کیا آپ کم نیند لیتے ہیں؟ اگر آپ کی نیند کا دورانیہ کم ہے، تو اس عادت کو ترک کرنے کا سوچیے۔ ایک نئی تحقیق بتاتی ہے کہ کم نیند لینے سے انسانی دماغ جلد بوڑھا ہو جاتا ہے۔

اس تحقیق میں انسانی دماغوں کے امیجز کا جائزہ لیا گیا تو یہ معلوم ہوا کہ کم نیند سے انسانی دماغ کی ساخت اور بناوٹ میں تبدیلیاں زیادہ تیزی سے وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ نیند کی کمی اور انسانی دماغ کے افعال و ساخت میں تبدیلی کے حوالے سے کی جانے والی تحقیق میں 55 افراد کے ڈیٹا کو اکٹھا کیا گیا۔ ماہرین نے نوٹ کیا کہ جو افراد رات کی نیند کا ایک گھنٹہ دورانیہ کم لیتے تھے، ان کے دماغ کی ساخت جلد بدل رہی تھی۔ اس سے قبل نیند کے حوالے تحقیق میں یہ امر سامنے آتا رہا ہے کہ کم نیند سے انسان نہ صرف چڑچڑا ہو سکتا ہے، بلکہ اس سے اس کے سوچنے کی صلاحیت بھی متاثر ہوتی ہے اور اسے یادداشت سے متعلق مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے۔ موجودہ تحقیق دانوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جو افراد کم گھنٹے سوتے ہیں ان میں دماغ کے سکڑنے کا عمل بھی زیادہ تھا۔

ایجادات



نابیناؤں کے لیے پڑھنے کا نیا آلہ ایجاد، فنگر ریڈر

میساچیوسٹس انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کے سائنسدانوں نے ایک آلہ فنگر ریڈر ایجاد کیا ہے، اس کی مدد سے بصارت سے محروم یا کم بینائی کے حامل افراد بھی آسانی کے ساتھ کتابیں پڑھ سکیں گے۔ فنگر ریڈر بالکل ایک انگوٹھی یا چھلے کی طرح انڈیکس فنگر میں پہنا جائے گا۔ اس میں ایک انتہائی چھوٹا سا کیمرہ لگا ہو گا، جس میں الفاظ کو اسکین کرنے کی صلاحیت موجود ہو گی۔ بعد ازاں یہ الفاظ آواز کی صورت میں سنائی دیں گے۔ اس طرح فنگر ریڈر نابینا افراد کو وہ کتابیں، ریستوران مینیو اور دیگر دستاویزات کو پڑھنا بھی ممکن بنادے گا، جو عموماً بریل میں دستیاب نہیں ہیں۔

سورج جیسی روشنی

جرمن سائنسدانوں نے ایک نیا روشن مادہ تیار کیا ہے۔ یہ مادہ سورج جیسی روشنی پیدا کرتا ہے۔

اس سے مستقبل میں ایل ای ڈی بلب تیار کئے جائیں گے۔ یہ نیا لومینوفور نامی فاسفر مادہ توانائی کی کارکردگی کو بھی بہتر بناتا ہے اور اس سے حاصل ہونے والی مصنوعی روشنی بھی سورج سے حاصل ہونے والی قدرتی روشنی کا گمان دیتی ہے۔

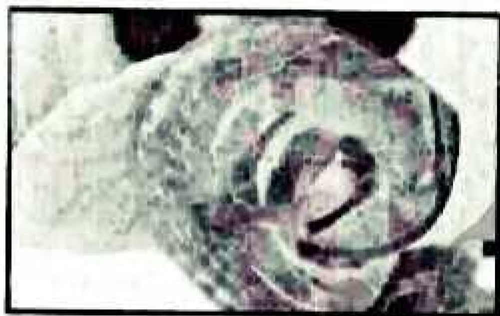
سیوریج کے پانی سے حرارتی توانائی کا حصول

صاف پانی کی اہمیت سے ہم سب واقف ہیں، لیکن استعمال شدہ پانی بھی بیکار نہیں ہوتا۔ سیوریج کے پانی سے ٹیکنالوجی کے ذریعے توانائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ آسٹریا میں توانائی پیدا کرنے والی کمپنی Stadtwerke سیوریج کے پانی سے توانائی کو ری سائیکل کررہی ہے۔ اس منصوبے میں نکاس کے پانی سے حاصل کردہ حرارتی توانائی کو مختلف عمارات کے 4000 مربع میٹر رقبے کو گرم کرنے کے لیے جب کہ گرمیوں میں اسی رقبے کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ مخصوص جگہ کو گرم اور ٹھنڈا رکھنے کے لیے گیس خرچ نہیں ہوگی اور فضائی آلودگی میں بھی کمی واقع ہوگی۔



نئے ٹی وی: ایک کو لپیٹ لیں اور دوسرا بالکل شفاف

جنوبی کوریا کی الیکٹرانکس کمپنی ایل جی نے اعلان کیا ہے کہ وہ دو کاغذ جتنے پتلے ٹی وی پینل بنارہی ہے جن میں سے ایک اتنا لچکدار ہے کہ اس کو کاغذ کی طرح لپیٹا جاسکتا ہے۔ اس لچکدار ٹی وی پینل کو تین سینٹی میٹر قطر کی ٹیوب میں لپیٹنے کے بعد بھی اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس ٹی وی پینل میں لچک اس لیے ممکن ہو سکی کہ اس میں پلاسٹک نہیں بلکہ پولیمائیڈ فلم استعمال کی گئی ہے۔ اسی کمپنی کی جانب سے دوسرا پینل شفاف ہے جس کی وجہ سے تصویر کی



دھندلاہٹ میں 30 فیصد کمی واقع ہوئی ہے۔ جلد ہی اس ٹیکنالوجی کی مدد سے ایسی بہترین سکرینیں بنائی جائیں گی جس کا استعمال جہازوں میں بھی ہوگا۔

ٹیکنالوجی کے میدان میں بچے، بڑوں سے آگے

انسانی تاریخ میں یہ شاید پہلا موقع ہے جب والدین اس بات کو تسلیم کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے کہ ان کے بچے ان سے زیادہ عبور رکھتے ہیں۔ ایک نئی تحقیق کے نتیجے نے اس بات کا ثبوت بھی پیش کر دیا ہے کہ ڈیجیٹل آلات کے ماہر بچے جدید ٹیکنالوجی کے استعمال میں بالغان سے دو چار قدم آگے نکل گئے ہیں۔

یونیورسٹی آف کیلیفورنیا کے ماہرین یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ آیا کالج کے نوجوانوں کے مقابلے میں کیا چار سے پانچ برس کے بچے کسی ایسی ٹیکنالوجی کو سیکھنے اور استعمال کرنے میں زیادہ بہتر ہو سکتے ہیں جسے انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہو؟

تجربے میں چار سے پانچ برس کے 106 بچوں اور کالج کے 170 نوجوان طلبہ کو شامل کیا گیا۔ ان کے درمیان ایک ٹاسک رکھا جس میں ٹیک گیجٹ کے مخصوص خانوں میں مٹی سے بنی ہوئی اشکال کو رکھ کر اسے روشن کرنا تھا۔

تجزیہ کاروں نے دیکھا کہ چھوٹے بچوں نے گیجٹ چلانے کے لیے درست کمبی نیشن کا انتخاب میں نوجوانوں سے نہ صرف سبقت حاصل کی بلکہ ان سے کم وقت میں ٹاسک مکمل کر لیا۔ یوں چھوٹے بچوں کے گروپ نے نوجوانوں کو شکست دے کر ثابت کر دیا کہ نئی ٹیکنالوجی سیکھنے کے لحاظ سے وہ نوجوانوں کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہیں۔

معاشرہ

بیوی سے بات چیت کرنے کی عادت دل کی صحت کے لیے مفید

آپ دفتر سے تھکے ماندے گھر آئے ہو اور آرام کرنے کے خواہش مند ہوں تو اس سے پہلے اپنی بیوی سے بات چیت کرنے کی عادت آپ کے دل کی صحت کے لیے انتہائی مفید ثابت ہو گی۔ لاس اینجلس ہیلتھ کیئر سسٹم کی تحقیق کے مطابق شریک حیات سے مثبت بات چیت سے مردوں میں دل کے دورے یا فالج کا خطرہ کافی حد تک کم ہو جاتا ہے۔ تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ منفی تعلق خون کی ان شریانوں کو موٹا کر دیتا ہے جو گلے سے دماغ تک خون پہنچانے کا کام کرتی ہیں۔ ان رگوں کی موٹائی میں اضافہ دل کے امراض کا خطرہ بڑھانے کا سبب بنتا ہے۔

ماحول

گلوبل وارمنگ گردوں میں پتھری کا سبب بن رہی ہے

سائنس داں اور ماہرین ماحولیات اپنے تحقیق میں گلوبل وارمنگ کے زمین پر خوف ناک اثرات کا نقشہ کھینچتے رہے ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ درجہ حرارت میں اضافہ کرۂ ارض کو تباہی سے دوچار کر دے گا۔ سطح سمندر بلند ہونے سے متعدد ساحلی شہر ڈوب جائیں گے اور گرمائش بڑھنے سے متعدد اقسام کی حیات کے لیے اپنے قدرتی ماحول میں رہنا مشکل ہو جائے گا۔ خشک سالی اور شدید بارشیں گلوبل وارمنگ کی علامت ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف خطوں میں وقت سے پہلے گرمی یا سردی کا آغاز بھی گلوبل وارمنگ کے اثرات کو ظاہر کرتا ہے۔ آب و ہوا اور ماحول پر اثرات کے ساتھ ساتھ سائنس داں اب انسانی صحت پر گلوبل وارمنگ کے منفی اثرات پر بھی تحقیق کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں کی گئی ایک تحقیق کے مطابق گلوبل وارمنگ کی وجہ سے گردوں میں پتھری بننے کے واقعات بھی بڑھ رہے ہیں۔ امریکی ریاست فلاڈیلفیا میں واقع ایک اسپتال کی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ گرمائش میں اضافے کے ساتھ انسانی گردوں میں پتھری ہونے کا امکان بڑھتا جاتا ہے۔ گرم موسم میں جسم سے پسینے کا اخراج بڑھ جاتا ہے اور یہ عمل جسم میں پانی کی کمی کا باعث بنتا ہے۔ اس کے نتیجے میں پیشاب میں کیلشیم اور دیگر دھاتوں کی مقدار بڑھ جاتی ہے اور اس سے گردوں میں پتھری بننے لگتی ہے۔

صحت

مٹھی بھر بادام کھائیں دل کا مرض دور بھگائیں

ماہرین کا دعویٰ ہے کہ بادام کھانے سے دل کے خون کی ویسلز صحت مند رہتی ہیں۔ برطانیہ میں آسٹن یونیورسٹی کے محققین نے اپنی تحقیق میں پایا کہ بادام کھانے سے خون میں اینٹی آکسیڈینٹ کی مقدار میں قابل ذکر طور پر اضافہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے خون کے بہاؤ میں بہتری ہوتی ہے۔

اعصابی کمزوری پر قابو پانے کے لیے پیدل چلیے

ایک نئی تحقیق بتاتی ہے کہ ایسے افراد جو پارکنسنز کی بیماری میں مبتلا ہیں، اگر وہ روزانہ پیدل چلنے کو اپنا معمول بنالیں، تو اس مرض کی علامات کو بہت حد تک دور کیا جاسکتا ہے۔ پارکنسنز ایک ایسی بیماری ہے جس میں انسان کا اعصابی نظام متاثر ہوتا ہے۔ ماہرین کہتے ہیں کہ ورزش کرنا پارکنسنز کی بیماری میں مبتلا افراد کے لیے دوا کی طرح اہم ہے۔ ضروری نہیں کہ یہ ورزش بہت شدید نوعیت کی ہو، ہلکی پھلکی ورزش کو بھی انسان اپنی روزمرہ زندگی کا حصہ بنا سکتا ہے۔

ٹی وی کم دیکھئے اور زیادہ عرصہ جیئیں

امریکی تحقیقی جریدے "جرنل آف دی امریکن ہارٹ ایسوسی ایشن" میں شائع ہونے والی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ زیادہ دیر تک ٹی وی دیکھنے والے افراد میں دیگر لوگوں کے مقابلے میں وقت سے پہلے مرنے کی شرح 40 فیصد تک زیادہ ہوتی ہے۔ اسپین کی "یونیورسٹی آف نوارا" سے تعلق رکھنے والے ماہرین پندرہ سال سے جاری تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ زیادہ دیر ٹیلی ویژن دیکھنا گاڑی چلانے یا پھر کمپیوٹر کے سامنے بیٹھنے سے کہیں زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ جو لوگ دن میں 2 گھنٹے ٹی وی دیکھتے ہیں ان میں وقت سے پہلے مرنے کی شرح دن میں ایک گھنٹہ ٹی وی دیکھنے والوں کی نسبت 40 فیصد زیادہ ہے۔

ہلدی نفسیاتی امراض کے لیے مفید اور زود اثر

نفسیاتی و ذہنی بیماریوں کے علاج کے لئے مارکیٹ میں بے شمار ادویات موجود ہیں لیکن حال ہی میں ہونے والی ایک نئی تحقیق کے مطابق ڈپریشن کے علاج میں ہلدی روایتی ادویات سے کہیں زیادہ فائدہ مند ہے۔ درد اور زخموں کے علاج وغیرہ کے لئے ہلدی کا استعمال تو قدیم زمانوں سے کیا جا رہا ہے، لیکن نئی سائنسی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ ہلدی الزائمر (دماغی بیماری) اور ڈپریشن کے علاج میں بھی نہایت معاون ثابت ہوتی ہے۔ محققین نے ڈپریشن کے علاج میں ہلدی اور پروزک نامی دوا کے اثرات جاننے کے لئے تحقیق کی اور ان نتائج میں محققین ہلدی کو دوا سے کہیں زیادہ بہتر قرار دیا ہے۔ کیوں ہلدی کے استعمال میں کوئی سائیڈ ایفیکٹ رونما نہیں ہوئے۔

لہسن۔ دماغ کے کینسر کے لیے اکسیر

واشنگٹن میں کی گئی تازہ ترین تحقیق کے مطابق لہسن کسی بھی طرح کے مضر اثرات کے بغیر دماغی کینسر کے خاتمہ کیلئے نہایت مفید ہے۔ کینسر جرنل میں شائع ہونے والی نئی تحقیق میں محققین کا کہنا ہے کہ لہسن نہ صرف دماغ میں کینسر کی پیدائش بلکہ اسے پھیلنے سے روکنے کیلئے بھی مدافعتی آکسیجن پیدا کرتا ہے۔ دماغ کے کینسر کے علاج کیلئے عمومی طور پر کیموتھراپی یا ریڈی ایشن کا سہارا لیا جاتا ہے جو دماغ کے خلیوں کو بھی مار دیتی ہے، نئی تحقیق اس حوالے سے اہم ہے کہ لہسن کے ذریعے کینسر کے علاج میں دماغی خلیے محفوظ رہتے ہیں۔ امریکہ میں کی جانے والی ایک اور تحقیق میں کہا گیا ہے کہ لہسن میں پائے جانے والے اجزاء اینٹی بائیوٹک ادویات سے سو فیصد زیادہ موثر ثابت ہوسکتے ہیں۔ طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ لہسن کے باقاعدہ استعمال سے قوت مدافعت بڑھتی ہے جو کینسر سے بچاؤ میں بے حد معاون ثابت ہوتی ہے۔



صحت مند زندگی



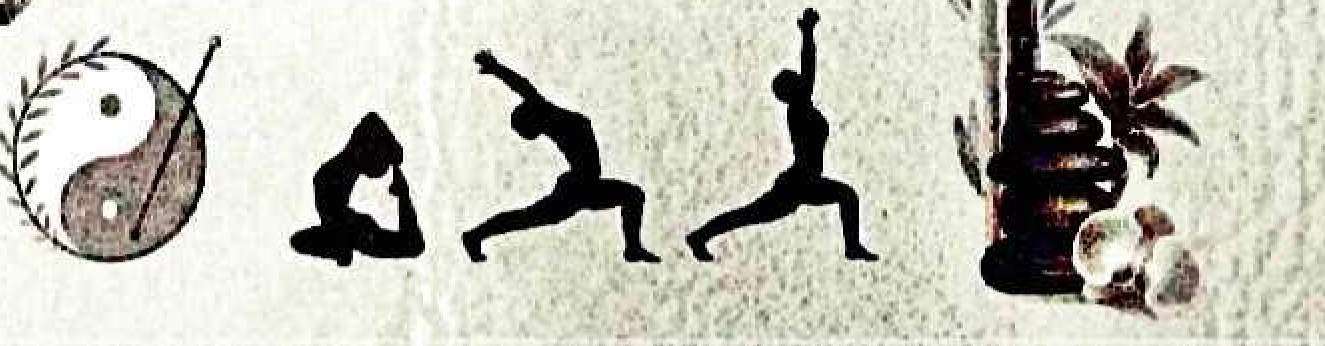
انسان اور بیماری کا تعلق اتنا ہی پرانا ہے جتنی انسانی تاریخ۔ انسانیت روزِ آفرینش سے اپنی بقا کی جنگ لڑ رہی ہے، اس عرصے میں بیماریوں سے نبرد آزما انسان نے کتنے ہی ایسے طریقوں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی جن سے شفا حاصل ہو سکتی تھی، انسانی ارتقاء کے اس سفر میں تکالیف اور بیماریوں سے نبٹنے کے لیے نت نئے طریقہ علاج تلاش کیے گئے ہیں اور اب جدید دور میں جہاں نت نئی بیماریاں ظاہر ہو رہی ہیں وہیں جدید طریقہ علاج بھی موجود ہیں مگر اکیسویں صدی میں جبکہ سائنس و ٹیکنالوجی نے بہت سی انسانی بیماریوں پر قابو پالیا ہے بعض اوقات ایسے عوامل سے بھی واسطہ پڑتا ہے جن سے چھٹکارہ پانا ممکن نظر نہیں آتا۔

ایک طرف اگر ایڈز، کینسر، ڈینگی وائرس اور سوائن وائرس کے بخار اور دیگر پیچیدہ جسمانی بیماریوں نے انسانی زندگی کو مات دینی شروع کر دی ہے، دوسری طرف ڈپریشن، اسٹریس، فوبیا، آٹزم، شیزوفرینیا، الزائمر جیسی ذہنی بیماریوں کے آگے جدید ٹیکنالوجی بھی بے بس نظر آتی ہے۔ ایسے میں کتنے ہی ایسے متبادل طریقہ علاج سامنے آئے جسکے باعث نا صرف کئی بیماریوں سے نپٹا جا سکتا ہے۔

اگر جدید میڈیکل سائنس کے لئے کسی بیماری پہ قابو پانا مشکل ہے تو اور بھی بہت سے طریقہ علاج موجود ہیں جن کے باعث انسان اپنی کھوئی ہوئی صحت و تندرستی کو دوبارہ حاصل کر سکتا ہے۔

ان میں کئی طریقہ کار ایسے بھی ہیں جن کے پیچھے کوئی سائنسی یا عقلی دلیل بظاہر نظر نہیں آتی، جن کی تھیوری کو حتمی طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا مگر ان کے اندر کوئی ایسے ماورائی مظاہر موجود ہوتے ہیں جن کے باعث کئی لاعلاج امراض میں مبتلا لوگ تندرست ہو جاتے ہیں۔

آج دنیا بھر میں علاج معالجہ کے ضمن میں ہزاروں ایسے مختلف متبادل طریقہ علاج موجود ہیں جن میں رنگ، روشنی، موسیقی، سانس، مقناطیس، پتھر و جواہرات، پانی، خوشبو اور جڑی بوٹیوں سے علاج کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ یوگا، ریکی، مراقبہ، ایکو پنکچر، ایکو پریشر، ریفلیکسولوجی، ہپنو تھراپی، شیاتسو، الیگزینڈر تکنیک، آیوروید، فینگ شوئی، تائی چی، آئریڈیولوجی، کائنیسولوجی، کی کونگ غرض کہ ایک طویل فہرست ہے، جن کی اہمیت، افادیت اور شفایاب خصوصیات کو جھٹلایا نہیں جا سکتا ہے۔



فینگ شوئی
Feng Shui 風水



فینگ شوئی ایک قدیم سائنس ہے اس کا تعلق چین سے ہے۔ فینگ شوئی کے ذریعے گھر کی تزئین و آرائش میں معمولی تبدیلی سے فطرت کے اصول آپ کے گھر میں رو بہ عمل ہو سکتے ہیں۔ اس سے ذہنی یکسوئی میں اضافہ ہو سکتا ہے اور آمدنی میں نمایاں اضافہ ہو سکتا ہے۔ روحانی ڈائجسٹ کے قارئین کے لیے ان صفحات پر چین کے معروف متبادل طریقہ علاج فینگ شوئی پر سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔

شاہینہ جمیل

ساتواں حصّہ
فینگ شوئی اور آپ کا گھر

اس باب میں ہم آپ کو گھر کے ان مقامات کے بارے میں بتائیں گے جہاں چی توانائی کا بہاؤ نسبتاً زیادہ حساس اور چیلنجنگ ہوتا ہے۔

اگر ان حصوں کو نظر انداز کیا جائے۔ یا لاپرواہی برتی جائے تو چی توانائی کے مثبت اثرات زائل ہونے کے چانسس بڑھ جاتے ہیں۔ آیئے جانتے ہیں کہ گھر کے وہ حساس حصے کونسے ہیں اور اس کا مناسب حل کیا ہو سکتا ہے۔

اسٹور روم، تہہ خانہ اور دو چھتی:

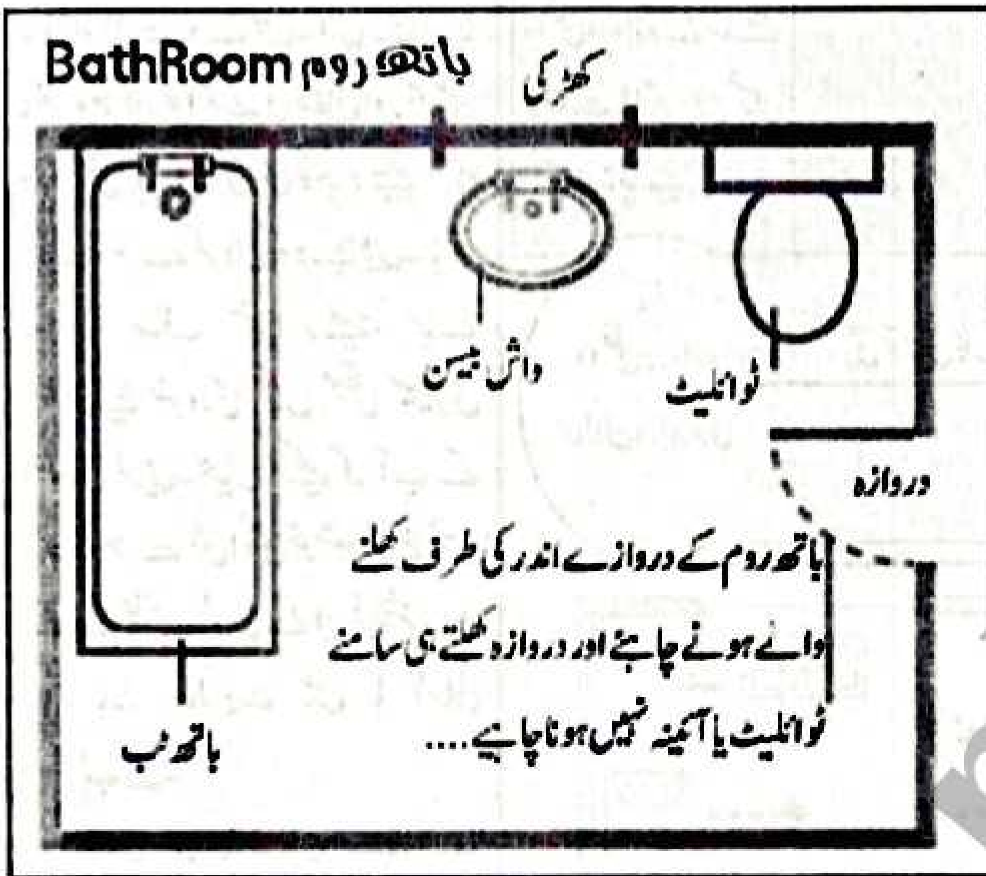
ہم نے بتایا تھا کہ اسٹور رومز اور تہہ خانوں میں عموماً توانائی کی منفی رو جسے شا توانائی کہا جاتا ہے گرد کرتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ ان جگہوں پر آمدورفت کی کمی، روشنی کا فقدان اور تازہ ہوا کا ناکافی ہونا ہے۔ ہمارے ہاں ان حصوں کو عام طور پر گھر سے بالکل الگ خیال کیا جانے لگتا ہے برصغیر پاک و ہند میں تہہ خانوں سے زیادہ دو چھتیاں بنائی جاتی ہیں جہاں غیر ضروری یا ایسی اشیاء جو گاہے بگاہے استعمال میں آتی ہیں رکھ دی جاتیں ہیں اور سالوں پلٹ کر ان کی خبر نہیں لی جاتی۔ اگر اسٹور رومز، تہہ خانوں، دو چھتیوں یا گیراج کی مہینے میں ایک دو بار صفائی کروائی جائے تو معاملات کی صورت کچھ اور ہو گی۔ صفائی کی وجہ سے وہاں روشنی اور ہوا کا خیال رکھنے سے توانائی کے منفی بہاؤ کو نہایت آسانی سے مثبت بہاؤ میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

فینگ شوئی کے اصولوں کے مطابق ٹوٹی پھوٹی پرانی اشیاء جنہیں ہم آسان زبان میں کاٹھ کباڑ کہہ سکتے ہیں کو گھر میں رکھنا پسندیدہ نہیں ہے۔ اس لیے سامان وہی اسٹور کیجئے جو ضرورت کا ہے۔

دو چھتی خواب گاہ میں ہرگز مت بنوایئے۔

باتھ روم اور ٹوائلٹ:

باتھ روم اور ٹوائلٹ ایک چھوٹا سا حصہ ہونے کے باوجود ایک ایسا مقام ہے جو پاکوآ چارٹ کے مطابق



گھر کے جس حصے میں بھی ہوں اس سمت میں دور کرتی توانائی کے سودمند بہاؤ کے لئے سب سے زیادہ چیلنجنگ ثابت ہوتے ہیں۔ ٹوائلٹ اور باتھ روم میں پانی کے بہاؤ کی وجہ سے دور کرنے والی توانائی میں ین لہریں غالب ہوتی ہیں اور غالب عنصر پانی میں کشش و جذب کی صلاحیت نسبتاً زیادہ ہونے کی وجہ سے اس سمت میں موجود عنصر اور توانائی کی تحریکات کو اپنے ساتھ بہا کرلے جاتی ہیں۔ نتیجے میں صحت، باہمی تعلقات اور دولت پر اس کے منفی اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔ اس کی روک تھام کے لیے ٹوائلٹ یا باتھ روم جس سمت میں بھی ہو وہاں توانائی کے متوازن بہاؤ کو بحال رکھنے کے لیے اتنی ہی زیادہ توجہ دی جائے جتنی اور جگہوں کو دی جاتی ہے۔

فینگ شوئی کا پہلا اصول یہ ہے کہ ضرورت کے علاوہ باتھ روم کا دروازہ ہمیشہ بند رکھیں۔ اس کے لئے اسپرنگ کلوزر آپ کے دروازے کو ہمیشہ بند رکھنے میں مددگار ثابت ہوں گے۔

ٹوائلٹ یا ڈبلیو سی کا رخ براہ راست گھر کے داخلی دروازے کی طرف نہیں ہونا چاہیے اگر ایسا ہو تو فینگ شوئی کے اصولوں کے مطابق گھر کے داخلی دروازے سے داخل ہونے والی چی توانائی کی طاقت ور لہروں کا بیشتر حصہ زائل ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ گھر میں داخل ہونے والی ینگ توانائی کی لہریں باتھ رومز میں دور کرتی ین توانائی کی پرسکون لہروں کو بھی متاثر کرتی ہیں۔

آج کل گھروں میں اٹیچڈ باتھ کا رواج بہت عام ہوگیا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ کا بیڈ یا سونے کا بستر چاہے زمین پر ہی کیوں نہ بچھا ہو باتھ روم کے دروازے کی جانب نہیں ہونا چاہئے۔ گھر اور ٹوائلٹ کے درمیان ہوا دار ڈیوڑھی چی توانائی کے لئے سودمند ثابت ہوتی ہے۔

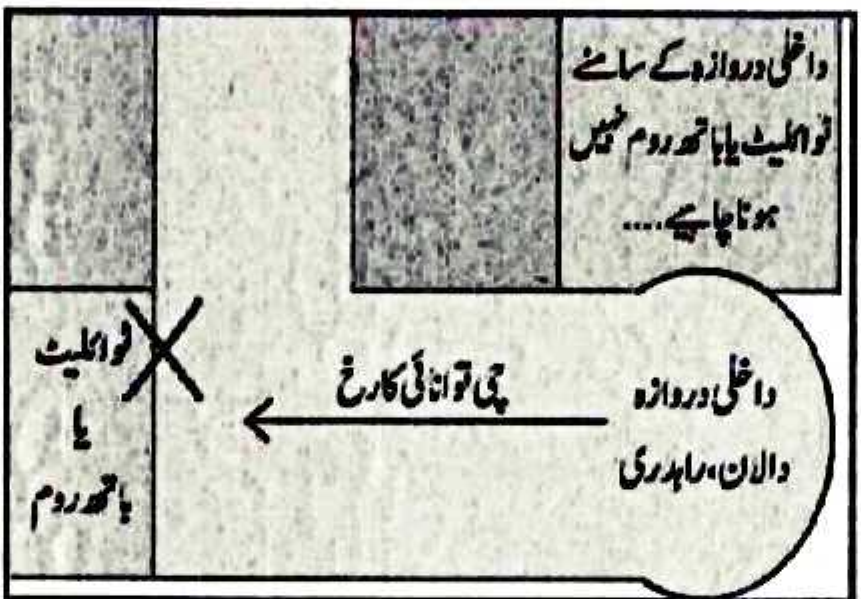
گھر کے درمیان میں باتھ رومز کی موجودگی پورے گھر کی توانائی کو غیر متوازن کرتی ہے۔ اسے ہمیشہ صاف ستھرا ہونا ضروری ہے بصورت دیگر چی توانائی پر جمود طاری ہوجاتا ہے۔

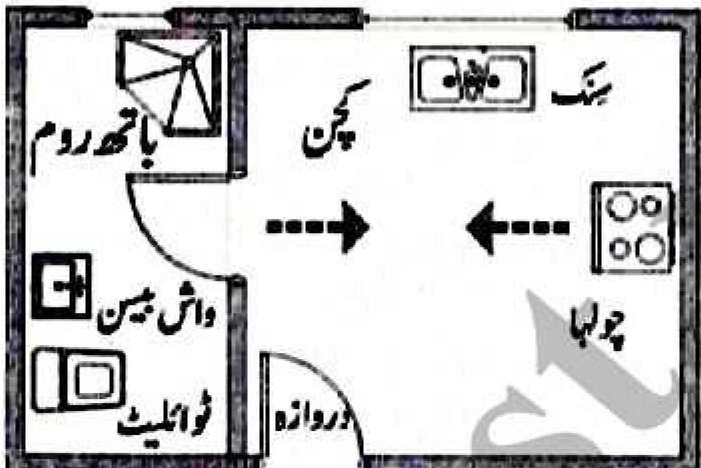
اگر ممکن ہو تو باتھ روم میں کسی مچھلی، دریا یا قدرتی نظارے کی تصویر آویزاں کریں جس میں نیلا رنگ نمایاں ہو۔ فینگ شوئی کے اصول مناسب روشنی اور ہوا کے مناسب بہاؤ کے انتظام کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کرتے ہیں جو کہ توانائی کے منفی بہاؤ کو قابو رکھنے میں بھی ہمیشہ

مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے اپنے باتھ رومز اور ٹوائلٹ کی صفائی اور تزئین و آرائش کو بھی اتنی ہی توجہ دیجیے جتنی آپ دوسرے کمروں کو دیتے ہیں۔ باتھ روم کو صاف ستھرا رکھیے، سجائیے سنواریئے ضروری نہیں مہنگی سینیٹری استعمال کریں۔ خیال رکھیے کہ آپ کے باتھ رومز سے بھی اچھی خوشبو آئے جس کے لئے مختلف طرح کے ایر فریشنرز اور اروما بارز مارکیٹ میں با آسانی دستیاب ہیں۔

یہاں اس سلسلے میں سامنے آنے والی کچھ کیس اسٹڈیز ہم آپ سے شئیر کرتے ہیں۔

مسٹر ایکس جو کہ امریکہ کے رہائشی ہیں اور بزنس مین ہیں ان کا کہنا ہے میرا کاروبار چھوٹے اور محدود پیمانے پر تھا جس پر اپنی پوری محنت اور لگن سے کام کرتا رہا۔ تقریباً سال بھر کے اندر میں نے ایک بہت بڑی فرم کے ہاتھوں اپنی کمپنی کے 25 فیصد شئیرز فروخت کیے۔ اسی مد میں اس فرم نے کاروبار کو وسعت دینے کے لئے ایک اچھی خاصی رقم بزنس میں انویسٹ کی جس سے کاروبار میں کافی فائدہ ہوا۔ ساتھ ساتھ بڑی جگہ اور آفس کی ضرورت بھی پیش آئی۔ اس کے لئے میں نے بجٹ میں رہتے ہوئے ایک پرانا مگر بڑا اور مناسب آفس کرایہ پر لے لیا۔ اس نئے آفس میں صرف ایک بڑا کمرا تھا جس کے شمال مغربی کونے میں واش بیسن اور ٹوائلٹ بنا ہوا تھا۔ واش روم کا دروازہ خاصی ابتر حالت میں تھا اور صحیح طرح بند بھی نہیں ہوتا تھا۔ اندر سے بھی اس کی صحیح حالت گزارے لائق تھی۔ ابھی یہاں مہینہ بھر بھی نہ گزرا تھا کہ فرم سے تعلقات میں معمولی باتوں پر رنجشیں پیدا ہونے لگیں۔ نتیجے میں فرم نے کسی خاص عذر کے بغیر اپنا حصہ کاروبار میں سے الگ کرنے کا نوٹس بھیج دیا۔ مسٹر ایکس کے ساتھ اپنی شرائط کے مطابق شئیر فروخت کرنے کی ڈیمانڈ بھی کی جو کہ مسٹر ایکس کے لیے خوش آئیند بات نہ تھی۔ مسٹر ایکس کے کاروبار میں پبلک ڈیلنگ کا بڑا عمل دخل تھا اس کے لئے سوشل کنٹیکس بنا کر رکھنا بھی ضروری تھا مگر ایسا ہو نہیں پا رہا۔ تھا کسی نہ





اگر باتھ روم کچن کے سامنے ہے تو واش بیسن اور ٹوائلیٹ کا سامنا چولہے کی جانب نہیں ہونا چاہیے.... چولہے کا عنصر آگ ہے، آگ اور پانی براہ راست آمنے سامنے نہیں ہونا چاہئے۔ عام طور پر کچن میں بھی سنک اور ریفریجریٹر بھی پایا جاتا ہے ان کا تعلق بھی پانی سے ہے۔

کسی معمولی بات پر کلائینٹس ہاتھ سے نکلتے جارہے تھے۔بظاہر مسٹر ایکس کو اپنے کام میں ایسی خامی نظر نہیں آرہی تھی مگر وہ پریشان تھے کہ اگر ایسا ہی ہوتا رہا تو کاروبار ٹھپ ہوجائے گا اور بنی بنائی ساکھ بھی بگڑ جائے گی۔وہ سوچ میں پڑگئے۔ ہر اٹھائے جانے والے قدم اور فیصلوں کا جائزہ لیا۔کافی غوروخوض کے بعد جو بات سامنے آئی اس نے مسٹر ایکس کو امید بھی دی اور انہیں افسوس بھی ہوا کہ دراصل جنرل پاکوآ کے لحاظ سے شمال مغرب میں دور کرتی توانائی، مخلص، حمایتی اور مددگار لوگوں کو متحرک کرتی ہے اور یہی توانائی ٹوائلٹ کے ساتھ بہت تیزی سے فلش ہورہی ہے۔ مسٹر ایکس کا کہنا ہے کہ پر تجسس طبیعت کے باعث میں فینگ شوئی کا علم تھوڑا بہت ضرور رکھتا تھا مگر ایکسپرٹ نہ تھا اور پہلے کبھی فینگ شوئی کے اصولوں پر سنجیدگی سے عمل بھی نہیں کیا تھا۔ اس لیے مجھے لگا کہ اسے آزمانے کا یہ بہترین موقع ہے۔ میں نے فوری طور پر ایک فینگ شوئی ماسٹر سے رابطہ کیا۔ مسٹر ایکس اس نئے آفس میں تھوڑا عرصہ پہلے شفٹ ہوئے تھے اور ایڈوانس بھی بھر چکے تھے جس کی وجہ سے فوری طور پر آفس چھوڑنا ممکن نہ تھا اس لئے فینگ ماسٹر کے مشورے کے مطابق سب سے پہلے مسٹر ایکس نے فرم سے شئیرز واپس خرید لیے اور ٹوائلٹ اور ساتھ ساتھ آفس کا جنوب مشرق کارنر جہاں کی توانائی دولت کو تحریک دیتی ہے پر فینگ شوئی ماسٹر کی تجویز کردہ تدابیر اور مشوروں پر عمل درآمد شروع کردیا۔ تھوڑی سی رقم خرچ کرکے تزئین و آرائش اور آفس کی دیگر اشیاء اور ان کے مقامات میں تبدیلیاں کردی گئیں۔ان کہنا تھا کہ ابتدائی طور پر کاروبار میں کوئی خاص تبدیلی محسوس نہیں ہوئی مگر ڈیڑھ مہینے بعد ہی مجھے ایک دوسری جانی مانی فرم سے ایک بہت اچھی پیشکش ہوئی اور میرے وہی شئیرز اچھی قیمت میں اس فرم نے خرید لیے۔

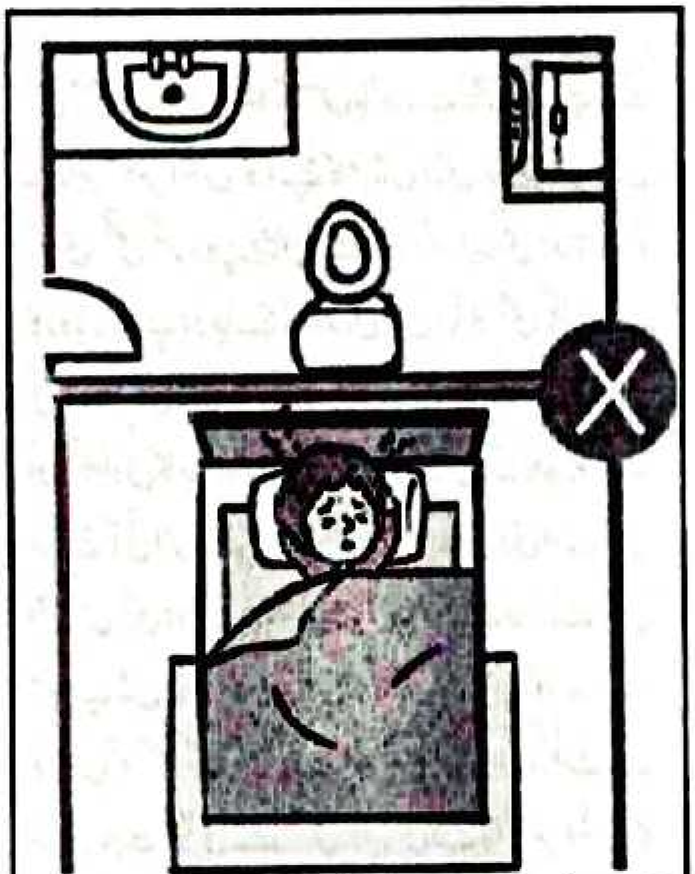
میرے لئے سب سے زیادہ خوشی اور حیرت کا دن وہ تھا کہ جب تین مہینے بعد ہم نے پرانی فرم سے ایک کاروباری لین دین میں اچھی خاصی رقم وصول کی اور انھوں نے دوبارہ سے میری کمپنی کے شئیرز خریدنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس وقت میرا فینگ شوئی کے علم پر یقین پختہ ہوگیا۔

یہ تو تھے مسٹر ایکس اب ذرا مس وائے کی سنئیے جو ورجینیا کی رہائشی ہیں اور ایک اچھی فرم میں مینیجر کے عہدے پر کام کرتی ہیں زندگی کی 35 بہاریں دیکھ چکی ہیں غیر شادی شدہ ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ میرے لئے سب کچھ بہت اچھا تھا اچھی جاب، مخلص دوست، پارٹیز گھومنا پھرنا۔ دو سال پہلے پروموشن پر کمپنی نے تین کمروں کا ایک چھوٹا سا اپارٹمنٹ دیا۔ جہاں میں اپنی والدہ اور میٹ کے ساتھ رہتی ہوں دنیا کی نظروں میں تو پچھلے دو سال سے ایک پر آسائش اور مطمئن زندگی گزار رہی تھی مگر سب کچھ ہونے کے باوجود میرے پاس سکون کی دولت نہیں تھی۔ مجھے گھر میں گھستے ہی ایک وحشت سی ہوتی۔ میں راتوں کو بے چین نیند سوتی، اکثر ڈر کر اٹھ جاتی۔ روپے پیسے کی نہ تھی مگر سیونگز بالکل بھی نہ تھیں۔ جتنا آرہا تھا اتنی تیزی سے خرچ بھی ہورہا تھا۔ کسی نہ کسی معمولی بات پر ایک بڑا خرچہ میرا انتظار کررہا ہوتا۔ ماما کا مزاج بھی اکثر گرم اور چڑچڑا رہتا۔ شاید سارا دن گھر میں رہنے کی وجہ سے چڑچڑاہٹ اور برہمی ان کے مزاج کا حصہ بن گئی تھی۔ان وجوہات نے مجھے گھر سے دور کردیا تھا۔

میں گھر جاتے ہوئے کتراتی اور اپنا زیادہ تر وقت

گھر سے باہر دوستوں کے ساتھ یا کبھی تنہا گزارتی۔ تین مہینے پہلے کمپنی کی طرف سے مجھے دو دن کے لئے نیویارک جانا ہوا۔ جس ہوٹل میں ہم ٹھہرے تھے وہیں لنچ بریک کے دوران میری ڈاکٹر ڈی سے ملاقات ہوئی جنہیں میں نے بہت دفعہ ٹی وی پروگرامز میں فینگ شوئی کے مطابق مشورے دیتے اور لوگوں کے مسائل گھریلو تزئین و آرائش میں ردوبدل سے حل کرتے دیکھا تھا۔ وہ نیویارک کی ایک بڑی کنسٹرکشن کمپنی کے ساتھ بھی ایسوسی ایٹڈ ہیں۔ میری ڈاکٹر ڈی سے بہت اچھی بات چیت رہی۔ میں نے ان سے اپنے مسائل بھی ڈسکس کیے۔ انہوں نے میری پرابلم بہت دھیان سے سنی۔ میری باتیں سننے کے بعد انھوں نے جو سوال کیا وہ مجھے بہت عجیب لگا۔ انھوں نے پوچھا کہ تمہارے گھر میں باتھ رومز کتنے ہیں اور ان کی پوزیشن، رنگ، کموڈ کس طرف ہے وغیرہ وغیرہ۔ میں اس وقت انھیں صحیح طور پر جواب نہیں دے پائی۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اتفاق سے اگلے ہفتے ان کی ورجینیا میں ایک ورکشاپ ہے میں نے موقع غنیمت جان کر فوری طور پر انہیں ڈنر کی دعوت دے ڈالی جسے انھوں نے خندہ پیشانی سے قبول کرلیا۔ اس ملاقات کے اگلے ہفتے ان کا ورجینیا آنا ہوا تو میں انہیں گھر لے آئی اور ان کے لئے ایک شاندار ڈنر کا اہتمام کیا۔ ڈاکٹر ڈی نے میرے پورے اپارٹمنٹ کا جائزہ لیا۔ اس کے بعد میری برہم مزاجی اور مسائل کی جو وجوہات انھوں نے بتائیں وہ میرے لئے ناقابلِ یقین تھیں۔ میں یہ بات ماننے کو تیار نہ تھی کہ محض باتھ روم کے مقامات میرے مسائل کی وجہ ہیں۔ ڈاکٹر ڈی نے نشاندہی کی کہ اپارٹمنٹ کے داخلی دروازے کے بالکل سامنے سیڑھیاں ہیں جیسا کہ عموماً اپارٹمنٹس میں ہوتا ہے اور اندر داخل ہوتے ہی



فینگ شوئی اصول کے مطابق اگر بیڈ کا سرہانہ باتھ روم سے منسلک ہے یا ٹوائلٹ کے بالکل عقب میں ہے تو آپ کو مستقل سر درد اور یکسوئی میں کمی کی شکایات ہو سکتی ہیں۔

سامنے کامن باتھ روم تھا۔ اس کے ساتھ ہی بائیں جانب کچن اور لیونگ روم تھے۔ جبکہ میرے کمرے کے اٹیچڈ باتھ میں کموڈ کا لڈ ہی نہیں تھا اس لئے وہ کھلا ہی رہتا تھا جو بالکل دروازے کے ساتھ ہی تھا۔ میں یہ سوچ کر پریشان تھی کہ اب اس کا حل کیا نکلے گا۔ ظاہر ہے کہ سیڑھیوں یا ٹوائلٹ کی جگہ بدلنا میرے بس میں نہ تھا مگر انھوں نے انتہائی آسان اور باآسانی دستیاب اشیاء کے ذریعے آرائش میں کچھ ردوبدل کئے۔ کموڈ کو اور باتھ رومز کے دروازوں کو بلاضرورت کھلے رکھنے کی سختی سے ممانعت کی۔ میرے واش رومز کی رنگ وروغن کو تبدیل کرنے اور کچھ اشیاء کو بطورِ آرائشی سامان سجانے، بیڈ روم کے سرہانے کا مقام بدلنے اور کمرے میں لائن سے موجود چھ کھڑکیوں میں سے زیادہ تر کو سوتے وقت پردے سے ڈھانپے رکھنے کی ہدایات کیں۔ اس کے

ساتھ انھوں نے میرے کمرے کی دیوار پر ٹنگی میری پسندیدہ ایک بہت مہنگی ترین تصویر جو ورجینیا کے ایک مشہور آرٹسٹ نے پینٹ کی تھی جس میں ایک اکیلی عورت جذباتی کیفیت میں کسی سے دور بھاگتی نظر آرہی تھی کو اتارتے ہوئے کہا اور یہ ہے تمہارے سٹریس اور ڈر کی دوسری وجہ۔ بہر حال میری ماما نے بھی یہی مشورہ دیا کہ جیسے یہ کہتی ہیں کرتی جاؤ۔ اس تبدیلی کے تین مہینے کے اندر اندر مجھے گھر جاتے ہوئے اکتاہٹ ختم ہو گئی۔ نیند بھی پوری ہونے لگی۔ ڈر کی شدت میں بھی بہت کمی واقع ہوئی ہے۔

ماما بھی اب ایکٹو اور ریلیکس ہو گئیں۔ اب کچھ نہ کچھ سیونگ بھی بڑھتی جارہی ہیں۔

تو جناب یہ تھے مسٹر ایکس اور مس وائے جن کی کیس اسٹڈی ہم نے آپ سے شئیر کی۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کو توانائی کے مثبت بہاؤ میں باتھ رومز اور ٹوائلٹ کی اہمیت ان کی وجہ سے پیدا ہونے والی توانائی کے سود مند بہاؤ میں رکاوٹ اور اس رکاوٹ کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل اور ان کے حل کے بارے میں اچھی خاصی معلومات مل گئی ہوں گی۔ آپ اچھی طرح سمجھ بھی چکے ہونگے کہ یہ کس طرح ہماری ذاتی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

اب بات کرتے ہیں لانڈری کی یعنی وہ جگہ جہاں میلے کپڑے رکھے جاتے ہیں اور دھوئے سکھائے بھی جاتے ہیں۔

ہمارے ہاں عموماً کپڑے باہر کھلے صحن میں ایک مخصوص جگہ پر دھوئے سکھائے جاتے ہیں۔ اس حصے کے لئے بھی ہمیں ان تمام احتیاط اور ہدایات پر عمل کرنا ہوگا جو اسٹور رومز، گیراج یا دو چھتیوں کے لئے دی گئی ہیں۔ کپڑے دھونے کی جگہ بھی صفائی اور روشنی کا خصوصی انتظام اور یہ بھی کہ کپڑے دھونے کی جگہ بیڈ روم کے بالکل برابر میں نہ ہو تو بہت بہتر ہے۔ اسی طرح اسٹور رومز سے متصل بیڈ رومز بھی توانائی کے مثبت سود مند بہاؤ کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے۔

❁

پیدل چلیے



اعصابی کمزوری، کبڑا پن دور بھگائیے

ایک نئی تحقیق بتاتی ہے کہ ایسے افراد جو "پارکنسنز" کی بیماری میں مبتلا ہیں، اگر وہ روزانہ پیدل چلنے کو اپنا معمول بنالیں، تو اس مرض کی علامات کو بہت حد تک دور کیا جاسکتا ہے۔ پارکنسنز ایک ایسی بیماری ہے جس میں انسان کا اعصابی نظام متاثر ہوتا ہے۔ ماہرین کہتے ہیں کہ "ورزش کرنا پارکنسنز کی بیماری میں مبتلا افراد کے لیے دوا کی طرح اہم ہے، ضروری نہیں کہ یہ ورزش بہت شدید نوعیت کی ہو، ہلکی پھلکی ورزش کو بھی انسان اپنی روزمرہ زندگی کا حصہ بنا سکتا ہے۔

کیا پک رہا ہے۰۰۰؟

سائنس کی ایجادات نے زندگی کو بہت آسان بنا دیا ہے۔ گھریلو استعمال کی اشیاء میں فریج اور ڈیپ فریزر کو ہی لے لیجئے۔ پہلے زمانے میں خواتین کھانا محفوظ کرنے کا کام چھینکے سے لیا کرتی تھیں لیکن آج سائنسی ترقی کی بدولت ہم بہتر طریقے اور حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق غذا کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ خاتون خانہ کو اس وقت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب اچانک مہمان آجائیں اور فریج میں کھانے کے لوازمات غائب ہوں یا کہیں آپ کو جلدی پہنچنا ہو لیکن تھوڑا بہت کھا کر جانا بھی ضروری ہو۔ ان حالات میں اگر پہلے سے آپ کے پاس کچھ چیزیں تیار ہوں تو نہ صرف آپ کسی قسم کی پریشانی سے بچ جائیں گی۔ بلکہ آپ کی مہمان نوازی پر بھی حرف نہیں آئے گا۔ یہاں آپ کو ہم چند ضروری چیزوں کو محفوظ کرنے کا طریقہ بتا رہے ہیں۔ جو اس قسم کے ہنگامی حالات میں آپ کے کام آئیں گے۔

یخنی محفوظ کرنے کا طریقہ

آپ پلاؤ کے لیے یخنی بنا کر رکھ سکتی ہیں چاہیں تو گوشت الگ اور یخنی الگ الگ ڈبوں میں رکھیں یا پھر ایک ہی ڈبے میں بنا کر ٹھنڈا کر کے فریزر میں رکھ دیں۔ مہمان اچانک یا اطلاع کر کے بھی آجائیں تو یخنی والا ڈبہ کچھ دیر کے لیے نکال کر گرم پانی میں رکھ دیں۔ صرف بگھارنے اور چاول ڈالنے کی دیر ہو گی' آپ کا پلاؤ تازہ شکل میں تیار ہے۔

کباب محفوظ کرنے کا طریقہ

مختلف قسم کے کباب جن میں شامی کباب تو سر فہرست ہیں اور تقریباً ہر گھر میں تیار رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ چپلی کباب' کچے قیمے کے کباب' آلو کے کٹلٹس وغیرہ بھی تیار کر کے رکھے جا سکتے ہیں۔ چاہیں تو ان کو ہلکا سا فرائی کر کے رکھ لیں۔ بس نکال کر دوبارہ تھوڑا فرائی کرنا ہو گا۔ ورنہ کچے بھی رکھے جا سکتے ہیں لیکن کچے کباب رکھنے کا بھی ایک خاص طریقہ ہے۔ جگہ بھی کم استعمال ہو اور کباب آپس میں چپک بھی نہ سکیں۔ اس کے لیے کباب ٹرے یا کھلے برتن میں رکھنے چاہئیں۔ پہلے ایک تہہ کبابوں کی رکھ دیں اس پر پلاسٹک کی تھیلی بچھا کر دوسری تہہ رکھ دیں۔ اس طرح آپ تین چار تہہ ایک ہی برتن میں رکھ سکتی ہیں جب وہ ٹھنڈے ہو کر سخت ہو جائیں تو ان کو ایک بڑے ڈبے میں رکھ دیں یا پھر پلاسٹک کی ذرا موٹی تھیلی میں رکھ دیں۔ جب بھی ضرورت پڑے نکال کر تھوڑے سے وقت میں تیار کر سکتی ہیں۔

قیمہ محفوظ کرنے کا طریقہ

قیمہ بھی آپ اکٹھا ایک جگہ زیادہ پکا لیں اور پھر اپنی ضرورت کے مطابق چھوٹے ڈبوں میں ڈال کر رکھ دیں۔ ضرورت کے وقت ایک یا زیادہ ڈبہ نکال کر اس میں چاہیں تو سبزی ڈال لیں۔ مٹر' آلو' پالک اور بینز وغیرہ یا پھر سادہ بھی استعمال کر سکتی ہیں۔ اسی طرح گوشت بھی کافی مقدار میں بھون کر ڈبوں میں رکھ لیں اور اسے بھی بعد میں سبزی کے ساتھ یا سادہ استعمال کر لیں۔ اس سے کھانا بالکل تازہ محسوس ہو گا۔

دالیں اور کڑھی

آپ دالیں یا حلیم وغیرہ بھی



پکا کر رکھ سکتی ہیں۔ نکال کر صرف گرم کرکے بگھار لگانے کی ضرورت ہوگی۔ کڑھی تقریباً ہر گھر میں پکائی اور کھائی جاتی ہے۔ آپ کڑھی تیار کرکے فریزر میں رکھ دیں۔ استعمال سے پہلے خوب گرم کرکے تازہ پھلکیاں بنا کر اس میں ملا دیں اور بگھار لگالیں۔

رمضان میں وقت کی کمی کے پیش نظر آپ ٹکیاں بنا کر یعنی آٹے میں نمک اور گھی ملا کر گوندھ لیں اور ان کی چھوٹی یا درمیانی سائز کی ٹکیاں یا روٹیاں بنالیں اور ٹکیوں کے درمیان میں پلاسٹک کی تھیلی رکھ دیں۔ تاکہ وہ آپس میں چپک نہ سکیں پکانے سے ذرا دیر پہلے نکال کر ہلکے گرم توے یا فرائی پین میں ہلکا سا گھی لگا کر اسے تل لیں۔

اس کے علاوہ بھی آپ مختلف چیزیں فریز کر سکتی ہیں' جیسے چھولے' دہی بھلے' لیکن دہی بھلوں کو محفوظ کرنے کے لیے پہلے آپ پھلکیاں یا ماش کی دال کے بھلے تل کر کاغذ پر رکھ دیں تاکہ زائد گھی جذب ہوجائے پھر ٹھنڈا ہونے پر ٹرے میں انہیں پھیلا کر فریزر میں رکھ دیں۔ جب وہ اچھی طرح فریز ہوکر سخت ہوجائیں تو نکال کر ڈبہ یا پلاسٹک کی تھیلی میں رکھ دیں۔ جب استعمال کرنا ہو ضرورت کے مطابق نکال کر تیز گرم پانی میں پندرہ یا بیس منٹ تک بھگو دیں۔ پھر اسے دبا کر زائد پانی نکال دیں اور دہی اور چاٹ مسالہ ملا کر کھائیں۔ اسی طرح چھولے یا بینز بھی فریز کرلیں (ابال کر) استعمال سے پہلے تھیلی کو تیز گرم پانی میں رکھ دیں۔ نرم ہونے پر انہیں گرم کرلیں اور آلو پیاز ٹماٹر یا مسالہ حسب منشاء شامل کرلیں۔

سبزیاں محفوظ کرنے کا طریقہ

مختلف سبزیاں جب موسم ختم ہوجاتا ہے تو بہت مہنگی اور نایاب ہوجاتی ہیں ان کو بھی آپ چاہیں تو فریزر کا فائدہ اٹھاتے ہوئے محفوظ کر سکتی ہیں۔ ان میں ٹماٹر' لیموں' ہرا مسالہ' ادرک' لہسن' پالک کا ساگ' گاجر' مٹر وغیرہ بھی شامل ہیں۔

لیموں اور ٹماٹر کو محفوظ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ ٹماٹر دھو کر خشک کرلیں پھر ان کو کاٹ کر ہلکا سا ابال لیں (بغیر پانی) یا اگر چاہیں تو یونہی بلینڈر میں ڈال کر پیسٹ بنالیں اور برف جمانے والی ٹرے میں کیوبز کی شکل میں جمالیں۔ جم جانے کے بعد ان کو ٹرے سے نکال کر تھیلی میں بند کرکے رکھ لیں۔ موسم ختم ہونے یا مہنگے ہونے کی صورت میں آپ کے پاس ٹماٹر کافی مقدار میں جمع ہوں گے۔

لیموں کا رس نکال کر اسی طرح کیوبز کی شکل میں جما کر رکھ لیں پھر چاہیں تو شربت بنائیں یا کھانے میں استعمال کریں۔ اسی طرح ہرا دھنیا' ہری مرچ' پودینہ' ادرک اور لہسن ملا کر بلینڈر میں ڈال کر پیسٹ بنا کر اس کے بھی کیوبز بنا کر رکھ دیں۔

مٹر موسم میں بہت سستے ہوجاتے ہیں انہیں چھیل کر ابلتے پانی میں تھوڑی دیر ابال کر چھلنی میں ڈال دیں تاکہ پانی نکل جائے ٹھنڈے ہوجانے پر اس کے پیکٹ بنا کر رکھ لیں۔

پالک کا ساگ بھی آپ محفوظ کر سکتی ہیں۔ چاہیں تو ابال لیں ورنہ کاٹ کر اور دھو کر اچھی طرح پانی نکال دیں اور ایک تھیلی میں ڈال کر رکھ لیں۔ گاجر کو بھی پتلی لمبی قاشیں کاٹ کر ابلتے ہوئے پانی میں ڈال دیں۔ ایک یا دو ابال آنے پر چھلنی میں ڈال کر خشک کرکے رکھ دیں پھر حسب ضرورت استعمال میں لائیں۔

لوکی کے ٹکڑے کرکے انہیں بھی ابال کر رکھ

لیں۔ اسے آپ رائتہ، سبزی یا بھرتے کی شکل میں استعمال کر سکتی ہیں۔ بھنے ہوئے گوشت میں ابلی لوکی ڈال کر آپ فوراً لوکی کا سالن بھی تیار کر سکتی ہیں۔

پھلوں کو محفوظ کرنے کا طریقہ

کچھ پھل ایسے ہیں جن کو ہم فریزر میں محفوظ کر کے بغیر موسم کے ان کا مزہ حاصل کر سکتے ہیں۔ آڑو موسم میں کافی سستے ہو جاتے ہیں۔ آپ پانی ابلنے کے لیے رکھ دیں۔ آڑو دھونے کے بعد ابلتے ہوئے پانی میں پانچ سے دس سیکنڈ تک ڈال دیں اور چولہا بند کر دیں۔ اس کے بعد نکال کر خوب ٹھنڈے پانی میں ڈال دیں۔ تھوڑی دیر بعد چھلکا آسانی سے اتر جائے گا۔ اب ایک دیگچی میں تھوڑے سے پانی میں شکر ڈال کر ہلکا سا شربت بنالیں۔ لیموں کا رس بھی (ایک یا دو عدد) شامل کر دیں پھر یہ ابلے ہوئے آڑو درمیان سے دو حصوں میں کر کے گٹھلی نکال کر اس شربت میں ڈال کر ایک ابال دے کر اتار کر ٹھنڈا کر لیں۔ آپ کسٹرڈ، کریم آئس کریم کے ساتھ یا سادہ بھی کھا سکتے ہیں اور یہ مہمانوں کی تواضع کے لیے بھی بہترین ہیں۔ چاہیں تو اس میں ناشپاتی بھی چھیل کر چار ٹکڑے کر کے ڈال دیں۔

سیب ہرے والے جو ذرا ترش سے ہوتے ہیں ان کا بھی آپ مربے یا شربت بنا کر رکھ سکتی ہیں۔ مربہ میں شکر زیادہ ہوتی ہے اور شربت میں اس کے مقابلے میں کم۔ مربہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ سیب دھو کر چھلکا اتار لیں اور درمیان سے چار ٹکڑوں میں کاٹ لیں اب پانی ڈال کر ساتھ ہی شکر اور لیموں کا رس ڈال کر پکنے کے لیے رکھ دیں۔ شروع میں آنچ ذرا تیز رکھیں جب سیب نرم ہو جائیں تو آنچ ہلکی کر کے تھوڑی دیر سنہرے ہونے تک پکا کر اتار لیں۔ کافی عرصہ تک آپ اسے فریج میں رکھ سکتی ہیں۔ اسے فریزر کی زیادہ ضرورت نہیں ہو گی۔

مختلف اشیاء کو محفوظ کرنے کے لیے چند اہم باتیں

1۔ سبزیاں ہمیشہ ابلتے ہوئے پانی میں صرف چند منٹ کے لیے ڈالیں۔

2۔ سبزیاں ڈالنے سے پہلے پانی میں دو کھانے کے چچ چینی ضرور ڈالیں۔ اس سے سبزیوں کا رنگ خراب نہیں ہو گا۔

3۔ فریزر میں رکھنے سے پہلے سبزیوں کو ٹھنڈا کر لیں۔

4۔ تھیلی یا ڈبہ جس میں کھانا یا سبزی فریز کریں اس پر نام کا اسٹکر ضرور لگائیں۔ اس سے آپ کو تلاش میں آسانی ہو گی۔

5۔ اسٹکر پر موٹے حروف میں لکھیں اور پھر اس پر موم بتی پھیر دیں تاکہ اس کی سیاہی نمی کی وجہ سے مٹ نہ جائے۔

6۔ تھیلی ذرا مضبوط ہو تاکہ وزن سے یا اٹھانے رکھنے سے پھٹ نہ جائے۔

7۔ ایک مرتبہ جو فریزر سے نکالیں کوشش کریں کہ اسے دوبارہ نہ رکھیں بلکہ استعمال کر لیں ورنہ اس کی غذائیت برقرار نہ رہے گی۔

ہمیں امید ہے کہ اوپر دی ہوئی ترکیبوں اور مفید مشوروں پر عمل کر کے آپ اپنے آپ کو بہترین میزبان اور منتظم خاتونِ خانہ کہلانے کا اعزاز حاصل کر سکتی ہیں۔ اس سے نہ صرف آپ کے مہمان آپ کے گھر سے خوش ہو کر جائیں گے بلکہ آپ کو بھی اپنے کام وقت پر اور سہولت سے انجام دے کر خوشی اور اطمینان محسوس ہو گا۔



Raashda Iffat Memorial
Campaign for Health & Hygiene

بچوں کو بیماریوں سے بچائیں

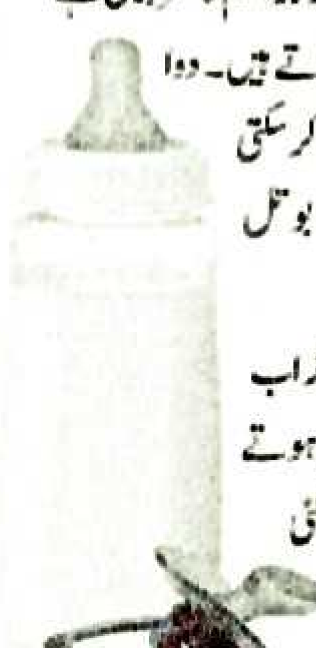


بچوں کے کھلونوں کے انتخاب میں بھی احتیاط برتنی چاہیے بعض اوقات روئی بھرے ہوئے کھلونے (بھالو وغیرہ) سے بھی بچوں کو ارجی ہو جاتی ہے۔

ہر ماں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کے بچے تندرست و توانا رہیں۔ اس امر کو یقینی بنانے کے لیے وہ کوشش بھی کرتی ہے پھر بھی بعض اوقات اس سے ایسی غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں جو بچے کی بیماری کی شکل میں سامنے آتی ہیں اور اگر ہم ان غلطیوں اور بے پروائیوں پر قابو پالیں تو اپنی بچوں کی زندگی کو مزید بہتر بنا سکتے ہیں۔

پاکستانی بچوں میں پیٹ کی بیماریاں بہت عام ہیں۔ جن سے ہر سال ہزاروں بچوں کی اموات بھی ہوتی ہے۔ پیٹ کی کئی بیماریاں بچوں میں زیادہ تر بغیر ابلا ہوا پانی پینے سے ہوتی ہیں۔

آج کل فیڈر کا استعمال فیشن بنتا جارہا ہے۔ ذرا سی بے پروائی دودھ کی اس بوتل کو جراثیم کا گھر بناتی ہے یہ جراثیم بچے کے پیٹ تک جاتے ہیں۔ دوا وقتی طور پر بچے کا پیٹ ٹھیک کر سکتی ہے لیکن اس کا اصل علاج بوتل سے چھٹکارا ہے۔



جن بچوں کے پیٹ خراب رہتے ہیں وہ عموماً چڑچڑے بھی ہوتے ہیں۔ روتے بھی زیادہ ہیں۔ کئی مائیں اپنے بچوں کو چپ کرانے کے لیے ان کے منہ میں نپل ڈال دیتی ہیں جس سے مزید جراثیم ان کے پیٹ میں داخل ہو جاتے ہیں۔

آج کل کئی گھروں میں ایک نوکر یا نوکرانی ضرور نظر آتی ہے۔ جو بچے کو کھانا وغیرہ کھلاتی ہے۔ اکثر نوکر کھانا کھلانے سے قبل اپنے ہاتھ نہیں دھوتے ہیں۔

خواتین کچن میں کام کرتے ہوئے خاص طور پر سبزی اور گوشت کاٹنے کے بعد اپنے ہاتھ نہیں دھوتیں۔ ان آلودہ ہاتھوں سے وہ بچوں کو کھانا کھلاتی ہیں تو مختلف بیکٹیریا اور وائرس بچوں کے نظام ہضم میں سرائیت کر جاتے ہیں۔ یہ بہت ضروری ہے کہ





والدین اور وہ تمام لوگ جن کا رابطہ بچوں کے ساتھ ہے وہ بار بار اپنے ہاتھ دھوئیں اور بچے کے ہاتھ بھی دھلوالیں۔

اس کے بعد اگلا مرحلہ آتا ہے گھر کی صفائی کا۔ گھروں میں دبیز قالین رکھنے سے گریز کرنا چاہیے یا اگر رکھیں تو اس کی مکمل صفائی کریں کیوں کہ یہ قالین آگے چل کر بچوں میں الرجی اور سانس کی بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔

اس کے علاوہ باتھ روم میں پائے جانے والے کاکروچ بھی کافی خطرناک ہوتے ہیں۔ ان کے تھوک میں ایسا مادہ پایا جاتا ہے جو سانس کی بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔

بچوں کے نزدیک سگریٹ پینے سے گریز کرنا چاہیے کیوں کہ بچوں کی سانس کی گزرگاہیں بہت تنگ ہوتی ہیں۔ سگریٹ کے دھوئیں سے انہیں بہت نقصان پہنچتا ہے۔ ایسے بچوں کو آگے چل کر دمہ ہونے کے قوی امکانات ہوتے ہیں۔



بچوں کے کھلونوں کے انتخاب میں بھی احتیاط برتنی چاہیے بعض اوقات روئی بھرے ہوئے کھلونے (بھالو وغیرہ) سے بھی بچوں کو الرجی ہوجاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں بچوں کو چھینکیں آنے لگتی ہیں۔

بچوں والے گھروں میں جانور پالنے کا رواج بھی بہت زیادہ فروغ پا رہا ہے۔ اکثر بچے ان جانوروں کو گود میں اٹھائے اٹھائے پھرتے ہیں۔ یاد رہے کہ مرغی، چوزوں اور پرندوں کے پروں اور بلی اور کتوں کے جسم پر پائے جانے والے روئیں سے بچوں کو الرجی ہوجاتی ہے۔

گھر میں جانور پالنے کے شوقین افراد کو چاہیے کہ وہ ان جانوروں کی Vaccination کروائیں۔ اس کے علاوہ اگر کسی بچے کو بلی یا کتا کاٹ لے تو فوراً اسے ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔

آج کل کئی مائیں بچپن میں ہی اپنی بچیوں کے کان چھیدا دیتی ہیں۔ وہ آلات جن سے یہ کان چھیدے جاتے ہیں بعض اوقات بیماریاں پھیلانے کا سبب بن سکتے ہیں۔ بعض مرتبہ بچے دوران سرجری مثلاً ختنہ وغیرہ کے دوران گندے اوزار استعمال کرنے کی وجہ سے انفیکشن کا شکار ہوجاتے ہیں۔ اگر آلاتِ جراحی مکمل طور پر صاف نہ ہوں تو وہ مزید بیماریاں پھیلانے کا سبب بنتے ہیں۔

بچوں کے دانتوں کے علاج کے دوران بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ڈاکٹر جراثیم سے پاک

آلات استعمال کرے۔

مائیں اگر اپنے بچوں کو گھر سے لنچ دے کر اسکول بھیجیں تو وہ بہت ساری مصیبتوں سے چھٹکارا پا سکتی ہیں۔ کیونکہ اسکولوں میں زیادہ تر ایک ہی ورائٹی کی چیزیں دستیاب ہوتی ہیں۔ مثلاً فرنچ فرائس، سموسے، سینڈوچ وغیرہ جس کے تازہ ہونے اور معیاری ہونے کی بعض اوقات اسکول کی انتظامیہ بھی ضمانت نہیں دے سکتی۔ عموماً اسکولوں میں وقفے کے دوران بچے کیا کھا رہے ہیں اس بات کا نہ ہی اساتذہ کو خیال ہوتا ہے نہ ہی والدین زیادہ توجہ دیتے ہیں، اسکولوں کے باہر ٹھیلوں پر جو کچھ بک رہا ہوتا ہے بچے لے کر کھا رہے ہوتے ہیں اور یہیں سے ہمارے کھانے میں بدپرہیزی اور بے توجہی پیدا ہوتی ہے۔

تمام والدین کو اپنے بچوں کی Vaccination مکمل کروانی چاہیے۔ یا پھر کوئی متعدی بیماری اگر شہر میں پھیلے تو اپنے بچے کو اس سے بچاؤ کے ٹیکے ضرور لگوانے چاہئیں۔ اسکول جانے والے بچے بیماریوں کی زد میں زیادہ آتے ہیں۔ اگر آپ کے بچے کو نزلہ و زکام ہو تو اسے رومال دے کر اسکول بھیجیں اسے تربیت دیں کہ وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر کھانسے تاکہ انفیکشن دوسرے بچوں تک نہ پہنچے۔ اگر والدین کو معلوم ہو جائے کہ ان کے بچے کو کوئی متعدی بیماری ہو گئی ہے تو بہتر یہ ہے کہ اسے اسکول نہ بھیجیں۔ اس سے وہ بیماری دوسرے بچوں میں پھیل سکتی ہے۔

اکثر والدین چکن پاکس اور میزلز میں ایک یا دو دن کے بعد بچوں کو اسکول بھیج دیتے ہیں کہ پڑھائی کا حرج نہ ہو اور وہ بچے اسکول جا کر مزید چار یا پانچ بچوں کا حرج کروا دیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بیمار بچے کو صحت مند بچوں سے الگ رکھنے کا کوئی رواج نہیں ہے۔ اس لیے بیماریاں ان کے دوسرے بہن بھائیوں میں بھی با آسانی پہنچ جاتی ہیں۔

اگر والدین اسپتال جائیں یا کسی بیمار کی عیادت کے لیے جائیں تو بہتر ہے کہ چھوٹے بچوں کو ساتھ لے کر نہ جائیں۔

اسکول جانے والے بچوں میں صحت کا شعور پیدا کرنے کی کوشش کریں بچوں کو صرف چیزیں کھانے سے روک دینا ہی مسئلے کا حل نہیں ہے۔ بچوں کو وجہ بھی بتائیں کہ آپ انہیں کئی چیزیں کھانے پینے سے کیوں روک رہے ہیں۔ اس سلسلے میں کہانیوں کی کتابوں سے مدد لی جا سکتی ہے۔

بچوں کو معیاری چیزیں کھلائیں اور چھوٹی چھوٹی باتیں بتائیں مثلاً بازار میں دستیاب رنگ برنگی Ice candies میں سکرین ہوتی ہے۔ جس سے گلا خراب ہوتا ہے۔ اس کے برعکس آئس کریم دودھ سے بنتی ہے اور غذائیت بھی فراہم کرتی ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کے سامنے پان اور چھالیہ کھانے سے گریز کریں کیوں کہ اس طرح بری لت بچوں کو بھی لگ سکتی ہے۔



✻

جوؤں سے نجات

ڈاکٹر شمیم انصاری

ضروری نہیں کہ آپ کے سر کے بال گندے ہوں، تب ہی ان میں جوئیں پڑیں۔ جس شخص کے بھی سر پر بال ہیں، خواہ وہ انہیں باقاعدگی سے دھوتا ہے یا نہیں دھوتا، بچہ ہے یا بالغ، مرد ہے یا عورت اس کے سر میں جوئیں بسیرا کر سکتی ہیں۔ ان سے نجات کا طریقہ ماہرین اب یہ بتاتے ہیں کہ جس کے سر میں جوؤں کی موجودگی کا شبہ ہو، وہ معمول کے مطابق اپنا سر دھوئے، اس کے بعد اس پر ایک عام کنڈیشنر لگائے اور انتہائی باریک دندانوں والی مخصوص کنگھی سے، جس کا درمیانی خلاء 0.3 ملی میٹر سے بھی کم ہو، وہ خود یا کوئی دوسرا اس کے گیلے بالوں میں کنگھی کرے۔ اس طرح جوؤں کو بالوں کے درمیان سے نکالنا آسان رہتا ہے، کیونکہ بال اس حالت میں بل کھائے ہوئے نہیں ہوتے اور جوؤں کو جگہ بدلنے کی مہلت نہیں ملتی، یوں کنڈیشنر کے جھاگ کے ساتھ جوئیں بھی نیچے آجاتی ہیں، پھر اس کے بعد آپ سر دھولیں، بعد ازاں جوؤں کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہیں، کرسکتے ہیں۔ ایک مرتبہ اگر اس طرح جوئیں قابو میں آگئیں اور یہ معلوم ہوگیا کہ سر میں جوئیں ہیں، تو پھر آپ کو کیمسٹ کی دکان پر جا کر جوؤں اور ان کے انڈوں کو ختم کرنے کے دعوے دار مہنگے شیمپو اور لوشنز خریدنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ جس طرح آپ نے پہلی مرتبہ کنڈیشنر لگا کر مخصوص کنگھی سے جوؤں کو نکالا تھا، اسی طرح کا عمل پانچویں، نویں اور 13 ویں دن کریں۔ اس طرح اس عرصے کے دوران انڈوں سے دھک اور پھر جوؤں سے نجات مل جائے گی اور پھر جوؤں کو نہ تو انڈے دینے کا موقع ملے گا اور نہ ہی وہ کسی دوسرے کے سر پر سوار ہو سکیں گی۔ جوئیں ایک سے دوسرے کے سر پر اچھل کر نہیں، رینگ کر جاتی ہیں، اس لیے بچوں کو سر جوڑ کر ہوم ورک نہیں کرنا چاہیے۔ اگر مذکورہ بالا طریقے پر عمل کیا گیا، تو توقع ہے کہ دو ہفتوں میں سر جوؤں سے پاک ہو جائے گا۔



جوئیں ایک ناپسندیدہ غیر معروف اور گندے بدنام کیڑے Insect کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کا گندگی سے اتنا تعلق نہیں، کیونکہ بالوں کو بار بار دھونے کا مطلب ہے، صاف ستھری اور نہائی دھوئی جوئیں۔ اس کے انڈے جو بالوں پر چپک جاتے ہیں، ان میں سے چھوٹے چھوٹے باریک بچے نکلتے رہتے ہیں، جو ادھر سے ادھر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ جس شخص کے سر میں جوئیں

ہوں اور وہ سر کے نیچے جو تکیہ رکھ کر سوتا ہے، اس پر اگر دوسرا فرد سر رکھ کر سو جائے، تو تکیے پر چپکنے والی جوئیں اس کے بالوں میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح سر پر پہننے والی ٹوپیاں، ہیٹ، ہیئر بینڈز وغیرہ بھی انہیں ایک سر سے دوسرے سر میں منتقل کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

کھیل کھیل میں بچوں کے سر آپس میں ٹکراتے ہیں تو بھی جوئیں ایک دوسرے سے منتقل ہو جاتی ہیں۔

ایک سوال عام طور سے کیا جاتا ہے کہ آخر بچوں میں جوئیں کیوں عام ہیں، تو اس کا بھی جواب یہی ہے کہ بچے چونکہ ننگے سر ہوتے ہیں اور کھیل کود اور اسکول میں پڑھنے لکھنے کے دوران جوئیں ایک بچے سے دوسرے کے سر میں بآسانی منتقل ہو جاتی ہیں، اس لیے ان کے سر میں زیادہ ہوتی ہیں۔

آسٹریلیا میں ہونے والے ایک تحقیقی مطالعے میں اسکول کے ایک ہزار بچوں کی ٹوپیوں میں ایک بھی جوں نہیں پائی گئی جبکہ پانچ، چھ جوئیں ایک ہی بچے کے سر پر پائی گئیں۔ عام نارنج یا محدب عدسے کی مدد سے جوؤں کے انڈوں کو دیکھا جا سکتا ہے، جو بالوں میں چپکے ہوتے ہیں۔

ناریل کا تیل سر پر لگانے سے جوؤں سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔

یہ عمل پانچ دن کرنا چاہیے۔ لمبے بالوں میں اس طرح کنگھی کی جائے، تو جوئیں نکل جاتی ہیں۔

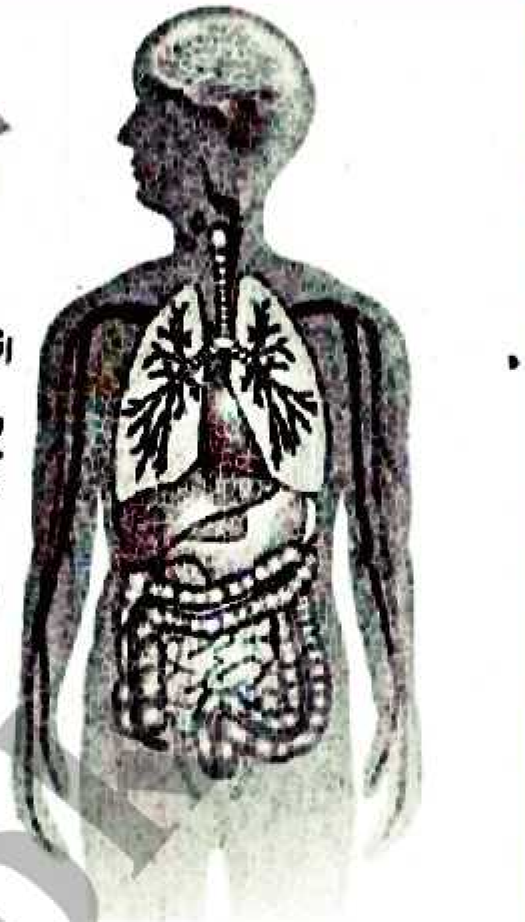
گھریلو ٹوٹکوں سے بھی جوؤں کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے، جبکہ سرکہ پانی میں ڈال کر سر دھونے سے فائدہ ہوتا ہے۔ ملتانی مٹی اور سرسوں کے تیل سے بھی سر دھونا مفید سمجھا جاتا ہے۔

بیوی سے بات چیت کرنے کی عادت دل کی صحت کے لیے مفید

آپ دفتر سے تھکے ہارے گھر آئے ہو اور آرام کرنے کے خواہش مند ہوں تو اس سے پہلے اپنی بیوی سے بات چیت کرنے کی عادت آپ کے دل کی صحت کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوگی۔ یہ بات امریکہ میں ہونے والی ایک نئی طبی تحقیق میں سامنے آئی ہے۔



لاس اینجلس ہیلتھ کیئر سسٹم کی تحقیق کے مطابق شریکِ حیات سے مثبت بات چیت سے مردوں میں دل کے دورے یا فالج کا خطرہ کافی حد تک کم ہو جاتا ہے۔ تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ منفی تعلق خون کی ان شریانوں کو موٹا کر دیتا ہے جو گلے سے دماغ تک خون پہنچانے کا کام کرتی ہیں۔ ان رگوں کی موٹائی میں اضافہ دل کے امراض کا خطرہ بڑھانے کا سبب بنتا ہے۔ جن مردوں کا اپنی بیوی سے تعلق زیادہ بہتر نہیں ہوتا ان میں مستقبل قریب میں دل کے دورے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔



جسم کے عجائبات

انسانی جسم بظاہر ایک سادہ سی چیز ہے مگر اس کے اندر ایک کائنات چھپی ہوئی ہے۔ یوں تو پورا جسم ایک قدرتی نظام کا پابند ہے مگر ہر عضو کا ایک اپنا باقاعدہ واضح نظام بھی ہے۔ ہر نظام ایک نہایت ہی حیرت انگیز طریقے سے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہے۔

"جسم کے عجائبات" کے عنوان سے محمد علی سید صاحب کی تحقیقی کتاب سے انسانی جسم کے اعضاء کی کہانی ان کی اپنی زبانی قارئین کی دلچسپی کے لیے ہر ماہ شائع کی جا رہی ہے۔

محمد علی سید

ان ہارمونز کی مقدار کا شاید ہی آپ اندازہ کر سکیں۔ میں ایک دن میں جس قدر ہارمونز آپ کے خون میں شامل کرتا ہوں، ان کی کل مقدار ایک گرام کے دس لاکھویں حصے کے برابر ہوتی ہے۔ اتنی کم مقدار میں ہونے کے باوجود یہ "ہارمونز" انسانی جسم کی اس وسیع و عریض مملکت پر ان کے بنانے والے کی ہدایات کے مطابق حکمرانی کرتے ہیں۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

انسانوں کی شکلیں مسخ کرنے اور انہیں انسانوں سے حیوانوں میں بدل دینے کا یہ نظام اگر انسانوں کے کنٹرول میں دے دیا جاتا تو انسان اپنی دوسری صلاحیتوں کی طرح اس کا بھی غلط استعمال کرتا اور دنیا مسخ شدہ انسانوں سے بھری ہوئی نظر آتی۔

میرا وہ ہارمون جو آپ کے جسم کی نشوونما میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے ممکن ہے کسی دن کینسر کے معمے کا حل بن جائے۔ اس کے امکانات خاصے روشن ہیں۔ کینسر دراصل خلیوں کی غیر ضروری، تیز رفتار، ناقابل کنٹرول پیداوار کا نام ہے۔ ایسا شاید میری ہی وجہ سے ہوتا ہے۔ تجرباتی لیبارٹریز میں جب کسی جانور کو کینسر پیدا کرنے والے کیمیکلز دیے جائیں تو یہ بیماری ان کے جسم میں پیدا ہو جاتی ہے لیکن اگر ان جانوروں کے دماغ سے ان کے پیچوٹری گلینڈ کو نکال دیا جائے تو ان کے جسم میں کینسر کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجھ میں اور کینسر میں کوئی رشتہ ضرور پایا جاتا ہے۔ جانوروں میں تو اس

کا ثبوت مل چکا ہے۔ ممکن ہے ماہرین حیاتیات کبھی اس معمے کو حل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

میرا یعنی پیچوٹری گلینڈ کا ایک ہارمون جو صرف دودھ پلانے والے جانوروں میں پایا جاتا ہے بیماریوں کے خاتمے کے حیران کن امکانات کا حامل ہے۔ اس ہارمون کو لپوٹروپن (Lipotropin) کہا جاتا ہے۔ یہ ہارمون جانوروں کے جسم میں چربی کے ذخائر پر نظر رکھتا ہے۔ اس ہارمون میں یہ حیران کن صلاحیت پائی جاتی ہے کہ یہ ٹھوس چربی کو جگر میں منتقل کر سکتا ہے جہاں اس چربی کو توانائی میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ اگر اس ہارمون کو انسانی جسم کے لیے قابل استفادہ بنایا جا سکے تو اضافی چربی، بڑھے ہوئے پیٹ اور بدہیت جسموں کا علاج آسانی سے کیا جا سکے گا۔

آپ کی جنسی معاملات بھی میری خدمات کے مرہون منت ہیں۔ میرے تیار کردہ ہارمون آپ کے جنسی معاملات وضروریات کی نگرانی کرتے۔ افزائش نسل کے اس سلسلے میں میرے یہ دو ہارمون مردوں کے فوطوں (Testicles) کی پیداوار، معیار اور اس پیداوار یعنی مادہ تولید کی ٹرانسپورٹیشن کی نگہداشت کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک ہارمون فوطوں میں تیار ہونے والے اسپرم سیلز (Sperm Cells) یعنی نطفے اور مردانہ ہارمون ٹیس ٹوسٹیرون (Testosterone) کے معیار و مقدار کو کنٹرول کرتا ہے اور دوسرا اسٹراجین اس گزر گاہ میں ممکنہ خطرات، رکاوٹوں یا ممکنہ مسائل سے نمٹتا ہے جس گزر گاہ سے اس نطفے (اسپرم سیلز) کو گزر کر انسان

کے عدم سے وجود میں آنے کے مقام یعنی رحم مادر میں پہنچنا ہوتا ہے۔ خواتین کے جسم میں یہی ہارمون ان کی بیضہ دانیوں کی نشوونما اور ایگ سیلز (Egg Cells) یعنی بیضوں کی پیداوار کی نگرانی کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ افزائش نسل اور زندگی کا دارومدار بھی میری ہی خدمات پر ہے۔

میں بالغ خواتین کے جسم میں فولیکل اسٹیو ملٹنگ ہارمون (FSH) اور (ICSH) نامی ہارمون کی اتنی ہی مقدار فراہم کرتا ہوں کہ ہر ماہ ایک بیضہ "بالغ" ہو کر بیضہ دانی سے باہر آسکے۔ اگر میں ان دونوں ہارمونز کی مقدار میں اضافہ کردوں تو ہر ماہ ایک بیضے کی بجائے چار پانچ یا اس سے زیادہ بیضے "بالغ" ہو کر بیک وقت بیضہ دانی سے رحم کی طرف آئیں گے اور اگر انہیں مرد کے اسپرم مل گئے تو ایسی خاتون بیک وقت چار پانچ یا زیادہ بچوں کی ماں بن جائے گی۔

یہی گڑبڑ مردوں کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے۔ اگر میں مردوں کے فوطوں کو FSH اور ICSH نامی ہارمون کی زیادہ مقدار فراہم کرنے لگوں تو ایسے افراد کی جنسی خواہش و طلب بے لگام ہو جائے گی۔ اس کے برعکس اگر میں ان ہارمون کی سپلائی معمول سے کم کردوں تو ان کی جنسی زندگی بے مزہ اور سرد مہری میں مبتلا ہو کر رہ جائے گی۔

میری اہمیت اور نزاکت کے پیش نظر قدرت نے مجھے دماغ میں ہڈیوں کے ایک مضبوط قلعے کے اندر محفوظ کر رکھا ہے۔ کسی بھی قسم کی چوٹ سے میں عام طور پر بچا رہتا ہوں لیکن امکانات بہرحال

موجود ہوتے ہیں اور خطرناک نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ مثلاً سر کی شدید چوٹ میرے ADH نامی ہارمون کی پیداوار میں کمی کا باعث بن سکتی ہے۔

ADH نامی یہ ہارمون جسم میں پانی کے اخراج کے نظام کو بھی کنٹرول کرتا ہے۔ اس کی سپلائی اگر مقدار سے کم ہوجائے تو گردوں کے ڈرینج سسٹم میں خرابی پیدا ہوجاتی ہے۔ گردے پانی کا ضرورت سے زیادہ اخراج کرنے لگتے ہیں۔ اکثر ایک دن میں ایک گیلن کے قریب پیشاب خارج ہونے لگتا ہے۔ جسم کی پانی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے تقریباً اسی قدر پانی پینا پڑتا ہے لیکن اس کے باوجود پیاس بھڑکتی رہتی ہے۔ پھر بار بار باتھ روم کے پھیرے لگانے سے زندگی کے دوسرے کام متاثر ہونے لگتے ہیں اور بے شمار مشکلات پیدا ہوجاتی ہیں۔

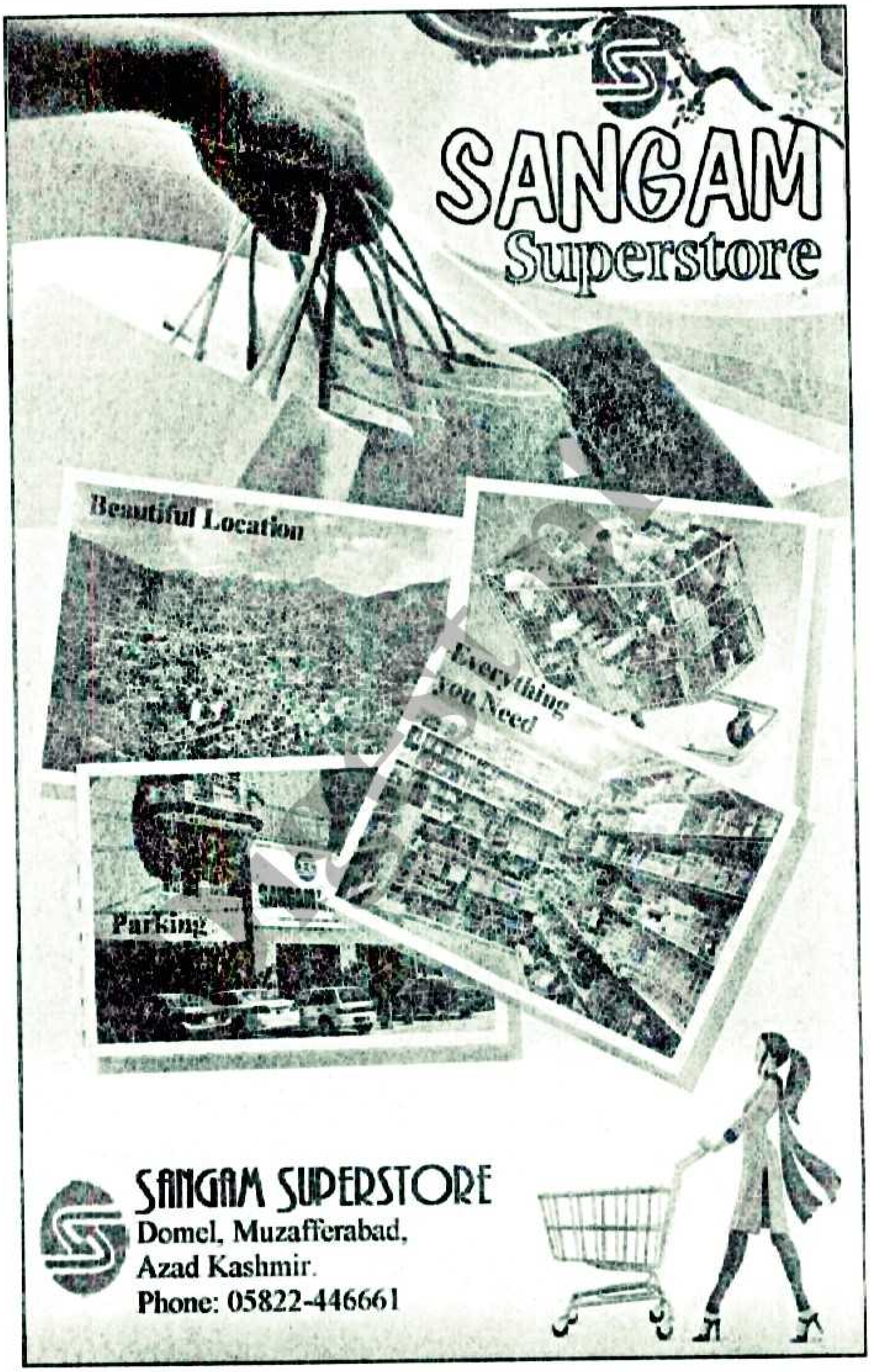
میرے قریب کسی رسولی (Tumor) کے پیدا ہونے کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں لیکن اگر خدانخواستہ رسولی پیدا ہوجائے تو نتائج بہت خطرناک اور جان لیوا ثابت ہوتے ہیں۔ اس خرابی کے نتیجے میں انسان کے پیٹ کے اندر چربی جمع ہونا شروع ہوجاتی ہے۔ چربی کا ایک گولا گردن کے پیچھے کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔ ٹانگیں بیلن کی طرح درمیان سے پھولنے لگتی ہیں اور اوپر نیچے سے پتلی ہوجاتی ہیں۔ بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے۔ جنسی خواہشات بالکل ختم ہوجاتی ہیں۔ ہڈیوں سے کیلشیم غائب ہوجاتا ہے۔ ریڑھ کی ہڈی کے مہرے اپنی جگہ چھوڑنے لگتے ہیں۔ اس ساری ٹوٹ پھوٹ کی وجہ سے دل پر کام کا دباؤ اتنا زیادہ بڑھ جاتا ہے کہ وہ ایک دن اچانک ہی جواب دے جاتا ہے۔

مریض کو اس بیماری سے بچانے کے لیے ڈاکٹرز کے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہوتا کہ یا تو وہ ریڈی ایشن (تابکاری) کے ذریعے عمل کی رفتار کو کم کریں یا پھر سرجری کی مدد سے ایڈرینل گلینڈز کو نکال دیں اور مریض کو باقی ماندہ زندگی کے لیے مخصوص ہارمونز کی خوراک استعمال کرائیں۔

دیکھیے! میں زندگی بھر آپ کے تمام کام اتنی خاموشی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیتا ہوں کہ آپ کو میری موجودگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔ آپ کی توجہ کا مرکز زیادہ تر دل، پھیپھڑے، آنکھیں اور کان وغیرہ ہوتے ہیں حالانکہ ان سب کی بقا اور کارکردگی کے پیچھے بنیادی کردار میں ہی ادا کرتا ہوں۔

آپ دفتر میں کسی ساتھی سے ایک پن مانگتے ہیں اور جب وہ ساتھی آپ کو پن دے رہا ہوتا ہے تو آپ بڑی خوش دلی سے کہتے ہیں "تھینک یو!".... تو کیا اللہ تعالیٰ جس نے آپ کو بے شمار، لاتعداد جسمانی راحتیں اور نعمتیں مفت اور بے مانگے عطا کی ہیں وہ آپ کے "تھینک یو" کا مستحق نہیں ہے!

(جاری ہے)


SANGAM
Superstore
Beautiful Location
Everything You Need
Parking
SANGAM SUPERSTORE
Domel, Muzafferabad,
Azad Kashmir.
Phone: 05822-446661

کیا آپ کو خوردونوش کی اشیاء سے الرجی ہے

کمر درد، جوڑوں کا درد اور تھکاوٹ صحت کے عام مسائل ہیں جن سے اکثر افراد دوچار رہتے ہیں۔ خوردونوش کی اشیاء سے الرجی کی صورت میں بھی ایسا ممکن ہے۔

کشور کنول

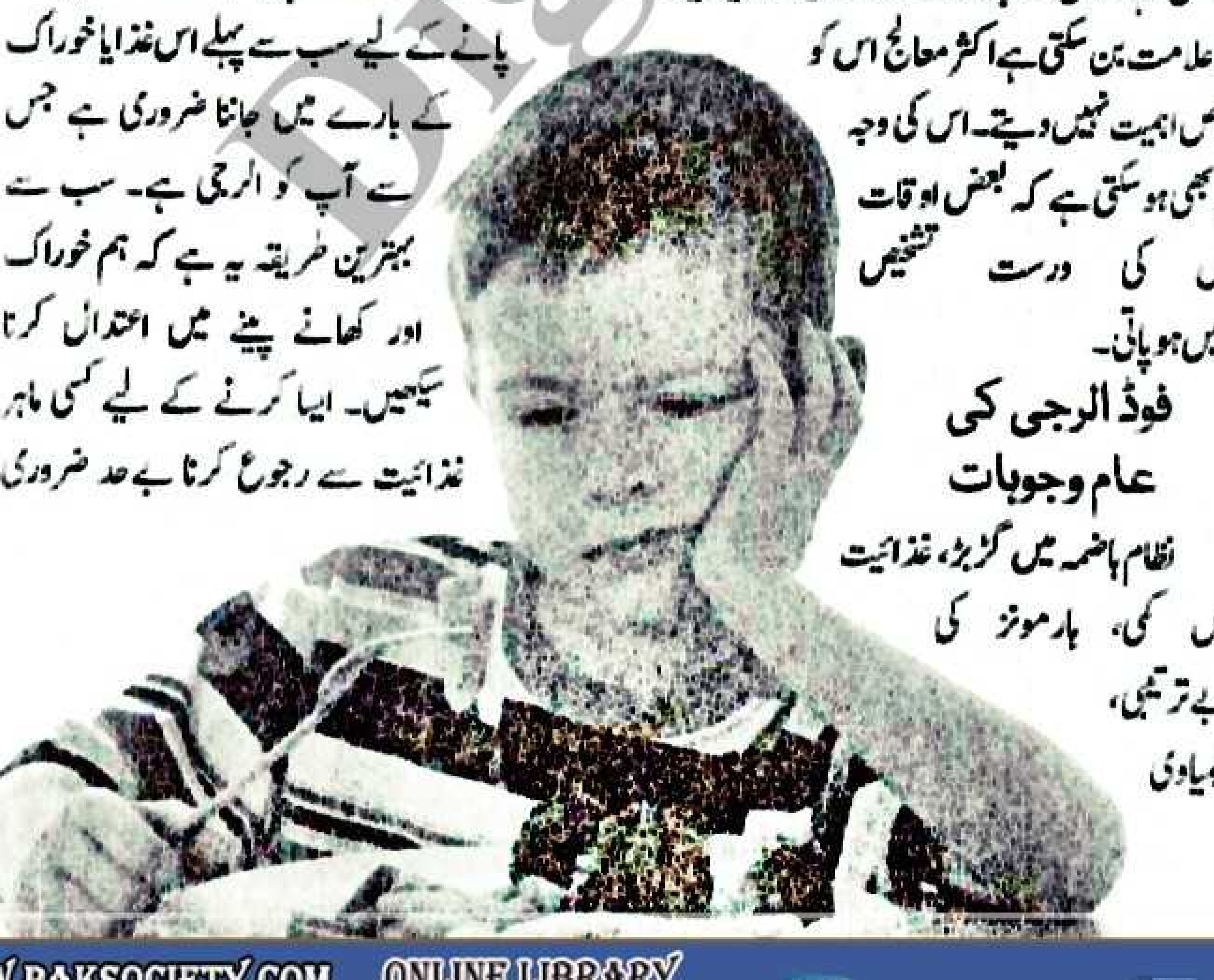
ہماری آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ خوردونوش سے الرجی میں مبتلا ہے۔ خوردونوش سے الرجی بعض اوقات خطرناک قسم کی بیماریوں کے لیے بھی راہ ہموار کرتی ہے۔ خوردونوش کی اشیاء سے الرجی ہونا سب لوگوں میں عام نہیں ہے۔ مثال کے طور پر بعض افراد کو چاول کھانا راس نہیں آتے مگر بعض افراد پر اس کا بالکل بھی کوئی اثر نہیں پڑتا۔ خوردونوش کی اشیاء سے الرجی کے اثرات بہت معمولی ہوتے ہیں مگر انہیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس کا براہ راست اثر نظام ہاضمہ اور قوت مدافعت پر پڑتا ہے۔ نظام ہاضمہ کمزور اور قوت مدافعت میں کمی واقع ہو سکتی ہے۔ اس کے باوجود کے فوڈ الرجی دیگر بیماریوں کی علامت بن سکتی ہے اکثر معالج اس کو خاص اہمیت نہیں دیتے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بعض اوقات اس کی درست تشخیص نہیں ہو پاتی۔

فوڈ الرجی کی عام وجوہات

نظام ہاضمہ میں گڑبڑ، غذائیت میں کمی، ہارمونز کی بے ترتیبی، کیمیاوی اثرات وغیرہ۔ اس کے علاوہ ایک ہی قسم کے کھانے بھی الرجی کا سبب بنتے ہیں۔ موروثی اثرات بھی ہوتے ہیں۔ فوڈ الرجی میں سب سے عام الرجی Leaky Gut Syndrome کہلاتی ہے۔ یہ الرجی کھانے پینے کے ذرات کی آنتوں سے دوران خون میں منتقلی کا نام ہے۔ فوڈ الرجی کی دیگر وجوہات میں نشہ آور اشیاء کا استعمال، ذہنی دباؤ، اینٹی بائیوٹک ادویات کا اثر، وبائی امراض اور مختلف اقسام کے انفیکشن بھی شامل ہیں۔

فوڈ الرجی کی تشخیص

فوڈ الرجی اور کھانے پینے کی غلط عادات پر قابو پانے کے لیے سب سے پہلے اس غذا یا خوراک کے بارے میں جاننا ضروری ہے جس سے آپ کو الرجی ہے۔ سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم خوراک اور کھانے پینے میں اعتدال کرنا سیکھیں۔ ایسا کرنے کے لیے کسی ماہر غذائیت سے رجوع کرنا بے حد ضروری



ہے۔ اس کے علاوہ اپنی خوراک سے کچھ خاص کھانوں کو جو بہت مرغوب ہوں خارج کردیں۔ اس کا دورانیہ ایک ہفتہ رکھیں۔ ایک ہفتے کے بعد دوبارہ خوراک میں شامل کردیں۔ پھر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں کہ ایسا کرنے سے کیا رد عمل ہوتا ہے۔

خوردونوش کی اشیاء جو الرجی کا اہم سبب بنتی ہیں

دودھ اور دودھ سے بنی اشیاء۔

گندم، مکئی، سویا، خمیر، شکر اور انڈے۔

فوڈ الرجی کی تشخیص کے لیے ہمیں اپنی خوراک و غذا کا ریکارڈ رکھنا ہوگا (جو اشیاء کھانے اپنی خوراک سے خارج کریں اور ہفتے بھر بعد دوبارہ خوراک میں شامل کریں، ان کا ریکارڈ ضروری ہے) ۔اس طریقے پر عمل کرنے سے تین دن قبل اشیاء کا باقاعدہ اندراج کرلیں جو آپ نہیں کھائیں گے اور اس کے کیا اثرات ہوتے ہیں۔ ایسا اس وقت تک کرتے رہیں جب تک کہ اپنی خوراک میں ان اشیاء کو دوبارہ شامل نہیں کردیتے۔ اس طرح کے ریکارڈ سے ناصرف آپ کو بلکہ آپ کے معالج کو بھی یہ شناخت کرنے میں آسانی ہوگی کہ کس کھانے کے کیا اثرات ہوسکتے ہیں۔

فوڈ الرجی کی ایک قسم صبح اٹھنے کے بعد تھکن کا احساس ہونا بھی ہے۔

کھانے کے بعد ذہنی دباؤ محسوس ہو۔

پانی کی زیادتی (Edima) یا وزن میں ایک سے دو پاؤنڈ کی کمی یا زیادتی۔

آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے، سوجن۔

نزلہ ہونا، ناک بند ہوجانا۔

نظام ہاضمہ میں گڑبڑ سے الٹیاں، چکر آنا، طبیعت متلانا، قبض کی شکایت، ڈائیریا، خارش کی بیماری۔

شدید سر درد، پٹھوں کا اکڑنا، جوڑوں کی تکلیف۔

ذہنی، جسمانی اور جذباتی برتاؤ میں اتار چڑھاؤ، بے چینی اور چڑچڑاپن، توجہ کی کمی، پریشانی، ڈپریشن میں مبتلا ہونا۔



فوڈ الرجی سے بچاؤ

جیسے ہی تشخیص ہو جائے تو کوشش کریں کہ اس غذا کے استعمال کو ترک کرکے متبادل غذا لینا شروع کردیں۔ اگر نظام ہاضمہ میں خرابی ہے تو اسے ادویات کے استعمال سے بھی دور کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ ادرک ہاضمے کے لیے بے حد مفید ثابت ہوتا ہے۔ لہسن بھی بہترین علاج ہے۔

کوشش کریں کہ ان اشیاء کو نظر انداز کریں جو مختلف کیمیاوی مراحل سے گزر کر تیار ہوتی ہیں جیسے مشروبات، الکوحل والی ادویات، یا دوسری نشہ آور ادویات وغیرہ۔

ایک ہی طرح کی غذا کا روزانہ استعمال ترک

کر دیں تا کہ ایک ہی جیسی غذا کے استعمال سے ہونے والی الرجی کا خدشہ ختم ہو جائے۔ کیمیاوی کھاد کے عمل سے پیدا کردہ سبزیوں کا استعمال کم کر دیں۔ اس کے علاوہ جانوروں کے گوشت میں شامل پروٹین سے بھی الرجی کا خطرہ ہوتا ہے لہٰذا کم استعمال کریں۔

بچوں کو فوڈ الرجی سے کیسے محفوظ رکھا جائے

سب سے محفوظ طریقہ یہ ہے کہ ماں کا دودھ زیادہ لمبے عرصے تک استعمال کرایا جائے۔ بچوں میں فوڈ الرجی کی سب سے اہم وجہ ماں کا دودھ نہ پلانا ہے اور انحصار جانور کے دودھ اور دیگر غذاؤں پر کرنا ہے۔ ایسی غذا کھلانے سے پرہیز کریں جن کو کھاتے ہی بچے کی طبیعت خراب ہونے لگے۔

متبادل غذا

متبادل غذا کا استعمال الرجی کے خطرے کو کافی حد تک کم کرتا ہے۔ مثال کے طور پر:

گائے کے دودھ کی جگہ بکری کا دودھ یا پھر بادام و کھوپرے کا دودھ استعمال کریں۔

گندم، مکئی کے آٹے کی جگہ میدے کا استعمال کریں۔

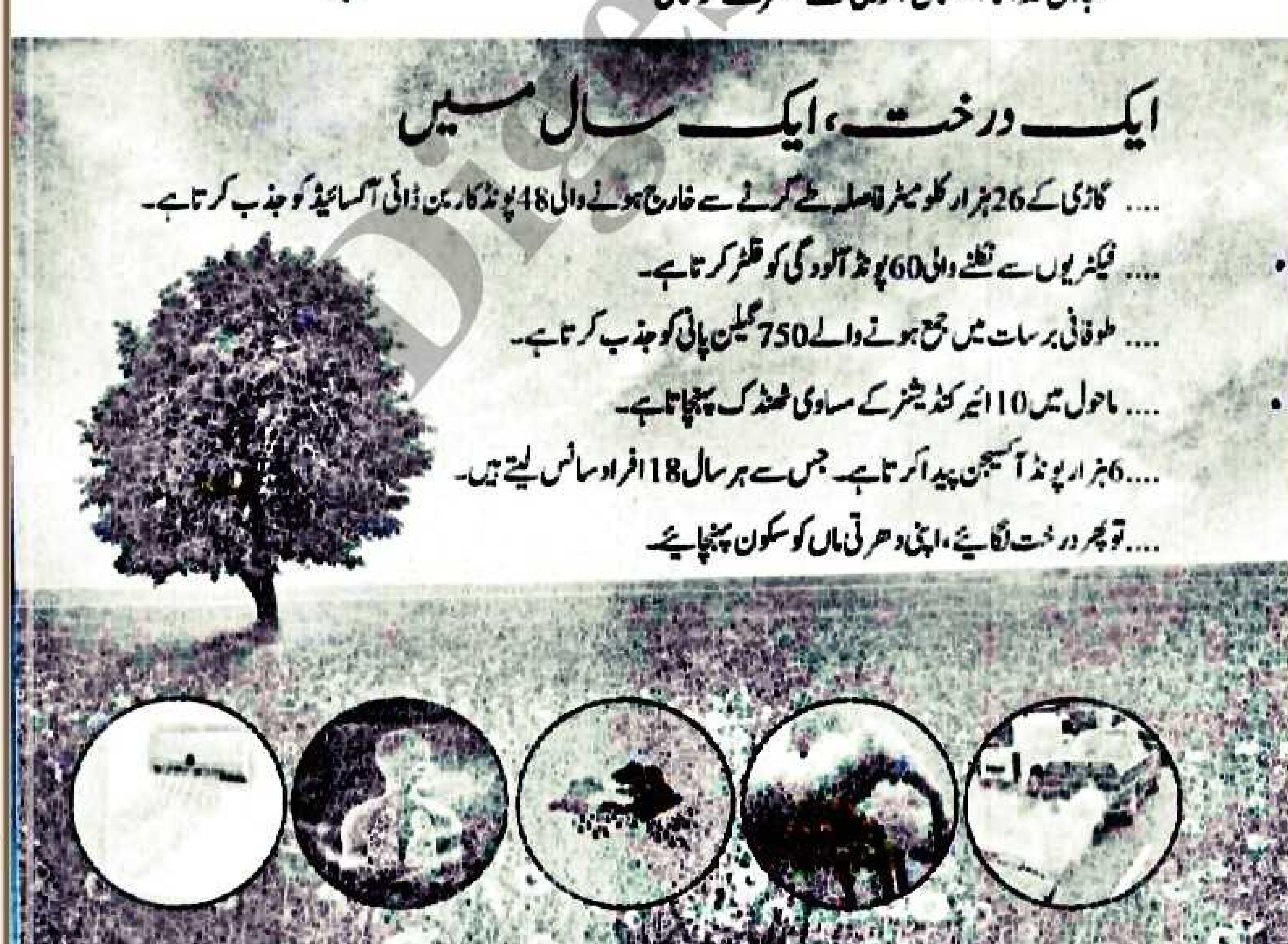
انڈے کی جگہ ڈبل روٹی کا چورا کھانوں میں استعمال کریں (انڈا عام طور پر کباب وغیرہ جوڑنے کے لیے استعمال ہوتا ہے)۔

مکھن کی جگہ بادام، تل یا کھوپرے کا مکھن استعمال کریں۔

شکر کے بجائے کھجور کی شکر استعمال کریں۔

خمیر کی جگہ ڈبل روٹی استعمال کریں۔

گندم، باجرہ کے بدلے چاول وغیرہ استعمال کریں۔





گھر کا معالج

جب ہم کسی مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو اس کے علاج کے لیے کئی ادویات اور کبھی اینٹی بائیوٹک کا بھی بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ اگر تھوڑی سی احتیاط سے کام لیا جائے تو بہت سے امراض سے محفوظ رہا جا سکتا ہے، بیمار ہونے کی صورت میں کئی عام امراض کا آسان علاج ہمارے کچن میں بھی موجود ہے۔ کچن ہمارا شفاخانہ بھی ہے۔ یہاں ہم ایسے چند طبی مسائل کا ذکر کریں گے جن کا حل آپ کے کچن میں بھی موجود ہے۔

خشکی (Dandruff) سے بالوں کی جڑیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ کئی قسم کی جلدی بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ بال گرنا شروع ہو جاتے ہیں۔

خشکی (Dandruff) دراصل جلد سے رسنے والی ایک چکنی رطوبت ہے جو جلد کی سطح پر جمع ہو کر جسم کی گرمی سے خشک ہو کر بھوسی کی شکل میں جھڑتی رہتی ہے۔ تمام جلد میں عام طور پر اور سر کی جلد میں خاص طور پر ایسے غدود پائے جاتے ہیں جو ایک طرح کا تیل یا چکنی رطوبت بناتے رہتے ہیں تاکہ جلد خشک نہ ہو اور اس میں موسم کی شدت اور کام کاج کی رگڑ کی وجہ سے خراش پیدا نہ ہو۔ بعض حالات میں یہی چکنی رطوبت زیادہ بننے لگتی ہے۔ ایسا عام طور پر سر کی جلد میں ہوتا ہے مگر بعض لوگوں میں دیکھا گیا ہے کہ پیشانی، آنکھوں کے پپوٹوں، چہرے اور کبھی کبھی پورے جسم پر اس رطوبت کا اخراج بڑھ جاتا ہے اور پھر خشکی میں تبدیل ہو جاتا

ہے۔ یہ خشکی خاصی پریشانی میں مبتلا کر دیتی ہے۔ یہ خشکی دھونے سے صاف ہو جاتی ہے لیکن چونکہ اس کا رساؤ کم نہیں ہوتا اس لیے دوبارہ جمع ہو جاتی ہے۔

چکنی رطوبت کے رساؤ میں اضافہ کا سبب عام طور پر غیر متوازن غذا کا استعمال ہے۔ یہ مسئلہ ان لوگوں میں زیادہ پایا جاتا ہے جو مرغن اور تلی ہوئی چیزیں زیادہ استعمال کرتے ہیں یا جن کی غذا میں گرم مسالے اور مرچوں کی بھرمار ہوتی ہے یا وہ لوگ جو سبزیوں کو ادنیٰ غذا سمجھتے ہیں اور گوشت، ان کے خیال میں قوت و طاقت کا خزانہ ہے۔

بالوں کو اگر صاف نہ رکھا جائے تو میل کچیل غدود میں سوزش پیدا کر کے رطوبت کا رساؤ بڑھا دیتا ہے بالوں کو زیادہ دھونے سے بھی جلدی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور بال گرنے لگتے ہیں۔

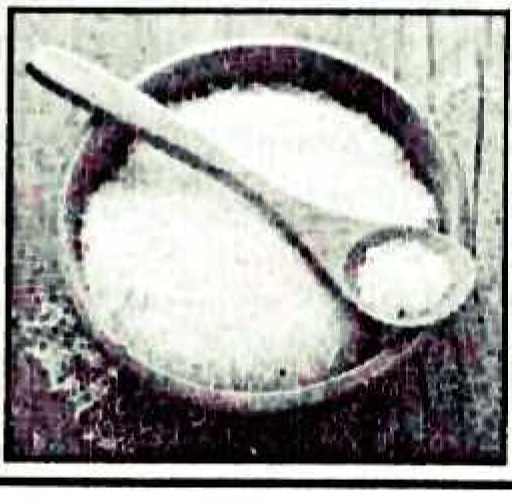
خشکی کے علاج کے لیے ایک باقاعدہ پروگرام بنانے کی ضرورت ہے جس کی ابتداء غذا کو متوازن بنانے اور ہاضمہ درست کرنے سے ہونی چاہیے۔ غذا میں پتوں والی سبزیاں، بند گوبھی، گاجر، چقندر اور تازہ پھل بڑھا دینے چاہئیں دودھ، لسی اور انڈے کی زردی بھی مفید بتائی جاتی ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ بالوں کی صفائی پر توجہ دینی چاہیے۔ انہیں روزانہ سادہ پانی سے اور ہفتے میں دو تین مرتبہ گلیسرین سوپ یا شیمپو سے دھونا چاہیے۔ اگر جلد چکنی اور روغنی ہو تو بیسن سے دھونا مفید ہوتا ہے۔ مگر سر دھونے کے عمل میں مناسب ترشیاں ضرور شامل ہونی چاہئیں۔ ورنہ کم سے کم یہ احتیاط کی جائے کہ بالوں کو خواہ کسی بھی چیز سے دھویا جائے آخر میں ایک عدد لیموں یا دو چمچ سرکہ خالص، ایک مگ پانی میں ملا کر اس پانی سے سر دھولیا جائے اور پھر سادے پانی سے بال صاف کر لیے جائیں۔ اس طرح سے بالوں کی کھٹاس یا کھٹا ماحول لوٹ آتا ہے جس میں جراثیم پرورش نہیں پاسکتے اور بال چمکدار اور ملائم رہتے ہیں۔

بالوں کی خشکی سے نجات کے لیے درج ذیل چند نسخے مفید ہیں۔

✿ ....پسے ہوئے آنولے پانچ عدد آدھے کپ پانی میں رات بھر بھگو رکھیں، صبح اسی پانی سے بالوں کو دھو ڈالیں۔ خشکی دور ہو جائے گی۔

کھانوں میں نمک کا کم استعمال خطرناک بیماریوں سے بچائے



یوں تو کھانے میں نمک کا استعمال مزہ دوبالا کر دیتا ہے لیکن اس کا زیادہ استعمال صحت کے لیے مضر ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق روز مرہ کی خوراک میں نمک کی مقدار کم کر کے ہارٹ اٹیک اور فالج سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ تحقیق میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ نمک کی مقدار میں پندرہ فیصد تک کمی کر کے امراض قلب سے موت کا خطرہ چالیس فیصد اور فالج کا بیالیس فیصد تک کم کیا جا سکتا ہے۔

⊛.... چنے کا آٹا (بیسن) چار کھانے کے چمچ ایک گلاس پانی میں حل کر کے بالوں پر مل دیں۔ پھر کسی اچھے صابن یا شیمپو سے بالوں دھو ڈالیں۔ خشکی ختم ہو جائے گی۔

⊛.... ارہر کی دال چھلکوں سمیت ایک کپ پانی میں بھگو کر رات بھر رہنے دیں۔ صبح کو پیس کر بالوں میں لگا کر آدھا گھنٹہ رہنے دیں۔ پھر بالوں کو دھولیں۔ گیلے بالوں میں کنگھی کرنے سے ساری خشکی نکل جائے گی۔

⊛.... ریٹھا سے سر کو دھوئیں، خشکی دور ہو جائے گی۔

⊛.... نیم کے پتے پیس کر پانی میں ابال لیں۔ اس پانی سے بال دھونے سے خشکی دور ہوتی ہے اور جوئیں مر جاتی ہیں۔

⊛.... چقندر کے پتوں کو پانی میں ابال لیں۔ اس پانی سے بالوں کو دھونے سے خشکی ٹھیک ہو جاتی ہے۔

⊛.... باتھو کا ساگ پانی میں ابال کر اس پانی سے سر کو دھوئیں۔ بال صاف ہو جائیں گے، خشکی دور ہو گی اور جوئیں مر جائیں گی۔

⊛.... لیموں کو کاٹ کر چار حصے کر لیں۔ ان کٹے ہوئے لیموں کے ٹکڑوں کو بالوں کی جڑوں میں خوب رگڑیں، آدھے گھنٹے بعد بال دھو کر صاف کر لیں۔

⊛.... بالوں کو چقندر کے پانی سے دھونے کا مشورہ بھی دیا جاتا ہے۔ اس کے لیے چقندر سو گرام کی مقدار میں لے کر تراش لیے جائیں اور ڈیڑھ مگ پانی میں جوش دے کر اور مسل کر چھان لیا جائے اور اس پانی سے بالوں کو دھویا جائے۔ اس سے سر کی خشکی رفع ہونے کے ساتھ ساتھ بال مضبوط بھی ہوتے ہیں۔

اگر خشکی بہت زیادہ ہو، حتیٰ کہ بال پھٹ کر ان پر دو منہ بن رہے ہوں تو پھر 250 گرام خطمی کی جڑ، (جسے ریشہ خطمی بھی کہا جاتا ہے) ڈیڑھ مگ گرم پانی میں بھگوئیں اور تین گھنٹے بعد مل چھان کر اس سے بالوں کو دھوئیں۔

❖

زیادہ چیونگم چبانا نوجوانوں میں مستقل سر درد کا سبب قرار



چیونگم بچوں بلکہ بڑے افراد میں بھی یکساں طور پر پسند کی جاتی ہے تاہم اس کے کئی مضر اثرات بھی ہیں۔ تل ابیب یونیورسٹی کے تحت ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق چیونگم کا بہت زیادہ استعمال نوجوانوں میں مستقل سر درد اور مائیگرین کا باعث بن سکتا ہے۔ تحقیق میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ نوجوانوں میں مستقل سر درد کی ایک بڑی وجہ ہر وقت چیونگم چبانا بھی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ صرف ایک ماہ چیونگم سے دوری اختیار کر کے اس بیماری پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

اشرف باجی کے ٹوٹکے



صحت کی حفاظت اور زیر استعمال اشیاء کی افادیت میں اضافے کے لیے مختلف ٹوٹکوں کا استعمال دنیا بھر میں عام ہے۔ مختلف ٹوٹکوں سے مرد بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور خواتین بھی.... تاہم امور خانہ داری میں ٹوٹکوں کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے۔ خانہ داری چونکہ خواتین کا شعبہ سمجھا جاتا ہے اس لیے ٹوٹکوں کا استعمال بھی خواتین زیادہ کرتی ہیں۔



محترمہ اشرف سلطانہ برسہا برس سے مرکزی مراقبہ ہال میں خدمت خلق کے پروگرام سے وابستہ ہیں۔ خاص و عام میں اشرف باجی کے نام سے معروف ہیں۔ آپ ایک کوالیفائیڈ طبیبہ بھی ہیں۔

روحانی ڈائجسٹ کے قارئین کے لیے اشرف باجی کے ٹوٹکے کے زیر عنوان گھریلو ترکیبوں پر مشتمل ایک نیا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔

اگر آپ بھی اپنی آزمودہ کوئی ترکیب قارئین کو بتانا چاہیں تو روحانی ڈائجسٹ کی معرفت اشرف باجی کو لکھ بھیجئے۔

فریج دھونے کا طریقہ

فریج کو صابن سے ہرگز نہیں دھونا چاہیے۔ فریج کو پہلے گرم پانی سے دھوئیں اور سوڈا بائی کاربونیٹ سے اسے دوبارہ دھوئیں۔ یہ بالکل صاف وچمکدار ہو جائے گا۔

اسٹین لیس اسٹیل کے برتن صاف کرنے کا طریقہ

اسٹین لیس اسٹیل کے برتنوں پر پڑ جانے والے داغ صاف کرنے کے لیے برتن دھونے والے پیڈ پر پانی اور امونیا کا محلول لگا کر برتن دھوئیں داغ دھبے بالکل صاف ہو جائیں گے۔

چیونٹیوں سے بچاؤ

شہد میں اگر چار پانچ لونگیں ڈال دی جائیں تو اس شہد میں چیونٹیاں نہیں آئیں گی۔

پالش کی حفاظت

نان اسٹک برتنوں پر اگر تھوڑا سا آئل مل دیں تو ان کی پالش خراب نہیں ہوتی۔

کھیر دیگچی میں نہ چپکے

جس دیگچی میں کھیر پکانی ہو اس میں تھوڑا سا گرم پانی ڈال کر پھینک دیں اور پھر اس دیگچی میں دودھ

ڈال کر کھیر پکائیں کھیر تلے میں نہیں لگے گی۔

سالن میں تیز نمک

اگر سالن میں نمک تیز ہو جائے تو اس میں ایک آلو کاٹ کر ڈال دیں پندرہ منٹ بعد یہ آلو نکال لیں۔ سالن کا نمک ٹھیک ہو جائے گا۔

باسی ڈبل روٹی کو تازہ کریں

دو تین دن کی باسی ڈبل روٹی کو تازہ کرنے کے لیے اوون کو تیز گرم کر کے ڈبل روٹی کو ایک ہوا بند ڈبے میں بند کر کے اس اوون میں رکھ دیں چند منٹ کے لیے۔

جب ڈبہ کھولیں گے تو ڈبل روٹی بالکل تازہ ملے گی۔

کڑواہٹ کا خاتمہ

اگر گڑ اور نمک کریلوں میں لگا کر کچھ دیر کے لیے چھوڑ دیں تو کریلوں کی کڑواہٹ ختم ہو جائے گی۔

جلے گوشت کی بُو کا خاتمہ

اگر سالن جل جائے اور جلے ہوئے گوشت کی بو دور کرنا ہو تو سالن کسی اور دیگچی میں نکال لیں پھر اس دیگچی میں ایک پیالی دودھ ڈال کر بھون لیں۔ بو بالکل ختم ہو جائے گی۔

چاولوں کی بُو

اگر چاولوں میں سے جلنے کی بو ختم کرنا ہو تو ان پر تھوڑا سا نمک چھڑک دیں۔ بو ختم ہو جائے گی۔

چاول کا تیز نمک

اگر چاول میں نمک تیز ہو جائے تو ان پر ڈبل روٹی کی ایک سلائس رکھ کر ڈھکن بند کر دیں۔ سلائس میں سب نمک جذب ہو جائے گا۔ چاول بالکل صحیح ہو جائیں گے۔

کاکروچ سے بچاؤ

اگر کچن یا کسی کمرے میں کاکروچ زیادہ ہو جائیں تو انڈے کے چھلکوں کو آگ پر جلائیں اور جہاں کاکروچ ہوں ان جگہوں پر چھلکے رکھ دیں۔ کاکروچ غائب ہو جائیں گے۔

نرم روٹی بنانے کا فن

آٹا گوندھتے وقت اس میں لیموں کے رس کے دو تین قطرے ڈال دینے سے روٹی بہت ہلکی پکتی ہے۔

آٹے اور چینی کی حفاظت

اگر آٹے اور چینی کے ڈبوں میں لال چیونٹیاں آ جائیں۔

دہی جمانا

دہی کو جلد جمانے کے لیے اس میں ایک چائے کا چمچ پھٹکری ڈال دیں۔

پوری کا آٹا

پوری کے آٹے کو اگر ہلکے نیم گرم پانی سے گوندھیں گی تو پوریاں بہت نرم بنیں گی۔

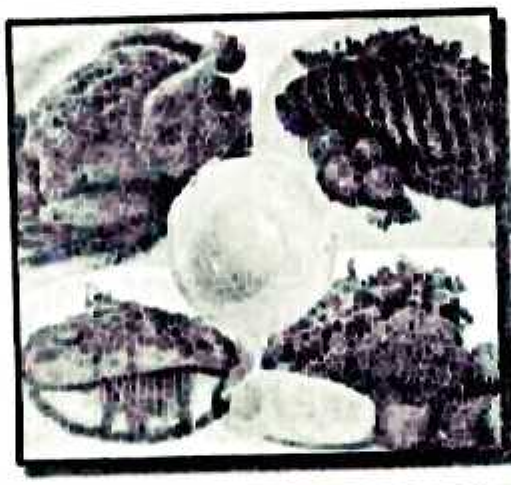
تازہ بسکٹ

اگر بسکٹیں پر شکر (چینی) چھڑک کر انہیں بند ڈبے میں رکھ کر فریج میں رکھیں تو وہ کئی دنوں تک تازہ رہیں گے۔

چٹکی بھر آٹا

اگر گیلے فرائی پین میں تیل یا گھی ڈال کر کوئی چیز تلی جائے تو وہ اچھلے گی اور فرائی پین چڑ چڑ کرے گا۔ لیکن اگر اس فرائی پین میں چٹکی بھر آٹا چھڑک دیا جائے تو تلنے کا عمل سہولت سے ہوگا۔

❖



دسترخوان

فلک ناز

لذیذ اور غذائیت سے بھرپور نت نئی ڈشوں کی یہ ترکیبیں آپ کے دسترخوان کی رونق میں اضافہ کردیں گی۔



عید الفطر اسپیشل

قوامی سویاں

اشیاء: باریک سویاں دو کپ، چینی ڈیڑھ سے دو کپ، کھویا 250 گرام، پستہ تیس گرام (باریک کاٹ لیں)، بادام تیس گرام (باریک کاٹ لیں)، دودھ ایک کپ، چھوٹی الائچی چھ عدد (دانے نکال کر پیس لیں)، گھی آدھا کپ، زعفران آدھا چائے کا چمچ (ایک کپ دودھ میں گھول لیں)۔

ترکیب: سویوں کو باریک توڑ کر چورا بنالیں۔ ایک دیگچی میں چینی اور آدھا کپ پانی ڈال کر قوام بنالیں جب چینی گھل جائے تو چولہے سے ہٹا دیں۔ ایک دوسری دیگچی میں گھی گرم کر کے الائچی دانہ ڈال کر کڑکڑائیں۔ اب اس میں سویاں ڈال کر گولڈن ہونے تک فرائی کرلیں اب اس میں زعفران ملا دودھ اور قوام ڈال دیں۔ جب سویاں گھی چھوڑ دیں تو آگ سے ہٹا کر آدھا کھویا ڈال کر مکس کریں۔ اب سرونگ ڈش میں سویاں ڈال کر اوپر باقی بچا ہوا کھویا اور بادام پستہ ڈال دیں۔ چاہیں تو چاندی کے ورق لگا کر گرم گرم سرو کریں اور عید کا لطف دوبالا کریں۔

سویوں میں دودھ اور قوام ڈالنے کے بعد تیز آنچ پر پکائیں تاکہ سویاں زیادہ گل نہ جائیں۔

فروٹ سویاں

اشیاء: سویاں ایک پاؤ، کسٹرڈ پاؤڈر دو چائے کے چمچ، دودھ ایک کلو، کیلے چار عدد، سیب ایک عدد، بادام کی گریاں بیس عدد (ثابت رہنے دیں صرف اوپر والا چھلکا اتارلیں)، کیوڑہ چند قطرے، چینی ایک کپ، پستے بیس عدد، چاندی کے ورق حسب ضرورت (ثابت رہنے دیں)۔

ترکیب: کڑاہی میں بغیر اور کوئی چیز مثلاً تیل یا گھی ڈالے سویاں ڈالیں اور دو سے تین منٹ تک بھون لیں۔ اب ان کو نکال کر الگ رکھ دیں۔ آدھا کپ ٹھنڈے دودھ میں کسٹرڈ پاؤڈر ڈال کر مکس کرلیں۔ اب اسی کڑاہی میں دودھ ڈال کر رکھیں۔ جب ابل جائے تو اس میں چینی آدھے بادام پستے ڈال کر مکس کریں اور پھر کسٹرڈ ملا دودھ ڈال دیں۔ آمیزہ گاڑھا ہو جائے تو کیوڑہ چھڑک کر آگ سے ہٹا لیں۔ اب اس کو ٹھنڈا کرلیں۔ ایک ڈش میں کیلے اور سیب کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کر ڈالیں اوپر سے سویاں ڈال دیں ڈش کے چاروں کناروں پر بادام پستے رکھیں

اور درمیان میں چاندی کے ورق لگا کر فریج میں رکھ دیں ٹھنڈی ہونے پر مہمانوں کو سرو کریں۔

کھوئے کی سویاں

اشیاء: کھویا ڈیڑھ پاؤ، سویاں ایک کلو، بالائی آدھا کلو، دودھ آدھا لیٹر، چینی ایک کلو، گھی ایک پاؤ، کیوڑا ایک بڑا چمچ، گری بادام پچھتر گرام، کشمش پچھتر گرام، پستہ پچھتر گرام، زعفران (پسی ہوئی) پچھتر گرام، سبز الائچی اور لونگ چند عدد۔

ترکیب: پتیلی میں گھی کو گرم کریں اور اس میں لونگ اور سبز الائچی ڈال کر بھونیں۔ سویوں کو بادامی رنگت آنے تک بھونیں، ان پر دودھ ڈالیں اور مدھم آنچ پر پکنے دیں۔ سویاں پک جائیں تو بالائی اور کھوئے کو ملا کر پھینٹیں۔ اس میں چینی پیس کر ملا دیں۔ ساتھ ہی زعفران میں شامل کر دیں اور ہلکی آنچ پر رکھ دیں۔ چمچ چلاتے رہیں۔ چینی کا پانی خشک ہو جائے تو کیوڑا ڈال کر چند منٹ دم پر رکھ دیں۔ ڈش میں نکال کر میوؤں سے گارنشنگ کر لیں۔

شہد والی سویاں

اشیاء: سویاں ایک پاؤ، گھی پچیس گرام، جائفل پچھتر گرام، گری بادام پچھتر گرام، شہد چار ٹیبل اسپون، کیوڑا ایک ٹیبل اسپون، سبز الائچی چند عدد، زعفران پسی ہوئی ایک چٹکی، چینی ایک پاؤ۔

ترکیب: چینی اور شہد کو تقریباً ایک پاؤ پانی میں ملا کر پکائیں شیرہ بننے پر اتار لیں پتیلی میں گھی کو خوب گرم کریں اور اس میں سبز الائچیاں ڈال دیں اور پھر سویاں ڈال دیں۔ سویوں کو بادامی ہونے تک بھونیں اب شہد اور شکر والا پانی سویوں میں ڈال دیں اور گلنے دیں۔ شیرہ جذب ہو جائے تو جائفل ڈال دیں۔ زعفران کو کیوڑے میں گھول لیں۔ سویاں گھی چھوڑ دیں تو کیوڑہ ڈال کر چند منٹ تک دم پر رہنے دیں۔ ڈش میں سویاں انڈیلیں۔ بادام کی گری گھی میں تل کر اور کتر کر سویوں پر ڈالیں اور گرم گرم نوش فرمائیں۔

سوہن حلوہ

اشیاء: گندم کا نشاستہ 500 گرام، چینی دو کلو، بادام 125 گرام، اخروٹ کی گری 125 گرام، پانی دو کلو، جائفل (پیس کر) ایک عدد، چھوٹی الائچی (پیس کر) دس عدد، ناٹری چار گرام، جاوتری (پسی ہوئی) چوتھائی چائے کا چمچ، زردے کا رنگ چوتھائی چائے کا چمچ، گھی 500 گرام۔

ترکیب: نشاستہ کوٹ کر باریک پیس لیں اور دو کلو پانی میں آدھے گھنٹے کے لیے بھگو دیں پھر اس میں چینی، ناٹری، جائفل، جاوتری، چھوٹی الائچی اور زردے کا رنگ شامل کر کے چولہے پر چڑھا دیں اور چمچ مسلسل چلاتی رہیں۔ جب پک کر لئی کی طرح گاڑھا ہو جائے تو اس میں گھی تھوڑا تھوڑا کر کے شامل کرنا شروع کر دیں، جب آمیزہ گھی چھوڑنے لگے اور پتیلی کے کناروں سے الگ ہو جائے تو اسے کسی بڑے سائز کی ٹرے میں سطح چکنی کر کے الٹ دیں اور چپٹے چمچ سے سطح برابر کر کے اخروٹ کی گری اور بادام ثابت ہی اوپر لگا دیں۔ تھوڑا سا ٹھنڈا ہونے پر ٹکڑے کاٹ لیں، لذت سے بھرپور سوہن حلوہ تیار ہے۔

بادامی سویاں

اشیاء: سویاں (توڑ کر) آدھا کپ، پستہ اور بادام آدھا کپ، دودھ آدھا کپ، کھویا آدھا کپ، چینی دو کپ، چھوٹی الائچی چار عدد، کیوڑہ چند قطرے، گھی دو سے تین کھانے کے چمچ۔

ترکیب: کسی پتیلی میں گھی گرم کر کے الائچی ڈالیں اور پھر سویاں بھی ڈال کر ہلکی براؤن ہونے تک بھون لیں، اب دودھ بھی شامل کر دیں اور ایک ابال آنے پر کچلے ہوئے پستہ و بادام اور کھویا ڈالنے کے چند لمحے بعد چینی بھی شامل کر دیں اور چند منٹ تک پکنے دیں لیکن سویاں زیادہ گاڑھی نہ ہو جائیں کیونکہ ٹھنڈی ہونے پر یہ مزید گاڑھی ہو جاتی ہیں۔ کیوڑہ چھڑک کر پیش کریں۔

❄

آلو بخارا

موسم گرما کا شاندار پھل

آلو بخارا ایک عام سا مگر مزیدار پھل ہے، جسے ہر شخص بڑی رغبت سے کھاتا ہے۔ اس چھوٹے سے پھل میں قدرت نے بے شمار غذائی اجزاء شامل کر دیے ہیں، جو ہماری صحت کے لیے بڑی اہمیت کے حامل ہیں جو ہمیں ایک ہی پھل میں ایک مرتبہ ہی مل جاتے ہیں۔

خشک آلو بخارا کھانوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔



آلو بخارے کے غذائی فوائد

آلو بخارا غذائیت سے بھرپور خزانہ ہے، خاص طور پر خشک آلو بخارے ہم میں سے اکثر ان میں پوشیدہ غذائی خصوصیات سے پوری طرح واقف نہیں ہوتے ہیں۔ یہ وٹامنز کا خزانہ بھی ہیں اور معدنیات سے بھرے ہوئے بھی ہیں پوٹاشیم، فاسفورس، کیلشیم، میگنیشیم، فولاد اور میگنیشیم بھی ان میں موجود ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ہم آلو بخارے کو بجا طور پر قدرتی ملٹی وٹامن یا کثیر الحیاتین کیپسول کہہ سکتے ہیں اور ان سے فائدہ حاصل ہر سکتے ہیں۔ آلو بخاروں میں خاص طور پر وٹامن B2 (رابو فلاوین) کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق اس وٹامن کا دماغی اور جذباتی صحت سے بڑا تعلق ہے۔ اس وٹامن کی کمی اکثر اوقات جذباتی توازن میں بگاڑ کا سبب بن جاتی ہے۔ وٹامن B2 (رابو فلاوین) ہمارے جسم میں شکر کے جلانے اور توانائی پیدا کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس لحاظ سے دوسرا کوئی پھل اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ مکمل غذا اور دوا ہے۔

آلو بخاروں میں موجود قدرتی فولاد خون میں سرخ ذرات کی کمی کے علاوہ جسم میں تانبے کی قلت بھی نہیں ہونے دیتا۔ ماہرین غذائیت کے مطابق ایک پاؤ آلو بخارے میں دو چپاتیوں کے برابر غذائیت ہوتی ہے اور ڈیڑھ پاؤ دودھ کے برابر کیلشیم ہوتا ہے۔ گرم مزاج کے حامل افراد، دماغی کام میں مصروف لوگوں اور بیماری سے اٹھے ہوئے لوگوں کے لیے آلو بخارا ایک بہترین قدرتی غذا ہے۔

طوبیٰ دانش



آلو بخارے میں مختلف مفید ایسڈ بھی ہوتے ہیں۔ یہ جگر کے لیے بھی مفید پھل ہے۔

آلو بخارے کے طبی خواص

آلو بخارے خشک موسم میں رغبت سے کھائے جاتے ہیں۔ یہ اپنے موسم کے علاوہ دوسرے موسموں میں بھی اپنی افادیت لیے ہوئے خشک حالت میں بآسانی دستیاب ہوتے ہیں۔ آلو بخارے کو کھانا کھانے سے پہلے استعمال کرنا چاہیے۔

آلو بخارا معدے کی تیزابیت دور کرنے میں لاجواب ہے۔ اس میں شامل مختلف مفید ایسڈ دوا کا کام کرتے ہیں۔ آلو بخارا ہماری آنتوں کے افعال کو درست کرتا ہے۔ ان کی کارکردگی بڑھاتا ہے۔ جسم میں جمع ہونے والے مضر مادے خارج کرتا ہے۔ یہ معدے کی سختی، جلن اور معدے کی ہاضم رطوبت کو زیادہ خارج کرنے میں مدد دیتا ہے اور بھوک بیدار کرتا ہے۔

بلڈ پریشر کے مریضوں کے لیے بھی آلو بخارا مفید ہے۔ خون کے دباؤ سے اگر جسم پر پھوڑے پھنسیاں نکلتی ہیں، تو انکے لیے آلو بخارا سفید زیادہ مفید ہے۔ خون کے سرطان مین آلو بخارا موثر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کے استعمال سے خون کی افزائش ہوتی ہے، یہ پھل ذیابیطس میں بھی بہت مفید بتایا جاتا ہے۔

گرمی کی شدت کی وجہ سے خون میں جوش بڑھ جاتا ہے، اسے آلو بخارا خون کو اعتدال پر لاتا ہے، اس سے طبیعت میں نرمی اور توازن آتا ہے۔ یہ پیاس کی شدت میں کمی لاتا ہے۔ گرمی کا سر درد اور بخار آلو بخارا کھانے سے ختم ہو جاتا ہے۔

آلو بخارا صفرا (Bile) کو کم کرتا ہے۔ صفرا کی وجہ سے جلن اور سر میں درد کے علاوہ متلی کی کیفیت بھی اس سے دور ہو جاتی ہے۔ صفرا کے لیے آلو بخارا مفید ہے۔

آلو بخارا استعمال کرنے سے قبض کی شکایت دور ہو جاتی ہے، جن لوگوں کو قبض کی پرانی شکایت ہو انہیں یہ پھل ضرور کھانا چاہیے۔ قبض کشا ہے۔ رات کو سوتے وقت خشک آلو بخارے کے سات دانے کھانے سے صبح آنتیں صاف ہو جاتی ہیں۔ اس کا مربہ بھی قبض کشا ہے۔ آلو بخارا جگر کے افعال کو بیدار کرتا ہے اور جگر کی اصلاح اور اس کی صحت پورے جسم پر اثر انداز ہوتی ہے۔

متلی، قے اور بدہضمی کے لیے بھی آلو بخارا فائدہ مند پھل ہے۔ حمل کے ابتدائی دنوں میں ہونے والی متلی کا بھی ایک اچھا علاج ہے۔ ایسی خواتین کے لیے دن میں تین سے چار دانے آلو بخارے کے منہ میں ڈال کر چوسنے سے متلی کم ہو جاتی ہے اور بھوک بھی اچھی طرح لگتی ہے۔

اطباء آلو بخارے کے پتوں کو بھی پیٹ کے کیڑوں کے لیے مفید قرار دیتے ہیں۔ وہ مریض جو اسہال میں مبتلا ہوں آلو بخارے استعمال نہ کریں۔ سرد مزاج، نزلہ، زکام اور اعصابی درد کے مریضوں کو بھی آلو بخارا کھانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

آلو بخارا میگنیشیم سے مالا مال ہوتا ہے۔ یہ معدنی نمک زندگی کے لیے بے حد ضروری قرار دیا جاتا ہے۔ اس کی کمی سے مزاج میں چڑچڑا پن، پٹھوں کی کمزوری اور اینٹھن کی شکایت ہو جاتی ہے۔ جسم میں اس معدنی نمک کا کردار کیلشیم ہی کی طرح کا ہوتا ہے۔ یعنی یہ ہماری ہڈیوں کی صحت، مضبوطی، پٹھوں اور

قلب کی تقویت کا سامان مہیا کرتا ہے۔ میگنیشیم کی کمی سے جسم میں کیلشیم اور فاسفورس کے جذب ہونے کا عمل بھی متاثر ہوتا ہے۔ آلو بخارے اس کی اصلاح کر دیتے ہیں۔ آلو بخاروں کے استعمال سے شریانیں بھی سخت ہونے سے محفوظ رہتی ہیں، بلکہ اس کے استعمال سے ان میں لچک بھی پیدا ہو سکتی ہے یعنی آلو بخارا دل کے لیے بھی ایک مفید پھل ثابت ہوتا ہے۔

جن لوگوں کو بھوک کھل کر نہ لگتی ہو، کھانا اچھی طرح ہضم نہ ہوتا ہو یا دل زور زور سے دھڑکتا ہو، ان کے لیے آلو بخارا ایک قدرتی علاج ہے۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ روزانہ صبح کے وقت دس یا بارہ عدد آلو بخارے خوب چبا کر کھائیں اور پھر صبح چہل قدمی کے لیے نکل جائیں۔ چند ہی دنوں میں ان کی نہ صرف مندرجہ بالا شکایات دور ہو جائیں گی، بلکہ وہ خود کو بہت صحت مند اور طاقتور بھی محسوس کریں گے۔ بھوک کھل کر لگے گی اور چہرے پر سرخی سی جھلکتی نظر آئے گی۔ کام میں دیگر مشاغل میں بھی خوب دل لگے گا، کھانا بھی اچھی طرح سے ہضم ہو جائے گا۔

زرد یا پھیکی رنگت والے افراد کے لیے آلو بخارے میں ایک قدرتی دوا موجود ہے، جو چہرے پر تازگی اور شادابی پیدا کرتی ہے اور رنگت کو نکھارتی ہے۔

گٹھیا اور جوڑوں کے درد وغیرہ جیسے امراض میں بھی آلو بخارے کا استعمال فائدہ پہنچاتا ہے۔ یعنی پٹھوں اور جوڑوں کی سختی کم ہو سکتی ہے۔

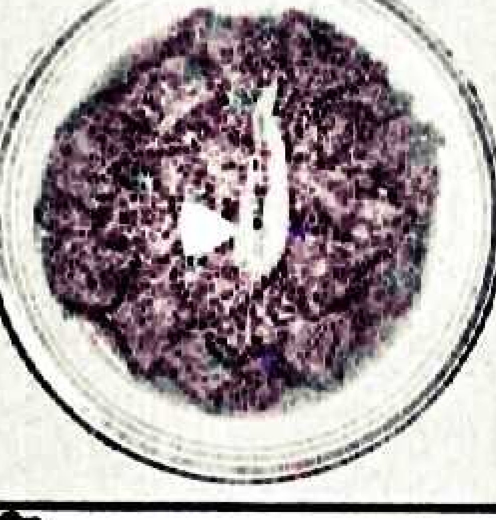
احتیاط

بلاشبہ آلو بخارا بے حد لذیذ پھل ہے، لیکن اس کے کھانے میں تھوڑی احتیاط بھی کریں یعنی اسے ایک وقت میں زیادہ نہیں کھانا چاہیے کیونکہ زیادتی کی صورت میں یہ مضر اثرات کا سبب بھی بن جاتا ہے۔ ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ اس میں آگزیلک ایسڈ کی زیادہ مقدار ہوتی ہے۔ لہٰذا اسے پکا کر یعنی مربے، چٹنی یا کسی اور صورت میں کھایا جائے تو یہ جسم سے کیلشیم کے اخراج کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی طرح کچا یا زیادہ پکا ہوا آلو بخارا خرابیوں کا سبب بھی بن سکتا ہے، لہٰذا ایسی صورت میں یہ پھل کھانے سے گریز کیا جائے۔ آلو بخارے کو زیادہ دنوں تک اسٹور نہ کریں بلکہ تازہ صورت میں ہی استعمال کریں۔

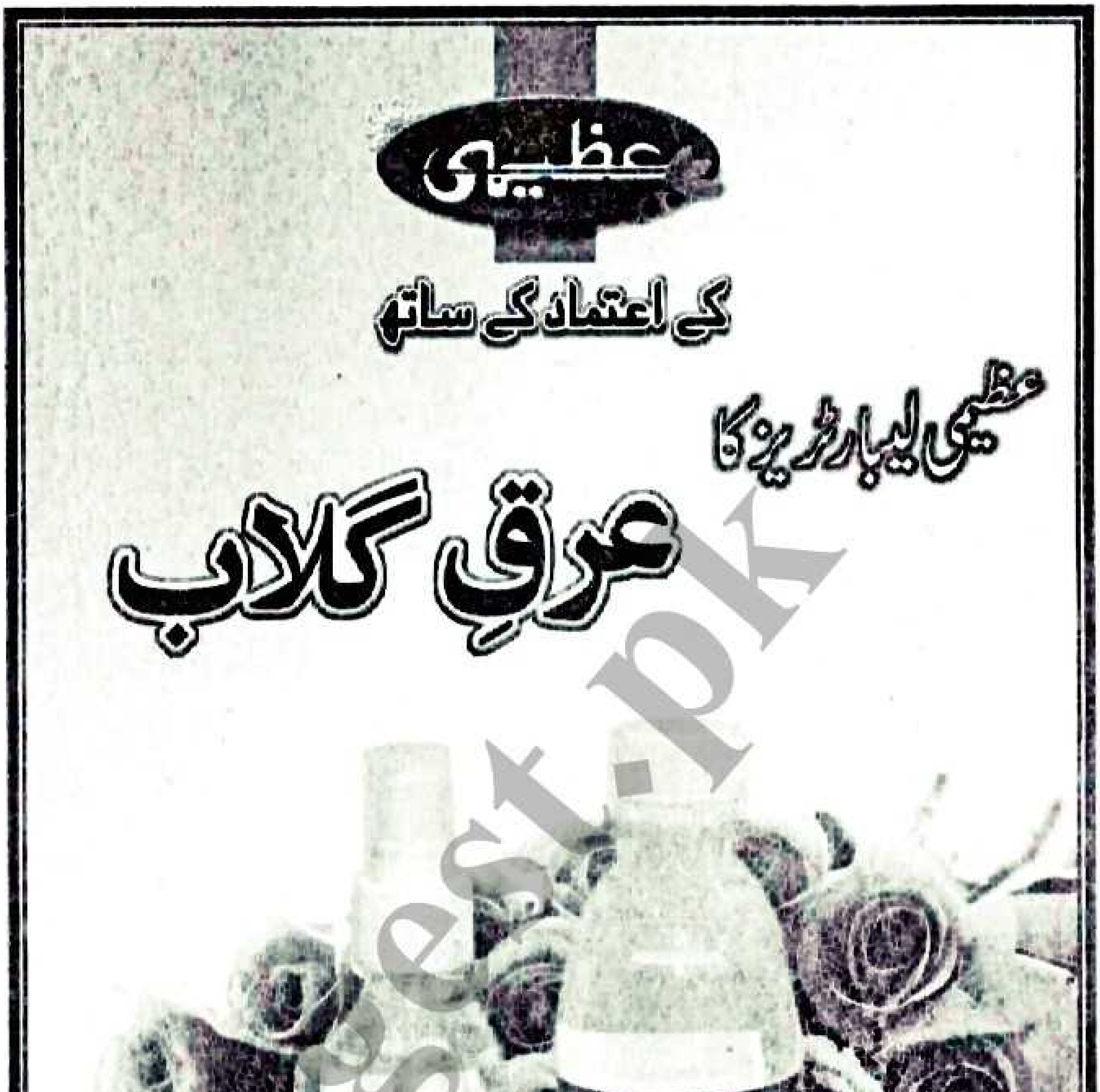
❄

چٹ پٹے کھانے کھائیں، عمر بڑھائیں،

امریکن ماہرین کا دعویٰ



چٹ پٹے کھانے کے شوقین افراد کے لیے اچھی خبر یہ ہے کہ ان کی یہ عادت ان کی طویل زندگی کا باعث بن سکتی ہے۔ یہ دعویٰ امریکہ میں ہونے والی ایک نئی طبی تحقیق میں سامنے آیا ہے۔ کیلیفورنیا یونیورسٹی کی تحقیق کے مطابق چٹ پٹے سالن والے کھانے طویل زندگی میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔


عظیمی
کے اعتماد کے ساتھ
عظیمی لیبارٹریز کا
عرقِ گلاب
عرق گلاب
ROSE WATER
کراچی میں اپنے قریبی اسٹور سے طلب فرمائیں
یا ہوم ڈیلیوری کے لیے رابطہ کریں:
021-36604127

بالوں کی خوبصورتی کے کچھ راز

بال چاہے کتنے ہی چھوٹے کیوں نہ ہوں، رنگت کیسی بھی ہو لیکن گھنے اور مضبوط ہونے چاہئیں۔

ردا جبار

زمانہ قدیم میں خوبصورت اور مکمل سراپے میں سیاہ، لمبے اور گھنے بالوں کو بنیادی اہمیت دی جاتی تھی۔ وقت کے ساتھ ہر بدلتی روش نے خوبصورتی کے معیار بھی بدل دیے ہیں۔ اب بال چاہیں کتنے چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں، رنگت بھی کیسی ہو اور جدید تراش خراش میں ڈھلے ہوں لیکن گھنے اور مضبوط ہونے چاہئیں۔ جدید دور کی مصروفیات میں خواتین بالوں کی نگہداشت اور حفاظت کے لیے دیسی ٹوٹکوں کی جگہ شیمپو، کنڈیشنز اور ہیئر ٹانک نے لے لی ہے۔ لیکن کیمیائی مادوں سے بنی ایسی غیر معیاری مصنوعات رفتہ رفتہ بالوں کو کمزور بے رونق اور ان کی قدرتی خوبصورتی ختم کر دیتی ہیں۔

بالوں کی نگہداشت توجہ مانگتی ہے اس کام کے لیے گھریلو ٹوٹکوں اور بالوں کی صحت کے حوالے سے رائج اصولوں پر بھی عمل کریں۔



بیوٹی کیئر

بالوں میں کنگھا انتہائی نرمی اور آہستگی سے کریں خصوصاً گیلے بال بالوں کی سب سے کمزور ترین حالت ہوتی ہے لہٰذا گیلے بالوں میں کنگھا یا برش کرنے سے گریز کریں۔ بالوں کو قدرتی طور سے خشک ہونے دیں۔ ہیئر ڈرائیر بھی اس وقت استعمال کیا جائے جب عجلت ہو یا بالوں کو کسی خاص اسٹائل میں لانا ہو۔

بال دھونے سے پہلے انہیں اچھی طرح سلجھا لیں پھر خشک ہونے کے بعد کنگھا یا برش پھیریں۔ کنگھا یا برش اعلیٰ کوالٹی کا استعمال کیا جائے۔ مہینے میں ایک مرتبہ بالوں کی نوکیں تراشنے سے ان کی نشوونما اور صحت پر بہترین اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جدید تراش خراش والے بالوں کو سنبھالنا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ گرمیوں کے دنوں میں بالوں کی چٹیا یا جوڑا بنا کر رکھنے سے بال گرد و غبار سے محفوظ رہتے ہیں اور ان کے سرے پھٹتے بھی نہیں۔ ہفتے میں کم از کم دو مرتبہ خالص سرسوں یا ناریل کا تیل ضرور لگانا چاہیے۔ بال دھونے سے دو گھنٹے پہلے تیل لگانے سے نتائج اچھے ملتے ہیں۔ اس عمل سے بالوں کی چمک کے ساتھ اس کے مساج سے دوران خون تیز ہوتا ہے اور نشوونما بتدریج بہتر ہونے لگتی ہے۔ شیمپو کے انتخاب میں بوتل پر درج شیمپو میں شامل مرکبات پر ضرور نظر دوڑائیے۔ ہمیشہ نارمل بالوں کے لیے مخصوص شیمپو

اور کنڈیشنر خریدیے کیونکہ چکنے بالوں کے لیے بنائی گئی مصنوعات میں ایسے کیمیائی اجزاء شامل کیے جاتے ہیں جو بالوں کی قدرتی چکنائی ختم کر کے انہیں خشک کر دیتے ہیں جبکہ خشک بالوں کی مصنوعات بالوں کو ضرورت سے زیادہ چکنا کر دیتی ہیں۔ نارمل بالوں کی مصنوعات میں اجزاء کا توازن ہوتا ہے اور یہ بالوں کو ان کی قدرتی حالت میں رہنے میں مدد دیتی ہیں۔ بعض ماہرین اس بحث میں نہیں الجھتے اور ہر قسم کے بالوں کے لیے بے بی شیمپو تجویز کرتے ہیں وجہ ان کا بے حد مائلڈ اور بالوں کی نفاست کو متاثر نہ کرنا ہے۔

گھر سے باہر نکلتے وقت دھوپ، گرد و غبار سے بالوں کو بچانے کے لیے اسکارف لینا چاہیے۔

قدرتی طریقوں سے بالوں کی حفاظت کیجیے

خوبصورت اور صحت مند بال صرف شیمپو کے ذریعے محدود دیکھ بھال سے حاصل نہیں کیے جا سکتے۔ بالوں کے عام مسائل خشکی، دو مونہے سرے، بالوں کا جلد سفید ہو جانا یہ تمام بالوں کی مجموعی صحت کی خرابی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ بیرونی تدابیر کے ساتھ ساتھ اندرونی صحت بھی بالوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اپنی خوراک میں تازہ سبزیوں اور پھلوں کو شامل کریں۔ پانی پینے کی مقدار رفتہ رفتہ بڑھاتے جائیے۔ انڈہ، مچھلی، دودھ، پنیر، مکھن اور مناسب مقدار میں گوشت بھی ڈائیٹ کا حصہ ہونا چاہیے۔ جسم میں وٹامنز کی کمی کی وجہ سے بالوں کی مجموعی صحت خراب ہوتی ہے۔ ماہرین حسن و صحت بالوں اور جلد کی خوبصورتی کے لیے متوازن خوراک کو فوقیت دیتے ہیں۔

میتھی کے پتوں کو دھو کر صاف کر لیجیے۔ پانی کے بغیر ان میں حسب ذائقہ کالی مرچ، نمک اور لیموں کے رس کے چند قطرے شامل کر کے ابال لیں۔ جب پتے گھلنے لگیں تو اس مرکب کو ٹھنڈا کر کے مکسچر یا چوپر میں پیس لیں گاڑھا محلول تیار ہو جائے گا۔ یہ محلول روزانہ پینے سے بالوں کی نشوونما میں تیزی سے بہتری آتی ہے۔ اپنی روزمرہ ڈائیٹ میں ناریل یا براؤن شوگر ضرور شامل کریں۔ ہفتے میں ایک مرتبہ بال دھونے سے پہلے کوکونٹ ملک سے سر کی مالش کریں۔ یہ بالوں کا بہترین کنڈیشنر ہے۔

بالوں کو دھونے سے پہلے تیل کی طرح کم از کم دو گھنٹوں کے لیے گائے کا دودھ بالوں میں لگانے سے بال نرم و ملائم چمکدار اور ریشم جیسے ہو جاتے ہیں۔

میتھی دانے کو پیس کر پاؤڈر بنا لیں۔ عرق گلاب اور دودھ میں گاڑھا پیسٹ بنا کر آدھے گھنٹے بالوں میں لگا رہنے دیں پھر کسی بے بی شیمپو سے سر دھو لیجیے۔

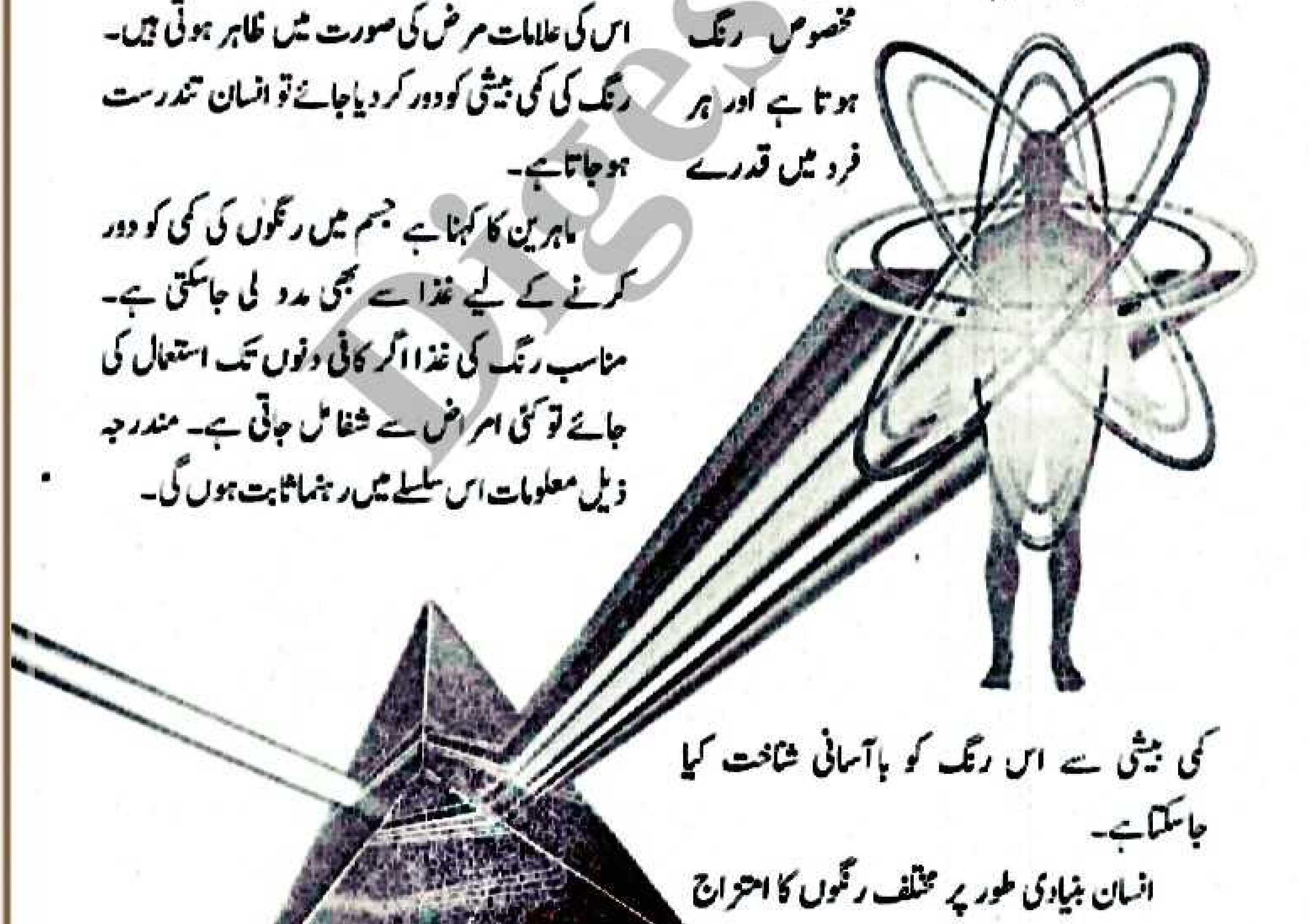
رات سونے سے پہلے سر کو جھکا کر تیزی سے برش پھیریئے دوران خون تیز ہو گا نیز بالوں کی چمک بڑھ جائے گی۔

ناریل کا پانی جلد، بال اور نظام ہاضمہ کے لیے کرشماتی اثر رکھتا ہے۔ ہفتے میں دو مرتبہ اس کا استعمال خوراک کا لازمی حصہ بنالیں۔ زیتون کا تیل گرم کریں جتنا برداشت کیا جا سکے۔ اب اس تیل سے بالوں کی جڑوں میں مساج کریں۔ گرم پانی میں تولیہ بھگو کر بالوں پر لپیٹ لیں۔ ہفتے میں دو مرتبہ یہ عمل دہرائیں بھاپ کی وجہ سے سر کی جلد کے مسام کھل جاتے ہیں اور تیل ان میں داخل ہو جاتا ہے۔ بالوں کے کھلے ہوئے سرے بھی اس ٹریٹمنٹ سے ختم ہونے لگتے ہیں۔

رنگوں میں ایسی شفا بخش خاصیت موجود ہے جو کئی طرح کے مریضوں کو صحت فراہم کرتی ہے۔ رنگ ہمارے ذہن اور ہمارے احساسات پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ رنگ باطنی اندھیرے اور جسم کی کثافتیں ختم کرنے کا ذریعہ بھی ہیں۔

رنگ و روشنی سے علاج

ماہرین رنگ و روشنی کا کہنا ہے کہ انسان کے اندرونی اور بیرونی جسمانی نظام کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ انسان کی تخلیق میں رنگوں کا اہم کردار ہے۔ اس بات کی تصدیق اس چیز سے ہوجاتی ہے کہ جسم انسانی کے ہر عضو کا اپنا ایک مخصوص رنگ ہوتا ہے اور ہر فرد میں قدرے



کمی بیشی سے اس رنگ کو باآسانی شناخت کیا جاسکتا ہے۔

انسان بنیادی طور پر مختلف رنگوں کا امتزاج ہے اور سورج کی روشنی میں یہ تمام رنگ موجود ہیں جو کہ انسان دھوپ سے اپنی ضرورت کے مطابق حاصل کرتا رہتا ہے لیکن جب اس نظام میں خرابی واقع ہوجاتی ہے تو رنگ میں کمی و بیشی ہو جاتی ہے۔ اس کی علامات مرض کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔ رنگ کی کمی بیشی کو دور کر دیا جائے تو انسان تندرست ہوجاتا ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے جسم میں رنگوں کی کمی کو دور کرنے کے لیے غذا سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔ مناسب رنگ کی غذا اگر کافی دنوں تک استعمال کی جائے تو کئی امراض سے شفا مل جاتی ہے۔ مندرجہ ذیل معلومات اس سلسلے میں رہنما ثابت ہوں گی۔

سرخ

ٹماٹر، سرخ مولی، چقندر، کشمش یا منقہ، چیری، کلیجی وغیرہ۔

نارنجی

گاجر، زرد آلو، کدو، نارنگی، سنگترہ، کینو، موسمی، انڈہ، خوبانی وغیرہ۔

پیلا

مکئی، پیلی گاجر، کیلے، انناس، لیموں، گریپ فروٹ، تربوز، انڈا، مکھن وغیرہ۔

ہرا

کرم کلہ یا بند گوبھی، مٹر و سیم وغیرہ کی پھلیاں، پالک، سلاد اور دیگر سبزیاں۔

نیلا

سبزیاں، انگور، بیری وغیرہ۔

ارغوانی

(اس کو اودا رنگ بھی کہتے ہیں)۔ سرخ گوبھی، چقندر، بڑے انگور، بڑی بیر وغیرہ۔

ڈاکٹر مقصود الحسن اپنی کتاب کروموپیتھی میں تحریر کرتے ہیں کہ چھ ارب انسانوں میں ایک بھی انسان رنگوں کے مرکب کے علاوہ کچھ نہیں۔ انسان جس ماحول میں رہتا ہے وہ بھی رنگوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

1۔ سورج کے سات رنگ۔
2۔ اندھیرے کا رنگ۔
3۔ پھولوں کا رنگ۔
4۔ پانی کا رنگ۔
5۔ آکسیجن کا رنگ۔
6۔ چاند کی چاندنی۔
7۔ کہکشاؤں کا رنگ۔
8۔ ستاروں کا رنگ۔
9۔ بادل کا رنگ۔
10۔ قوس قزح کا رنگ۔
11۔ پھول پودوں کا رنگ۔
12۔ درختوں کا رنگ۔
13۔ زمین کا رنگ۔
14۔ ہوا کا رنگ۔
15۔ لباس کا رنگ۔
16۔ دیواروں کا رنگ۔
17۔ کھڑکیوں میں پردوں کا رنگ۔
18۔ غذاؤں کا رنگ۔

ہر انسان چاہے وہ جاہل ہو، کم لکھا پڑھا ہو، زیادہ پڑھا لکھا ہو، ڈاکٹر ہو، پی ایچ ڈی ہو، کسان ہو، شاعر ہو، ادیب ہو، مورخ ہو، فنکار ہو، مرد ہو، عورت ہو یا سائنس دان ہو، رنگوں کی دنیا میں زندہ رہتا ہے۔ ہمارا کھانا پینا، رہن سہن، لباس، خزاں کا موسم، بہار کا موسم، سب رنگین ہیں۔ یہ رنگ مناسب مقدار میں ہم میں موجود ہیں جب ان رنگوں کی جسم میں کمی بیشی ہوتی ہے تو ہم مختلف امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ رنگوں کی کمی بیشی سے ایک عام مرض نزلہ و زکام بھی ہو سکتا ہے۔

نزلہ و زکام ایک عام مگر تکلیف دہ مرض ہے۔ اس مرض کی وجہ سے کئی پریشانیاں لاحق ہو سکتی ہیں۔

رنگ و روشنی سے نزلہ و زکام کے علاج کے سلسلے

میں حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب اپنی کتاب "کلر تھراپی" میں تحریر کرتے ہیں کہ رطوبات جب ناک کی طرف بہتی ہیں تو زکام کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اگر حلق و سینہ کی طرف گرتی ہیں تو اسے نزلہ کہتے ہیں۔

موسم گرما، موسم بہار اور سردیوں میں یہ بیماریاں زیادہ ہوتی ہیں۔ دماغ ضعیف ہونے کی وجہ سے معمولی سردی گرمی سے بھی نزلہ و زکام ہوجاتا ہے۔

زیادہ دماغی محنت اور کسی چیز کی الرجی سے بھی یہ امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ دھوپ میں زیادہ چلنے پھرنے گرم اور مصالحہ دار غذا کے کھانے سے صفرا زیادہ ہو کر بلغم میں مل کر زکام یا نزلہ پیدا کرتا ہے۔ سرد پانی سے نہانے اور ٹھنڈی ہوا میں ننگے سر سونے برف اور ٹھنڈی چیزیں کثرت سے استعمال کرنے اور دماغ میں رطوبت جمع ہونے سے بھی نزلہ و زکام کی شکایت ہو جاتی ہے۔

علامات

شروع میں طبیعت ست اور کسلمند ہوتی ہے، کام کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ پیشانی پر جکڑن اور کنپٹیوں پر بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ ناک بند اور خشک ہوتی ہے۔

سر میں ہلکا درد ہوتا ہے بار بار چھینکیں آتی ہیں۔

ناک سے پتلی اور خراش دار رطوبت بہتی ہے۔ اگر سردی کی وجہ سے ہو تو رطوبت سفید اور غلیظ نکلتی ہے، سوزش اور خراش کم ہوتی ہے، ناک بند ہو جاتی ہے۔ چہرہ میں گرمی محسوس ہوتی ہے۔ اگر گرمی کی وجہ سے ہو تو رطوبت رقیق اور نمکین نکلتی ہے۔ چہرہ اور آنکھیں سرخ ہوتی ہیں، حلق میں خراش اور ناک میں سوزش ہوتی ہے۔ بار بار پیاس لگتی ہے اور ناک کے نتھنے سرخ رہتے ہیں۔ سر اور کان گرم رہتے ہیں۔ معدہ پر بوجھ رہتا ہے۔ چھینک آنے پر معدہ کا بوجھ قدرے کم ہو جاتا ہے۔ لیٹے رہنے کو جی چاہتا ہے۔

علاج

1۔ سر پر روزانہ نیلے رنگ کی شعاع پندرہ منٹ تک ڈالیں۔

2۔ نیلا رنگ پانی صبح و شام۔

3۔ زرد رنگ پانی کھانے سے پہلے۔

4۔ زرد شعاعوں کا تیل پیٹ پر مالش کریں اور ناک اور نتھنوں میں لگائیں۔

ناک اور منہ کے اوپر ململ کا کپڑا باندھے رکھنا چاہیے۔

بستر (72) گھنٹے تک مسلسل آرام (Bed Rest) اور گرم پانی پینا اس مرض کا ایک علاج ہے۔

❖

آپ کی صحت سے متعلق
طبّی مشورے

حکیم عادل اسمعیل

جوڑوں کا درد

گٹھیا (جوڑوں کا درد) عربی میں وجع المفاصل کہتے ہیں اور انگریزی میں روے ٹزم کہتے ہیں۔ یہ عموماً جسم کے بڑے اور درمیانہ جوڑ مثلاً کولہے، گھٹنے، ٹخنے، شانے، کہنی کے جوڑ میں ہوتا ہے اور کبھی جسم کے چھوٹے جوڑوں مثلاً ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کے جوڑ میں مبتلا درد ہو جاتے ہیں۔ چھوٹے جوڑوں کے درد کو عربی میں نقرس اور انگریزی میں گاؤٹ کہتے ہیں۔

انسانی اعضا میں ہر اس جگہ جہاں ان کا مڑنا ضروری تھا۔ قدرت نے جوڑ بنائے ہیں۔ یہ ہڈیوں، کڑیوں، عضلات مختلف قسم کے پٹھوں اور ریشوں کی مدد سے بنتے ہیں۔ ان میں دوران خون کے لیے رگیں اور حس و حرکت کے لیے اعصاب موجود ہوتے ہیں، ہڈیوں کے سرے انتہائی چکنے و ہموار ہوتے ہیں تاکہ ایک دوسرے پر آسانی کے ساتھ پھسل سکیں۔ ایک نہایت چکنی رطوبت انہیں تر رکھتی ہے تاکہ رگڑ انہیں کھردرا نہ بنا سکے۔

جوڑوں میں درد کیوں ہونے لگتا ہے....؟ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہڈیوں کے دونوں چکنے سروں پر اس طرح کے خشک مادے جمع ہو جائیں جو انہیں ریگ مال کی طرح کھردرا کریں۔ یا ان کی ساخت خراب ہو جائے اور وہ ناہموار ہو جائیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں حرکت ہوتی ہے تو رگڑ سے سوزش اور ورم پیدا ہو کر درد ہونے لگتا ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ چکنی سفید رطوبت کا بننا کم ہو جائے اور وہاں چکناہٹ کی کمی رگڑ پیدا کرنے کا باعث بننے لگے ایسا عام طور پر ضعیف العمری میں ہوتا ہے۔ اسی طرح رطوبت کی زیادتی بھی جوڑ کی خالی جگہ کو پُر کر دیتی ہے بعض اوقات کوئی چوٹ لگنے سے جوڑ میں بدوضعی ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے درد ہونے لگتا ہے یا وہاں کے اعصاب حساس اور کمزور ہو کر درد کا موجب بنتے ہیں۔

وجع المفاصل یا روے ٹزم دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک شدید جسے ہم حاد یا ایکیوٹ کہتے ہیں دوسرا مزمن یا کرانک کہلاتا ہے۔

وجع المفاصل حاد

یہ عمر کے کسی بھی حصے میں ہو سکتا ہے۔ عام طور پر سولہ سال سے لے کر پینتیس سال کی عمر میں لاحق ہوتا ہے اس میں جوڑوں کی اندرونی جھلیاں اور ان میں پائی جانے والی رگیں پھول جاتی ہیں اور ان سے رطوبت رسنے لگتی ہے۔

وجع المفاصل مزمن کرانک

وجع المفاصل حاد کبھی تو وجع المفاصل حاد کے بعد پیدا ہوجاتا ہے اور کبھی شروع سے ہی یہ مرض مزمن شکل اختیار کرتا ہے۔ یہ مرض عموماً چالیس سال کی عمر کے بعد ہوتا ہے۔ اکثر یہ مرض وراثت میں ملتا ہے۔

بارش میں بھیگے رہنے یا گیلے کپڑے زیادہ دیر تک پہنے رہنے کی وجہ سے یا سردی لگ جانے سے اس مرض میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

اسباب

ایسا کام بھی اس مرض کا باعث بن سکتا ہے جس کے کرنے سے ایک یا چند جوڑوں پر مسلسل زور پڑتا ہے۔ مثلاً ہتھوڑا چلانا، وزن اٹھانا، ایسی مشین چلانا (جس میں بہت زیادہ وائبریشن ہو) اگر غذا کم مقدار میں ملے یا غیر متوازن وناقص بھی ہو تو یہ صورت پیدا ہوتی ہے۔ ہاضمہ کی خرابی، قبض کی شکایت، ایام کی بے ترتیبی، جسمانی کمزوری، طویل مدت تک بچوں کو دودھ پلانا، یورک ایسڈ Uric Acid کی زیادتی، سرد اور مرطوب موسم، گوشت کا بکثرت استعمال، شراب نوشی وغیرہ۔

علامات

شروع میں لرزے کے ساتھ بخار بڑھتا ہے۔ جسم کا درجہ حرارت 102 سے 105 تک ہو سکتا ہے۔ چوبیس یا چھبیس گھنٹے بعد پاؤں کے جوڑوں میں سختی پیدا ہو جاتی ہے اور درد شدید ہو جاتا ہے۔ کبھی جسم کے مختلف مقامات پر ہلکا ہلکا درد رہنے کے بعد ایک دم بڑے بڑے جوڑ متورم ہو جاتے ہیں۔ جب مرض پوری طرح ظاہر ہو جاتا ہے تو جوڑ بہت تکلیف دہ ہو جاتے ہیں اور جلد اتنی حساس ہو جاتی ہے کہ کپڑا چھونے سے بھی شدید درد ہونے لگتا ہے۔ بخار عام طور پر آٹھ سے دس یوم رہتا ہے اور کبھی تیز بھی ہو جاتا ہے۔

علاج

جوڑوں کے درد اور سوجن دور کرنے کے لیے مفید ہے۔ آلوؤں کے رس نکالنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ آلوؤں کو اچھی طرح دھو کر چھلکا اتارے بغیر اس کے پتلے پتلے ٹکڑے کاٹ لیے جائیں اور رات بھر یہ ٹکڑے (سلائس) گلاس میں ڈال کر ٹھنڈے پانی میں بھگو دیے جائیں اور صبح نہار منہ پانی چھان کر پی لیا جائے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تازہ آلوؤں کا رس نکال کر اس میں اتنا ہی پانی شامل کر کے صبح نہار منہ پی لیا جائے۔

سیاہ تل

ایک چمچ سیاہ تل رات کو ایک گلاس پانی میں بھگو دیے جائیں صبح نہار منہ پانی پی کر اوپر سے سیاہ تل خوب چبا کر کھائیں۔ کالے چنے کا سوپ بنائیں۔

ایک گلاس پانی میں ایک لہسن کی جو اور ایک چٹکی میتھی کے بیج ڈال دیں دس منٹ تک پکائیں اور پھر چھان کر پئیں۔ روزانہ اس سوپ کے استعمال سے جوڑوں کی تکلیف کو آرام ملتا ہے۔

رات کو سونے سے پہلے مریض ایک ٹب گرم پانی میں سمندری نمک ایک پاؤ حل کر کے اس میں آدھا گھنٹے بیٹھنا یا لیٹنا چاہیے۔

جوڑوں کی سختی اور درد کو دور کرنے کے لیے ناریل کا تیل یا سرسوں کا تیل 120ml کو گرم کر کے اس میں بارہ گرام کافور ملا کر رکھ لیں۔ دن میں دو مرتبہ ہلکے ہاتھوں سے متاثرہ جگہ مالش کریں اور متاثرہ جگہ کو گرم رکھیں۔

سورنجان تلخ بارہ گرام، سونٹھ بارہ گرام، بجزرزرد چوبیس گرام، سونف چوبیس گرام، گلاب کی پتیاں چوبیس گرام۔

تمام ادویات کا باریک سفوف بنالیں۔ صبح نہار منہ چھ گرام سفوف پانی سے لیں۔

گائے کا گوشت، کھٹی اور تلی ہوئی اشیاء سے پرہیز کریں۔

کیفیاتِ مراقبہ

ترقی یافتہ ممالک میں مراقبے کے موضوع پر سائنسی بنیادوں پر تحقیقی کام شب و روز جاری ہے۔ جدید سائنسی آلات سے اخذ کیے جانے والے نتائج سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مراقبے سے انسان کو ہمہ جہت فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان تحقیقی نتائج کے پیشِ نظر مغرب میں تو مراقبہ کو ایک ٹیکنالوجی کی حیثیت دے دی گئی ہے۔ ان تحقیقات سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ مراقبے سے ہماری عام زندگی پر بھی کئی طرح کے خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مراقبے کے ذریعے کئی جسمانی اور نفسیاتی بیماریوں سے نجات مل سکتی ہے، کارکردگی اور یادداشت میں اضافہ ہوتا ہے اور ذہنی صلاحیتوں کو جلا ملتی ہے۔

ماضی میں مشرق کے اہلِ روحانیت نے ماورائی علوم کے حصول میں مراقبے کے ذریعے کامیابیاں حاصل کیں۔

ان صفحات پر ہم مراقبے کے ذریعہ حاصل ہونے والے مفید اثرات مثلاً ذہنی سکون، پرسکون نیند، بیماریوں کے خلاف قوتِ مدافعت میں اضافہ وغیرہ کے ساتھ روحانی تربیت کے حوالے سے مراقبے کے فوائد بھی قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اگر آپ نے مراقبے کے ذریعے اپنی شخصیت اور ذہنی کیفیت میں مثبت تبدیلی محسوس کی ہے تو صفحات کے ایک طرف تحریر کرکے روحانی ڈائجسٹ کے ایڈریس پر اپنے نام اور مکمل پتے کے ساتھ ارسال کردیجیے۔ آپ کی ارسال کردہ کیفیات اس کالم میں شائع ہو سکتی ہیں۔

کیفیاتِ مراقبہ۔

روحانی ڈائجسٹ 1/7، D-1 ناظم آباد۔ کراچی 74600



میں دسویں کلاس کا طالب علم تھا۔ اس وقت سے پہلے تک احساسِ کمتری نے مجھے بری طرح پریشان رکھا ہوا تھا۔ جب کسی لڑکے سے بات چیت کرتا، تو آنکھیں اونچی نہیں کر سکتا تھا۔ کلاس میں بھی زیادہ نہیں بول سکتا تھا، استاد سوال پوچھیں، تو جواب جاننے کے باجود نہیں بتا سکتا تھا، کوئی خوبصورت لڑکا نظر آجائے تو دعا کرنے لگتا "اللہ تعالیٰ مجھے بھی خوبصورت بنادے۔" میں کوئی کھیل بھی نہیں کھیل سکتا تھا۔ محض اس ڈر سے کہ کہیں لڑکے میرا مذاق نہ اڑائیں۔ میرے تایازاد بھائی بہت خوبصورت ہیں، انہیں دیکھ کر دل چاہتا کہ میں بھی خوبصورت بن جاؤں۔

اسکول اور فتح یاب میں تقریری مقابلوں میں جب کوئی Student فتحیاب ہوتا اور لوگ اس کی حوصلہ افزائی اور تعریف کرتے تو میرا من بھی کرتا ہے کہ کاش اس لڑکے کی جگہ میں ہوتا۔ کرکٹ کا شوق ہے تو بہت تھا مگر لوگوں کے سامنے کھیلنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ ہر کام کرنے کی خواہش ہوتی ہے مگر اعتماد کی کمی اور لوگوں کا سامنا کرنے میں دشواری کی وجہ سے میں ہر چیز میں پیچھے رہتا۔ جب اس کے بارے میں سوچتا تو مایوس ہو جاتا۔ زندگی بے رنگ اور اندھیر نظر آتی۔ گھریلو حالات بھی ہمارے زیادہ اچھے نہ تھے، چند سال قبل والد صاحب ٹریفک حادثے میں ہمیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئے۔ ہم چار بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ بڑے بھائی نے اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر ہم بہن بھائیوں کی ذمہ داری سنبھالی۔ پہلے چند ماہ ایک جنرل اسٹور پر کام کا تجربہ حاصل کیا پھر والد صاحب کے تھوڑے سے سرمائے سے چھوٹی سی دکان کھولی۔ اس میں بچوں کی چیزوں کے ساتھ پانی کی بوتلیں اور کین رکھے۔ بھائی کی محنت سے کچھ عرصے میں دکان بہتر چلنے لگی۔ مگر بھائی میری پڑھائی اور مستقبل سے کافی پریشان تھے۔ اپنے دوستوں سے میرے بارے میں مشورہ بھی کیا کرتے۔ انہیں کتابیں پڑھنے کا شوق تھا جب کوئی زندگی کی بہتری کے لیے کتاب ان کی نظر سے گزرتی تو وہ مجھے خرید کر دیتے۔

ایک روز وہ ذہنی یکسوئی پر ایک کتاب لائے۔ اس میں تحریر تھا منتشر خیالات منقسم سوچ اور بے ترتیب افکار کے ہجوم سے ہمارے دماغ میں اکثر خانہ جنگی کی سی کیفیت رہتی ہے جو دماغی خلیات کی شکستگی، ٹوٹ پھوٹ اور ان خیالات میں پوشیدہ بے پناہ توانائی کے زیاں اور ضیاع کا سبب بنتی ہے۔ جب تک انسانی ذہن کسی ایک مرکز و محور کے گرد اپنی توانائیاں مرکوز نہ رکھے گا اور مقصد کے گرد پروانہ وار طواف نہ کرے گا، تب تک ہمیشہ شکستگی سے دوچار رہے گا۔ اس دماغی شکستگی سے کئی جسمانی، نفسیاتی اور ذہنی امراض جنم لیتے ہیں۔

کوئی بھی فرد اپنی قوتوں کے مکمل ارتکاز سے کامیاب لوگوں کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے مگر اس کے لیے مستقل مزاجی اور یکسوئی لازمی ہے۔ دنیا میں جتنے بھی جینئس لوگ گزرے ہیں ان میں یہ بات مشترک ملے گی کہ انہوں نے اپنے تمام تر خیالات پوری قوت کے ساتھ اپنے مقصد کی جانب مرکوز کر دیے۔

جب ہم دانستہ اور شعوری طور پر یکسو ہوتے اور کسی ایک نقطے کو اپنی توجہ کا مرکز بناتے ہیں تو لہر در لہر منتشر و منقسم خیالات کی شکل میں بکھری ہوئی بے پناہ

دماغی اور ذہنی توانائی یکجا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ ارتکاز کا یہ عمل ہمارے لیے دو طرفہ کام انجام دیتا ہے یعنی ذہنی نفسیات کو دو رخوں پر فائدہ پہنچا تا ہے۔ اس کتاب میں لکھا تھا کہ ان توانائیوں کے حصول کا ایک بہت اچھا ذریعہ مراقبہ بھی ہے۔

مراقبہ کے بارے میں مجھے زیادہ علم نہ تھا ڈرتے ڈرتے اپنے بڑے بھائی سے پوچھا۔ بھائی مراقبہ کے بارے میں کافی پڑھ چکے تھے اور اس کے بارے میں اچھی خاصی معلومات تھی۔ مراقبہ کے متعلق میرے سوال پر بولے "میں نے جو مراقبہ کے بارے میں پڑھا ہے اس کا خلاصہ چند لائنوں میں یہ ہے کہ مراقبہ ذہنی صلاحیتوں کو اجاگر کرتا ہے اور اعتماد پیدا کرتا ہے۔"

بھائی نے مراقبہ سے میری دلچسپی کو دیکھتے ہوئے اپنے ایک دوست کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔ میں بھائی کے دوست کے پاس گیا اور اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو ان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ انہوں نے مراقبہ کے فوائد کے بارے میں تفصیل سے آگہی دی۔ مجھے بھی مراقبہ کے کرنے کا طریقہ اچھی طرح سمجھایا اور تاکید کی کہ اگر میں مراقبہ شروع کروں تو مزید ہدایت کے لیے ان سے رابطے میں رہوں۔

مراقبہ کے اتنے زیادہ فوائد جاننے پر اسی رات مراقبہ کا آغاز کر دیا۔ کئی روز تک صرف آنکھیں بند کیے بیٹھا رہتا۔ یہاں تک کہ نیند آنے لگتی۔ میں نے بھائی کے دوست سے مسلسل رابطہ رکھا۔ انہوں نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی۔ لیکن کوشش کے باوجود ذہن ایک نکتے پر مرکوز نہیں ہو رہا تھا۔

مراقبہ کے دوران بعض اوقات انتہائی غیر متعلق خیالات کا سلسلہ چل نکلتا تھا۔ مثلاً گلاب کے پھول کا تصور کرنا چاہتا تو میرا ذہن دن بھر کی مصروفیات ماضی کے حالات اور واقعات اور غیر متعلق لوگوں کے بارے میں غیر ضروری اور اکثر غیر اخلاقی تفصیلات میں اُلجھا رہتا۔ لیکن مضبوط ارادے اور یقین کے باعث آہستہ آہستہ مراقبہ میں یکسوئی ہونے لگی۔ ایک روز مراقبہ میں بیٹھا تھا کہ دیکھا گھر کے صحن میں بہت ساری تتلیاں اُڑ رہی ہیں۔ بڑی چھوٹی رنگ برنگی تتلیوں کے پیچھے میں دوڑ رہا ہوں۔

ایک روز دیکھا کہ ایک چھوٹی سی سڑک ہے۔ اس کے کناروں پر درخت لگے ہوئے ہیں۔ ان درختوں پر پرندے چہچہا رہے تھے۔

ایک روز خود کو ساحل سمندر پر پایا۔ صبح کا وقت ہے سورج طلوع ہو رہا ہے۔ پرندے قطار میں محو پرواز ہیں۔ سمندر کا پانی جسم سے ٹکرا کر واپس چلا جاتا ہے۔

ایک رات دوران مراقبہ میں نے خود کو ایک نہر کے کنارے پایا۔ شام کے سائے بڑھتے جا رہے ہیں۔ نہر پر میرے علاوہ کوئی بھی انسان موجود نہ تھا۔ شام کے سائے بڑھنے لگے۔ جب اندھیرے نے پوری فضا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو ایک جگنو دکھائی دیا۔

ایک رات دیکھا کہ صبح کا وقت ہے۔ اسکول کی گھنٹی بجی اور بچوں نے قومی ترانہ پڑھنا شروع کیا۔ اس کے بعد دعا ہوئی اور تمام بچے خاموشی کے ساتھ اپنی اپنی کلاسوں میں چلے گئے۔

چند ہفتوں کے مراقبہ سے میری ذہنی یکسوئی کافی بہتر ہوئی ہے۔ اعتماد میں اضافہ اور احساس کمتری میں کمی آئی ہے۔ حافظہ بہتر ہونے کی وجہ سے پڑھائی میں بھی بہتری آئی ہے۔ لوگوں سے ملنا جلنا اچھا لگتا ہے۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل

ترجمہ: "ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے"۔

(سورہ آلِ عمران: آیت 173)

مراقبہ ہال ملتان

نگران: کنور محمد طارق عظیمی

947/A، ممتاز آباد بی سی جی چوک، ملتان

پوسٹ کوڈ: 60600

فون نمبر: 061-6525331

سلسلۂ عظیمیہ کی تعلیمات

بیسواں حصہ

لیکچر نمبر 11

کسی ماں باپ کے خواہ دو بچے ہوں، چار ہوں یا جتنے بھی بیٹے بیٹیاں ہوں۔ ماں باپ اپنی ہر اولاد کو خوش اور کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں۔ اولاد کی ترقی ماں باپ کی خوشی کا باعث بنتی ہے۔

سلسلۂ طریقت میں مرشد اپنے شاگردوں کے، اپنے مریدوں کے روحانی باپ ہوتے ہیں، اپنی روحانی اولاد کے ساتھ مرشد کا قلبی تعلق ہوتا ہے۔ سلسلۂ طریقت کے مرشد کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کی روحانی اولاد کا شمار فلاح پانے والوں میں ہو۔

فلاح پانا صرف خواہشات سے ہی ممکن نہیں ہے سلسلۂ طریقت کے وابستگان کے لیے فلاں کا مطلب یہ ہے کہ ان کا باطن قرآن کے نور سے منور ہو اور ظاہر تزکیہ نفس کے مراحل سے گزرتے ہوئے صاف ستھرا ہو، اس کے لیے یہاں ہمیں اپنی فکر میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ وہاں مسلسل اپنا جائزہ لیتے رہنے کی بھی ضرورت ہے۔

اس جائزہ کا مقصد یہ جانتے رہنا ہو گا کہ میری سوچ میں، میری فکر میں کتنی تبدیلی آئی ہے۔ طرزِ فکر کے منفی پہلو کم (Less) ہوئے ہیں اور مثبت پہلوؤں میں کتنا اضافہ ہوا ہے۔

سوچ یا طرزِ فکر میں مثبت پہلو کو بڑھاوا دینے کے ساتھ ساتھ ہم میں سے ہر طالب علم کو کچھ خاص اوصاف اختیار کرنے اور ان اوصاف کو مسلسل ڈیولپ کرنے کی ضرورت ہے۔ ان اوصاف کی ترتیب بنائی جائے تو فی زمانہ سب سے زیادہ اہمیت اپنے جذبات پر کنٹرول کو دینی چاہیے۔ جذبات پر کنٹرول نا صرف ناموافق صورتحال پر، مشکل حالات میں یا ناکامیوں پر ہی نہیں بلکہ کامیابیوں، خوشیوں کے مواقع اور طاقت اور اختیار کے حصل ہونے پر بھی جذبات پر کنٹرول ضروری ہے۔

سلسلۂ عظیمیہ کے اراکین کو روحانی علوم کی مبادیات سے آگہی فراہم کرنے کے لیے، قرآن پاک کی آیات میں غور و فکر کی ترغیب دینے اور معلم و مربّیٔ اعظم حضرت محمد ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں اپنی شخصیت کی تعمیر کی طرف متوجہ کرنے کے لیے مرکزی مراقبہ ہال کراچی میں قلندر شعور اکیڈمی کے زیرِ اہتمام ستمبر 2010ء سے ہر ماہ ایک خصوصی نشست منعقد ہو رہی ہے۔ اس نشست میں ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی آن لائن لیکچر دیتے ہیں۔ اس آن لائن کی تلخیص روحانی ڈائجسٹ کے علم دوست قارئین کے لیے بھی قسط وار پیش کی جارہی ہے۔

ظلفر آدمی اسکو نہ جانئے
خواہ ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکی
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی
جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

عیش ہو یا طیش ہو، خوشی ہو یا غم ہو Emotions پر کنٹرول ہونا چاہیے۔ جذبات پر کنٹرول روحانیت کا ایک اہم سبق ہے۔ ہر آدمی کہیں کمزور ہے کہیں طاقتور ہے، کوئی افسر ہے وہ اپنے ماتحتوں پر اختیارات استعمال کرتا ہے۔ کوئی حکمراں ہے وہ اپنی رعایا پر طاقتور ہوتا ہے۔ کوئی گھر کا بڑا ہے وہ گھر کے چھوٹوں پر طاقتور ہوتا ہے۔ کسی مقابلہ آرائی میں جس نے غلبہ پالیا وہ طاقتور ہوتا ہے۔ بدلہ لینے کے لیے مختلف مواقع آتے ہیں مگر معاف کردینا اچھی بات ہے لیکن طاقت کے باوجود معاف کرنے سے زیادہ اچھی کوئی بات نہیں۔ اگر کوئی کمزور ہے اس کا ظالم پر کوئی بس نہیں چلتا ایسے آدمی نے معاف کردیا تو یہ مجبوری کا معاف کرنا ہوا۔ اصل خوبی تو یہ ہے کہ طاقت حاصل ہو، بدلہ لینے پر پوری قدرت ہو لیکن معاف کردیا جائے۔ جانی دشمنوں کو، مخالفین کو معاف کردینے کی سب سے بڑی مثال نوعِ انسانی کو حضرت محمد ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں نظر آتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے بعد خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے تو کئی ظالم لوگ وہاں مجرم بن کر کھڑے تھے۔

لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ سب کے لیے معافی ہے۔

قدرت ہونے کے باوجود معاف کرنا، غلبہ ہونے کے باوجود معاف کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی پسندیدہ بات ہے۔ یہ جذبات (Emotions) پر انتہائی اعلیٰ کنٹرول ہے۔

مراقبے کے ذریعے پرسنیلٹی ڈیولپمنٹ میں بھی جو چیز سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے وہ جذبات پر کنٹرول ہے۔

میرے پاس اسٹریس کے، ڈپریشن کے، بے خوابی کے، کم خوابی کے بہت سے مریض آتے ہیں۔ میں انہیں کلر تھراپی کے اصولوں پر مختلف تراکیب بتانے کے ساتھ اللہ کا ذکر اور مراقبہ کرنے کا بھی کہتا ہوں۔ کئی امراض سے شفا پاتے ہیں، ذکر اور مراقبہ کے بہت اچھے نتائج سامنے آئے ہیں۔

اپنے اندر ایک کمزوری کو جانچنا ہے اور اگر وہ موجود ہے تو اس کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ وہ ہے جلد بازی۔ بہت سارے لوگ فیملی میں، کام کاج کی جگہوں پر، جلد باز ہوتے ہیں۔ ان کے اندر بے چینی اور بے قراری ہے۔

چیزوں کو اپنے وقت پر سرانجام دینا، متحرک اور فعال ہونا بڑی اچھی بات ہے یہ ہونا چاہیے لیکن جلدبازی ایک الگ صفت ہے۔ جلد بازی positive صفت نہیں بلکہ اعتدال اور بردباری اچھی صفت ہے۔ ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ جلد بازی کی صفت ہمارے اندر ہے یا نہیں۔

یہ امور Personality development سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ پرسنالٹی ڈیولپمنٹ ہماری روحانی تربیت میں کئی مقام پر کام آئے گی۔ ان کا تعلق تزکیہ نفس سے بھی ہے۔

ہم جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہو گی کہ ہم اپنے وقت کا بہت بڑا حصہ ضائع کر دیتے ہیں۔ انسانوں سے قیامت کے دن تمام نعمتوں کے بارے میں سوال ہو گا۔ قیامت کے دن یہ بھی سوال ہو گا کہ تمہیں جو وقت دیا گیا تھا اس ٹائم میں کیا کیا....

ہم میں سے ہر ایک کو دیکھنا چاہیے کہ ہم کتنا وقت درست استعمال کر رہے ہیں اور ہمارا کتنا وقت ضائع ہو رہا ہے۔

ایک خاص بات یہ نوٹ کرنی چاہیے کہ دن بھر مصروف رہنے کے باوجود ہم وقت کو ضائع کرتے ہیں۔

غیر جانبداری سے اپنا جائزہ لیں کہ اپنا کتنا وقت درست استعمال کر رہے ہیں اور کتنا ضائع کر رہے ہیں توہمیں صحیح صورتحال کا اندازہ ہو جائے گا۔

ہمیں جو ذہن عطا کیا گیا ہے اس کی رفتار بہت زیادہ ہے اور ہم اسے بہت کم استعمال کرتے ہیں اور وقت کے استعمال کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ رفتار کو بڑھا دیا جائے۔ فرض کریں کہ پشاور سے کراچی آنے کے لئے آپ بذریعہ بس آئیں، پیدل آئیں، ٹرین سے آئیں یا ہوائی جہاز سے آئیں اگر ہوائی جہاز سے آتے ہیں پاکستان کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں جانے کے لئے زیادہ سے زیادہ 2 گھنٹے لگیں گے۔ ٹرین میں آنا چاہیں تو 36 گھنٹے لگ جائیں گے اپنی کار میں آئیں تو شاید تھوڑا اور زیادہ ٹائم لگے گا۔ مطلب یہ ہے کہ کہیں جلدی پہنچنا چاہتے ہیں تو آپ کو اسپیڈ بڑھانی پڑے گی۔

اسی طریقے سے اگر آپ اپنے وقت کا بہتر استعمال چاہتے ہیں تو آپ کو اپنے مائنڈ کی، ذہن کی اسپیڈ بڑھانی ہو گی ذہن کی اسپیڈ بڑھانے کے لئے آپ کو وقت کے بہتر استعمال کے ساتھ ساتھ اپنے لیے کوئی مقصد بنانا ہو گا اور اپنے اس مقصد یا مقاصد کے حصول کے لیے وقت کو ضائع کرنے سے بچانا ہو گا۔

فرانسیسی سائنسدانوں کا تیار کردہ

تھری ڈی آئینہ

ایکسرے کرنے کے لیے نئی ٹیکنالوجی آگئی ہے جو دیکھنے میں شیشہ لگتا ہے لیکن اصل میں یہ فرانسیسی سائنسدانوں کا تیار کردہ شاہکار ہے۔ آپ نے نت نئے ڈیزائن اور اقسام کے آئینے دیکھے ہوں گے لیکن اب تو آئینے ایکسرے بھی دکھانے لگے۔ فرانس کی یونیورسٹی آف پیرس سے تعلق رکھنے والے ماہر سائنسدانوں نے ایک ایسا تھری ڈی آئینہ تیار کیا ہے جو انسانی جسم کے اندرونی اعضاء کی تصویر پیش کر دیتا ہے۔ تھری ڈی ٹیکنالوجی کا حامل آئینہ فوری طور پر نہ صرف ایکسرے پیش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے بلکہ اب ایم آر آئی بھی اس کی مدد سے ہی کیا جا سکتا ہے۔



ان صفحات پر روحانی سائنس سے متعلق آپ کے سوالوں کے جوابات محقق نظریہ رنگ و نور الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی پیش کرتے ہیں۔ اپنے سوالات ایک سطر چھوڑ کر صفحے کے ایک جانب خوشخط تحریر کر کے درج ذیل پتے پر ارسال فرمائیں۔ برائے مہربانی جوابی لفافہ ارسال نہ کریں کیونکہ روحانی سوالات کے براہ راست جوابات نہیں دیے جاتے۔ سوال کے ساتھ اپنا نام اور مکمل پتہ ضرور تحریر کریں۔

روحانی سوال و جواب-1-D,1/7، ناظم آباد-کراچی74600

سوال: جب ہم کسی کام کا پختہ ارادہ کر لیتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں تو وہ کام بالآخر ہو جاتا ہے، لیکن ہمارے اکثر عزائم ادھورے بھی رہ جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے....؟

(عابد سعید۔ کراچی)

جواب: ایک برقی رو تمام فضا میں گشت کرتی رہتی ہے۔ یہ ہمیشہ ایک ہی رفتار سے نہیں چلتی اور ایک ہی انداز پر نہیں رہتی، کبھی سست ہو جاتی ہے اور کبھی تیز۔ یہی برقی رو جنات، انسانوں، جانوروں، درختوں، گھاس اور جنات وغیرہ میں زندگی کی حرکات پیدا کرتی ہے۔ اگر یہ برقی رو کسی وجہ سے اپنی توجہ درخت کی طرف سے ہٹالے تو درخت خشک ہو جائے گا جبکہ ہم اس کی وجہ یہ سمجھتے ہیں کہ جڑوں کو پانی نہیں ملا یا کھاد نہیں ملی۔

انسانوں اور جانوروں کو بھی یہی برقی رو زندگی بخشتی ہے۔ اگر کسی وجہ سے انسانوں اور جانوروں سے برقی رو کا سلسلہ منقطع ہو جائے تو فوراً موت واقع ہو جاتی ہے یا جس مناسبت سے برقی رو توجہ ہٹائے اسی مناسبت سے زندگی مفلوج ہو سکتی ہے۔

غرض یہ کرنا ہے کہ یہ برقی رو ایک ایسی توانائی ہے جو زمین کے رہنے والوں کو اور زمین سے پیدا ہونے والوں کو جانتی سمجھتی اور سنبھالتی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اس کے اندر سمجھ نہ ہو۔ یہ ہر چیز کو سمجھتی ہے اور بقدر ضرورت کام کرتی ہے۔ اس کی ضرورت کتنی ہے اور کیوں ہے یہ اس کو خود سمجھتی ہے۔

سائنس دان زندگی کی وجہ نائٹروجن اور آکسیجن کو قرار دیتے ہیں اور ان دونوں میں آکسیجن زیادہ اہمیت رکھتی ہے لیکن آدمی مرتا ہے تو اس کے اردگرد آکسیجن اور نائٹروجن کی وافر مقدار موجود رہتی ہے اس کے

باوجود وہ مر جاتا ہے۔

آخر ایسا کیوں ہے؟ یہ مسئلہ بہت زیادہ فکر طلب ہے.... ! یہی وہ برقی رو ہے جس کو ہم روح کا نام دیتے ہیں۔ ایک مکتبہ فکر اس کو لائف اسٹریم بھی کہتا ہے۔ لائف اسٹریم ذہن کے ہر حصہ میں گشت کرتی رہتی ہے اور اس کی توجہ کا مرکز ہمارا پورا سیارہ ہے اور پورے سیارے کی وہ تمام چیزیں جو سیارے میں پائی جاتی ہیں۔ چاہے وہ مٹی کا قلیل ترین ذرّہ ہو، چاہے وہ کوئی ایسی چیز ہو جس سے ہم ابھی تک ناواقف ہیں۔

بہر کیف جس قانون کے تحت اس کی توجہ مرکوز رہتی ہے وہ نیچر کا ہی قانون ہے ہم اسے نیچر کے قانون سے الگ نہیں کر سکتے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس کی رفتار کیا ہو سکتی ہے؟ اس کی رفتار روشنی کی رفتار سے کہیں زیادہ تیز ہے۔ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار دو سو بیاسی میل فی سیکنڈ بتائی جاتی ہے۔ لیکن یہ برقی رو اتنی تیز ہوتی ہے کہ باوجود گردش کے ہم اسے ساکت دیکھتے ہیں.... اس لئے کہ روح نے بیک وقت ہر جگہ موجود ہے۔ جہاں تک انسان کے اندر اس کی گردش کا سوال ہے تو یہ اس کے ارادہ میں موجود رہتی ہے اور ارادہ کیساتھ بلا تامل کام کرتی ہے۔

انسان ارادہ کرتا ہے، ارادہ میں یہی روح موجود ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ روح نے کوئی کام نہیں کیا، حالانکہ یہ موجود ہے اور برابر ارادہ میں دور کر رہی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ انسانی ہاتھ میں بھی ارادہ کام کرتا ہے۔ اگر وہ ارادہ کرے اور ہاتھ کو حرکت نہ دے تو ہاتھ بھی جنبش نہیں کرے گا یا کسی چیز کو نہیں پکڑے گا یا کوئی وزن نہیں اٹھا سکے گا۔ اگر ارادہ میں وزن اٹھانے کی نیت موجود ہے تو ہاتھ وزن اٹھا سکتا ہے ورنہ نہیں۔

سورہ یٰسین کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"اس کا امر یہ ہے جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی چیز کا تو کہتا ہے ہو، اور ہو جاتی ہے"۔

غور طلب بات یہ ہے کہ صرف ارادہ کام نہیں کرتا بلکہ ارادہ میں حرکت کام کرتی ہے اور حرکت اس کی طرح دی جاتی ہے کہ کہا جائے "ہو جا" اور ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ قانون بیان فرمایا ہے۔

اس میں استثنا نہیں ہے۔ اس قانون کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ روح کام کر سکتی ہے۔

البتہ یہ مسئلہ زیر بحث آتا ہے کہ ہر آدمی ایسا نہیں کر سکتا، حالانکہ ہر آدمی کے اندر روح موجود ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک شخص ابھی ایک ارادہ کرتا ہے اور پھر فوراً ارادہ بدل دیتا ہے۔ ایسا اکثر اوقات ہوتا ہے کہ دوسرا ارادہ پہلے ارادہ کو بدل دیتا ہے۔ ایسا بھی اکثر اوقات ہوتا ہے کہ دوسرا ارادہ پہلے ارادہ کے بالکل برعکس ہوتا ہے اور اکثر ارادہ میں نیت شامل نہیں ہوتی جس کی وجہ سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

❀❀❀

سوال: مراقبہ کی مشق تلقین کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ فلاں تصور کیا جائے۔ مثلاً دل کے اندر جھانکنے کو کہا جاتا ہے یا یہ بتایا جاتا ہے کہ آنکھیں بند کر کے روشنی اور نور کا تصور کیا جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیا اس تصور سے یہ مراد ہے

کہ ہم اپنی بند آنکھوں کے سامنے دل کی تصویر لانے کی کوشش کریں یا روشنی اور نور کی شبیہہ دیکھنے کی کوشش کریں؟ یا پھر خود کو ترغیب دیں کہ یہ چیزیں ہماری بند آنکھوں کے سامنے ہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے کہ پھر تصور سے کیا مراد ہے وضاحت کر دیں....

(نبیل احمد۔ کراچی)

جواب: تصور کی صحیح تعریف جاننے کے لئے دو بنیادی باتوں کا سمجھنا ضروری ہے پہلی بات یہ ہے کہ کسی چیز کی معنویت ہمارے اوپر اسی وقت آشکار ہوتی ہے جب ہم اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ کوئی چیز ہمارے سامنے ہے لیکن ذہنی طور پر ہم اس کی طرف متوجہ نہیں ہیں وہ تو چیز ہمارے لئے بسا اوقات کوئی معنی نہیں رکھتی۔ مثلاً! ہم گھر سے دفتر جاتے ہیں۔ دفتر پہنچنے کے بعد اگر ہم سے کوئی صاحب پوچھیں کہ آپ نے راستے میں کیا کیا چیزیں دیکھی ہیں؟ تو ہم یہی کہیں گے ہم نے اس طرف دھیان نہیں دیا۔ حالانکہ یہ ساری چیزیں ہمارے نظروں کے سامنے سے گزری ہیں۔ دوسری اہم بات دلچسپی اور ذوق وشوق ہے کہ ہم کوئی دلچسپ کتاب پڑھتے ہیں تو ہمیں وقت کا احساس نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس کوئی غیر دلچسپ مضمون پڑھ کر ہم چند منٹ میں ہی ذہنی بوجھ اور کوفت محسوس کرنے لگتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ذہنی مرکزیت کے ساتھ اگر دلچسپی اور ذوق وشوق بھی ہے تو کام آسان ہو جاتا ہے۔

مراقبہ یا تصور کی مشقوں سے بھرپور فائدہ حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ صاحب مشق جب آنکھیں بند کر کے تصور کرے تو خود سے اور ماحول سے بے نیاز ہو جائے۔ اتنا بے نیاز کہ اس کے اوپر سے بتدریج ٹائم اور اسپیس کی گرفت ٹوٹنے لگے یعنی تصور میں اتنا انہماک ہو جائے کہ وقت گزرنے کا مطلق احساس نہ رہے۔ یہ چیز دلچسپی اور ذوق وشوق پر قائم ہے۔ دلچسپ مضمون پڑھنے کی مثال دی جا چکی ہے۔

تصور کے ضمن میں یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہئے کہ اگر آنکھیں بند کر کے نور کا تصور کیا جا رہا ہے تو نور کو دیکھنے کی کوشش نہ کریں بلکہ نور کا خیال کریں نور جو کچھ بھی ہے اور جس طرح بھی ہے از خود سامنے آئے گا....

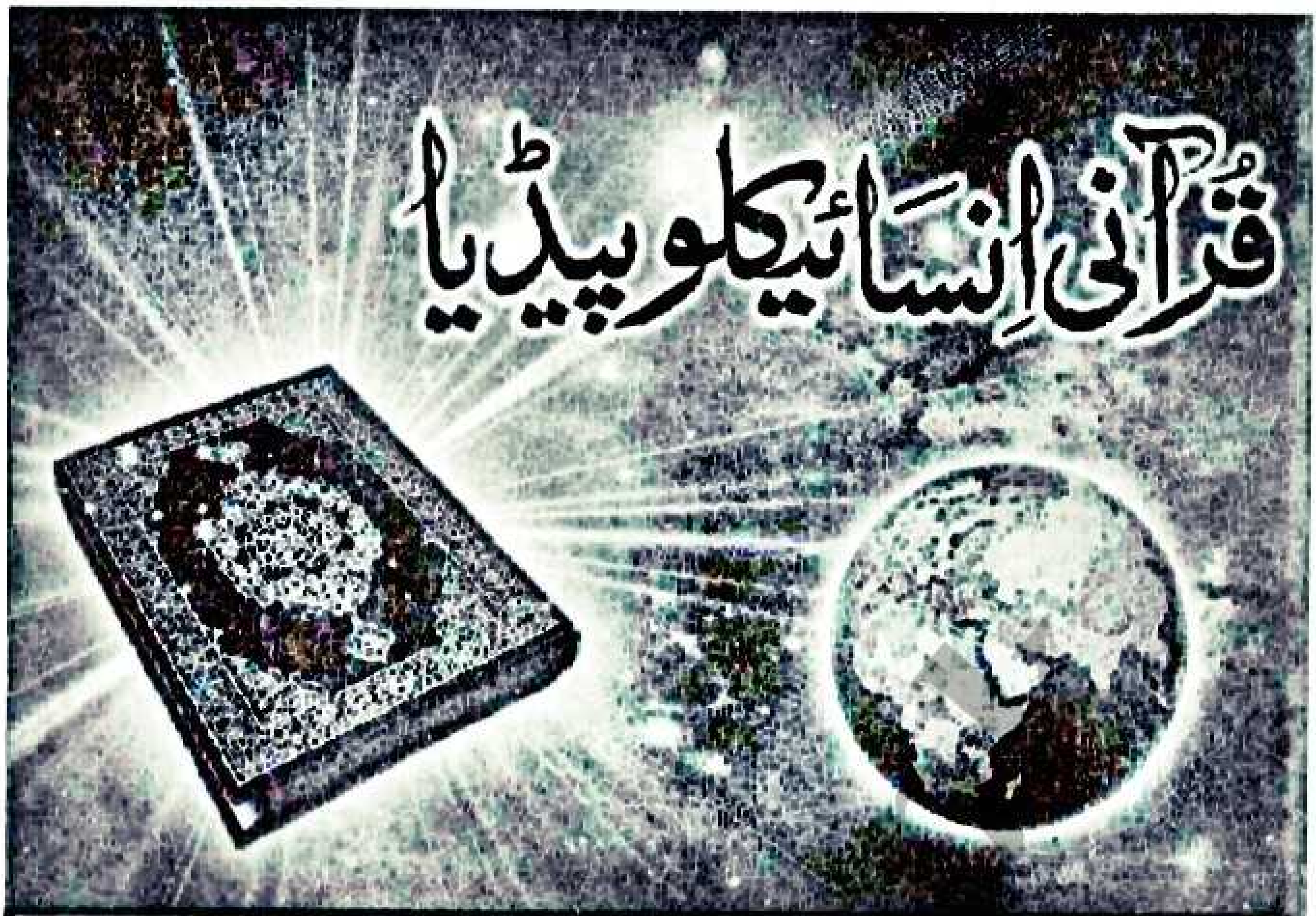
اصل مدعا کسی ایک طرف دھیان کر کے ذہنی یکسوئی حاصل کرنا اور منتشر خیالی سے نجات پانا ہے۔ اس کے بعد باطنی علم کڑی در کڑی از خود ذہن پر منکشف ہونے لگتا ہے۔ تصور کا مطلب اس بات سے کافی حد تک پورا ہو جاتا ہے جس کو عرف عام میں "بے خیال ہونا" کہا جاتا ہے۔

اگر ہم کھلی یا بند آنکھوں سے کسی چیز کا تصور کرتے ہیں اور تصور میں خیالی تصویر بنا کر اسے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ عمل ذہنی یکسوئی کے دائرے میں نہیں آتا۔ ذہنی یکسوئی سے یہ مراد ہے آدمی شعوری طور پر دیکھنے اور سننے کے عمل سے بے خبر ہو جائے۔

قانون یہ ہے کہ آدمی کسی لمحے بھی حواس سے آزاد نہیں ہوتا۔ جب ہمارے اوپر شعوری حواس کا غلبہ نہیں رہتا تو لازمی طور پر لاشعوری حواس متحرک ہو جاتے ہیں۔ ایک اور بات توجہ طلب ہے۔ مراقبہ کرتے وقت ادھر ادھر کے خیالات ذہن کے اوپر غالب آنے کی کوشش کرتے ہیں مراقبہ کرنے والے صاحب یا صاحبہ کو چاہئے کہ خیالات کو آنے دیں انہیں رد نہیں کیا جائے

❁❁❁

قرآنی انسائیکلوپیڈیا



قرآن پاک رشد وہدایت کا ایسا سرچشمہ ہے جو ابد تک ہر دور اور ہر زمانے میں انسان کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ یہ ایک مکمل دستورِ حیات اور ضابطۂ زندگی ہے۔ قرآنی تعلیمات انسان کی انفرادی زندگی کو بھی صراطِ مستقیم دکھاتی ہیں اور معاشرے کو اجتماعی زندگی کے لیے رہنما اصول سے بھی واقف کراتی ہیں۔

بُوَارِ

عربی زبان میں لفظ البوار اصل میں بار الشئی ہے یعنی کسی چیز کے "بار" یا "مندا" پڑنے کے ہیں، اسی سے بورا، یبور اور بوار آتا ہے۔ لغوی اعتبار سے کسی چیز کی وقعت میں کمی، مثلاً بوّر الارض: زمین کا غیر آباد، بنجر اور اجاڑ ہونا، خشک سالی، یا بَارَتِ البِنتُ: کسی لڑکی یا بیوہ کی شادی کے لیے رشتے آنا بند ہو جانا۔ بَارَ عَمَلُهٗ: کسی کام میں رکاوٹ یا تعطل آجانا یا کسی کا عمل بے کار ہو جانا بوار کے معنوں میں آتا ہے۔ ایسا شخص جس کا کوئی والی و مرشد نہ ہو، اور اپنے ہی گمان میں سرگشتہ رہے اسے حائر بائر کہا جاتا ہے۔ کسی کام، خصوصاً تجارت، کاروبار اور بازار وغیرہ کا دھیما، سست، بے رونق، اجاڑ ہونا، مندا پن، کساد بازاری وغیرہ....

علامہ راغب اصفہانی کتاب "المفردات" میں تحریر کرتے ہیں کہ "چونکہ کسی چیز کی کساد بازاری، اس کے فساد کا باعث ہوتی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کسد حتیٰ فسد اس لئے بوار بمعنی ہلاکت استعمال ہونے لگا ہے۔ ابن فارس نے "مقاییس اللغۃ" میں اس کے معنی ہلاکت اور تعطل لکھے ہیں۔ مفسرین کے مطابق بور، بائر کی جمع ہے ہلاک ہونے والا یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کا مقدر ہلاکت ہے۔ اگر دنیا میں یہ اللہ کے عذاب سے بچ گئے تو آخرت میں تو بچ کر نہیں جاسکتے وہاں تو عذاب ہے ہر صورت میں بھگتنا ہوگا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ تَبُورَ، یَبُورُ، بُورًا اور اَلْبَوَارِ کی صورت میں کل پانچ 5 مرتبہ آیا ہے۔ عموماً ان آیات میں

ان الفاظ کا ترجمہ ہلاکت اور تباہی کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخاطب وہ اقوام ہیں جنہوں نے نعمت خداوندی کی جگہ کفر اختیار کیا، حق کے خلاف مکروفریب میں لگے رہے اور ہلاکت ان کا مقدر بن گئی۔

ترجمہ: "کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے خدا کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا۔ اور اپنی قوم کو تباہی (اَلْبَوَارِ) کے گھر میں اتارا؟۔" [سورۂ ابراہیم (14): آیت 28]

ترجمہ: "وہ کہیں گے تو پاک ہے ہمیں یہ بات شایاں نہ تھی کہ تیرے سوا اوروں کو دوست بناتے لیکن تو نے ہی ان کو اور ان کے باپ دادا کو برتنے کی نعمتیں دیں یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے اور یہ ہلاک ہونے والے (بُوْرًا) لوگ تھے۔" [سورۂ فرقان (25): آیت 18]

ترجمہ: "جو شخص عزت کا طلبگار ہے تو عزت تو سب خدا ہی کی ہے اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل اس کو بلند کرتے ہیں اور جو لوگ برے برے مکر کرتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور ان کا مکر نابود (یَبُوْرُ) ہو جائے گا۔" [سورۂ فاطر (35): آیت 10]

ترجمہ: "بات یہ ہے کہ تم لوگ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ پیغمبر اور مومن اپنے اہل وعیال میں کبھی لوٹ کر آنے ہی کے نہیں اور یہی بات تمہارے دلوں کو اچھی معلوم ہوئی اور (اسی وجہ سے) تم نے برے برے خیال کئے اور (آخرکار) تم ہلاکت (بُوْرًا) میں پڑ گئے۔" [سورۂ فتح (48): آیت 12]

یعنی جو چاہتا ہے کہ اسے دنیا اور آخرت میں عزت ملے، تو وہ اللہ کی اطاعت کرے اس سے اسے یہ مقصود حاصل ہو جائے گا اس لیے کہ دنیا و آخرت کا مالک اللہ ہی ہے ساری عزتیں اسی کے پاس ہیں وہ جس کو عزت دے، وہی عزیز ہو گا جس کو وہ ذلیل کر دے، اسے دنیا کی کوئی طاقت عزت نہیں دے سکتی۔ پاکیزہ کلمات سے مراد اللہ کی تسبیح و تحمید، ذکر، دعاء تلاوت، علم و نصیحت کی باتیں ہیں، یہ سب چیزیں بارگاہ رب العزت کی طرف چڑھتی ہیں اور قبول و اعتناء کی عزت حاصل کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ دوسرے اعمال صالحہ ہوں تو وہ اس کو سہارا دے کر اور زیادہ ابھارتے اور بلند کرتے رہتے ہیں۔ دوسری جانب جو لوگ بری تدبیریں سوچتے ہیں، کفر و شرک کا ارتکاب کرتے ہیں اور حق کے خلاف سازش میں لگے رہتے ہیں ان کے مکر آخر ناکام ہو کر خسارہ اٹھائیں گے۔

ترجمہ: "جو لوگ خدا کی کتاب پڑھتے اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں وہ اس تجارت (کے فائدے) کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ (تَبُوْرَ) نہیں ہوگی۔" [سورۂ فاطر (35): آیت 29]

جو لوگ اللہ کی باتوں کو مانتے اور اس کی کتاب کو عقیدت کے ساتھ پڑھتے ہیں نیز بدنی و مالی عبادات میں کوتاہی نہیں کرتے وہ حقیقت میں ایسے زبردست تجارت کے امیدوار ہیں جس میں خسارے کا کوئی احتمال نہیں۔



قرآنِ حکیم کی مقدس آیات واحادیثِ نبوی آپ کی روحانی اور علمی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔



یہ انداز نظر اپنا الگ ادراک رکھتا ہے۔ اس انداز نظر میں جب سیکنڈ کی سنکھ در سنکھ تقسیم کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو ذہن کی رفتار اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ ہم اس رفتار کو کسی اعداد و شمار میں بیان نہیں کر سکتے۔ ایک سیکنڈ کو سنکھ در سنکھ حصوں میں تقسیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا شعور اسپیس کا تذکرہ کر رہا ہے۔ لیکن انداز الگ ہے۔ جب ہم سیاہ نقطے کی گہرائیوں میں اتر کر دیکھتے ہیں تو ہمیں وہ لامتناہی نظر آتا ہے کہ ہم کسی بھی طرح اس کی لامتناہیت کا تذکرہ نہیں کر سکتے۔ اسی ادراک کی ایک مثال لیلتہ القدر بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ہم نے یہ اتارا شب قدر میں اور تو کیا بوجھا! کیا ہے شب قدر....؟

"شب قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے، اترتے ہیں فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کے حکم سے ہر کام پر امان ہے۔ وہ رات صبح کے نکلنے تک۔

لیلتہ القدر ایک ایسا ادراک ہے جو ہمارے

کتاب لوح وقلم روحانی سائنس پر وہ منفرد کتاب ہے جس کے اندر کائناتی نظام اور تخلیق کے فارمولے بیان کیے گئے ہیں۔ ان فارمولوں کو سمجھانے کے لیے سلسلہ عظیمیہ کے سربراہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے روحانی طلباء اور طالبات کے لیے باقاعدہ لیکچرز کا سلسلہ شروع کیا جو تقریباً ساڑھے تین سال تک متواتر جاری رہا۔ یہ لیکچرز بعد میں کتابی صورت میں شایع کیے گئے۔ ان لیکچرز کو روحانی ڈائجسٹ کے صفحات پر پیش کیا جا رہا ہے تا کہ روحانی علوم سے دلچسپی رکھنے والے تمام قارئین حضرات و خواتین ان کے ذریعے آگاہی حاصل کر سکیں۔

شعوری ادراک کے مقابلے میں ساٹھ ہزار گنا ہے یعنی لیلتہ القدر کے حواس ایک ہزار دن اور ایک ہزار رات کے حواس سے افضل ہیں۔ ایک ہزار دن اور ایک ہزار راتوں کے حواس کی رفتار سے لیلتہ القدر کے حواس کی رفتار زیادہ ہے۔

سیاہ نقطے کا انداز نظر دو طرح ہے۔ سیاہ نقطے کا ایک انداز نظریہ ہے کہ اس کو ہم چھوٹے سے چھوٹے ذرے میں تقسیم کر کے ان کا تذکرہ کر سکتے ہیں۔

سیاہ نقطے کا دوسرا انداز نظریہ ہے کہ ہم جب گہرائیوں میں تفکر کرتے ہیں تو ہمیں ایسی لاتناہیت ملتی ہے جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

کائنات میں بیک وقت چار ادراک کام کر رہے ہیں۔

ادراک کو سمجھنے کے لیے کائنات کی گہرائی اور پنہائی کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔ ایک طرف کائنات کو سطحی طور پر دیکھا جاتا ہے اور دوسری سطح میں کائنات کو پنہائی میں دیکھا جاتا ہے۔ کائنات کو پنہائی میں دیکھنا اور گہرائی میں محسوس کرنا یا دل کی آنکھ سے کائنات کا مشاہدہ کرنا ادراک کی طرزیں ہیں۔ انسان کے اندر گہرائی پیدا ہو جاتی ہے تو دل کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ دل کی آنکھ سے دیکھنا اتنی وسعت رکھتا ہے کہ پوری کائنات آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ ظاہر میں دیکھنا سطحی دیکھنا ہے اور باطن میں دیکھنا گہرائی میں دیکھنا ہے۔ پنہائی یا گہرائی میں دیکھنا فکر طلب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اللہ وہ ہے جس نے زمین و آسمان کو چھ دن میں بنایا اور پھر عرش پر متمکن ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ ہم تمہاری رگ جان سے زیادہ قریب ہیں۔ اللہ کا عرش پر متمکن ہونا اور رگِ جان سے قریب ہونا دونوں باتوں میں مفہوم مشترک ہے کہ پنہائی میں ادراک کرنا لاتناہیت کے بُعد میں لے جاتا ہے۔ اسی بُعد کو اللہ تعالیٰ نے عرش فرمایا ہے۔ گہرائی میں ادراک کرنا انسانی شعور کے قرب میں پہنچتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے رگِ جان سے اقرب فرمایا ہے۔ اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ لاتناہیت کا بعد اور لاتناہیت کا قرب یہ دونوں مقامات ایک ہی ہیں۔ صرف ادراک کے انداز ے الگ الگ ہیں۔ ادراک ایک طرف پنہائی میں سفر کر کے عرش تک پہنچتا ہے۔ دوسری طرف گہرائی کی مسافتیں طے کر کے رگِ جان کے اقرب میں جذب ہو جاتا ہے۔

کائنات کے چار ادراک

پہلا ادراک تسوید اور دوسرا ادراک تجرید ہے۔ تجرید نہر تسوید کا دوسرا رخ ہے۔ اس لیے کہ ہر بلندی کی ایک پستی ہے۔ اور ہر پستی کی ایک بلندی ہے۔ تسوید کا پست رخ تجرید ہے۔ نہر تظہیر نہر تشہید یہ دونوں رخ کائنات کی ان حدود کا تذکرہ کرتے ہیں جو ماورائے کائنات سے جاملتی ہیں۔

ان چاروں ادراک کو الگ الگ بیان کیا جائے تو اس طرح کہا جائے گا کہ تجرید تسوید کا دوسرا رخ ہے اور تظہیر اور کا دوسرا رخ تشہید ہے یعنی تسوید کا پست

بقیہ: صفحہ 174 پر ملاحظہ کیجیے

خطباتِ عظیمی

انسان فی الواقع گوشت پوست کے جسم کا نام نہیں ہے بلکہ یہ جان لینے کے بعد کہ گوشت پوست کا جسم اصل نہیں بلکہ اس کی روح اس کا اصل ہے۔ یہ علم جاننا ضروری ہے کہ روح کیا ہے۔ جب آپ نے روح کو سمجھ لیا تو یہاں یہ سوال پیدا ہوا کہ روح بنانے والا کون ہے؟ جب روح کے بنانے والے کے بارے میں آپ سوچیں گے تو اس ہستی کو آپ ڈھونڈیں گے۔ یہ کھوج لگانا اور تلاش کرنا، یہ سب طریقت کے دائرے میں آتا ہے۔ انسان حیوانات سے ممتاز ہو کر زندگی گزارے۔ اچھائی، برائی، حرام، حلال وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب شریعت ہے۔ شریعت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے لئے وہ لائحہ عمل منتخب کرے جس لائحہ عمل سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ انسان کو متعارف کرایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل سلیم عطا کی وہ عقل سلیم اس کو بتاتی ہے کہ کبھی اپنے وجود کو تلاش کر تو پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھا اور پیدا ہونے کے بعد تو کہاں چلا جاتا ہے اور تو پیدا کیوں ہوتا ہے اور چاہتا یہ ہے کہ میں کبھی نہ مروں مگر تو مر جاتا ہے۔ یہ کیا معاملہ ہے کہ اپنی مرضی سے تو پیدا بھی نہیں ہو سکتا ہے، اپنی مرضی سے تو زندہ بھی نہیں رہتا۔

آخر پھر تیرے آنے کا یہاں مقصد کیا ہے، تیرا تو اپنا کوئی اختیار ہی نہیں ہے۔ پیدائش پر تجھے اختیار نہیں ہے، موت کو کچھ وقفہ کیلئے ملتوی کرنے کا تجھ کو اختیار نہیں ہے۔ جب کوئی ہستی چاہتی ہے تو تو پیدا ہو جاتا ہے اور جب کوئی ہستی چاہتی ہے تو تو مر جاتا ہے۔

اب لامحالہ ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ یہ گورکھ دھندا کیا ہے۔ ہمیں پیدا کیوں کیا گیا ہے۔ اگر ہمیں اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ کھانا کھائیں، ہماری اولاد ہو۔ ہم ماں باپ بنیں تو چڑیا بھی ماں باپ بن رہی

انسان فی الواقع گوشت پوست کے جسم کا نام نہیں ہے۔
گوشت پوست کا جسم اصل نہیں بلکہ اس کی روح اس کا اصل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل سلیم عطا کی وہ عقل سلیم اس کو بتاتی ہے کہ کبھی اپنے وجود کو تلاش کر تو پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھا اور پیدا ہونے کے بعد تو کہاں چلا جاتا ہے۔

عقل سلیم حاصل کرنے کے لیے پیغمبروں اور حضور ﷺ کا دیا ہوا پروگرام ضروری ہے۔

ہے۔ چڑیا بھی کھاپی رہی ہے۔ چڑیا بھی سارے کام کر رہی ہے۔ چڑیا بھی عبادت کر رہی ہے۔ اگر انسان کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ گھر بنائے تو چڑیا بھی گھونسلہ بنا رہی ہے۔

عقل سلیم کے تحت جب انسان اپنا اور حیوانات کا موازنہ کرتا ہے کہ میں بھی پیدا ہو رہا ہوں حیوان بھی پیدا ہو رہا ہے، میں بھی بچہ ہوں، حیوان بھی بچہ ہے، حیوان بھی جوان ہے، میں بھی جوان ہوں۔ حیوان بھی مر رہا ہے، میں بھی مر رہا ہوں تو اس کے پیچھے کیا بات ہے تو یہ جو تلاش ہے اپنی تلاش اپنی روح کی تلاش اپنے پیدا کرنے والے کی تلاش، کائنات کی تلاش، یہ جو ہے یہ سب طریقت ہے۔ اس تلاش کے نتیجے میں جب آپ اس ہستی کو پہچان لیتے ہیں، اس ہستی سے واقف ہو جاتے ہیں، اس ہستی کا آپ تعارف حاصل کر لیتے ہیں جس ہستی نے آپ کو بنایا ہے، اس کا نام معرفت ہے۔ شریعت، طریقت اور معرفت یہ تینوں چیزیں اس طرح ہیں۔ کوئی انسان شریعت کے بغیر حیوانات سے ممتاز نہیں ہو سکتا۔ شریعت کے بغیر کسی انسان میں عقل سلیم نہیں پیدا ہوتی۔ مثال ہمارے سامنے ہے۔

ہمارے سامنے جو سائنسٹ ہیں کیا ٹھکانہ ہے ان کے دماغوں کا کہ وہ آسمانوں میں بھی چلے گئے اور جین جیسی چیز انہوں نے دریافت کر لی لیکن چونکہ عقل سلیم ابھی پیدا نہیں ہوئی اس لئے ہر چیز کو وہ اتفاقی کہتے ہیں۔ ہر چیز حادثاتی اور اتفاقی طور پر ہو گئی۔ باوجود اس کے کہ نئے نئے انکشافات ہوتے رہتے ہیں۔ وہ اس بات کا برملا اظہار نہیں کرتے کہ کوئی ہستی ایسی ہے کہ جس نے ہر چیز بنائی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انکار زندگی کا جو رہن سہن زندگی گزارنے کا ان کا جو پروگرام ہے اس میں پیغمبروں کی تعلیمات نہیں ہیں۔ جن تعلیمات کا نام شریعت ہے۔

عقل سلیم حاصل کرنے کے لئے پیغمبروں اور حضور ﷺ کا دیا ہوا پروگرام ضروری ہے۔ شریعت کا علم اور عقل سلیم حاصل ہونے کے بعد کائنات کا کھوج لگانا ضروری ہے اور کائنات کا کھوج لگانے کے بعد اللہ کا عرفان ضروری ہے۔

❄

بقیہ: شرح لوح و قلم

رخ تجرید ہے اور تطہیر کا بلند رخ تشہید ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مفہوم کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ اللہ بلندیوں اور پستیوں کا نور ہے جیسے طاق، اس میں قندیل اور قندیل کے اندر چراغ رکھا ہو۔ مقدس تیل کا یہ چراغ بغیر کسی ظاہری روشنی کے روشن ہے۔ جس کی روشنی نور اندر نور ہر سمت سے آزاد ہے۔

جب تک سیاہ نقطہ نورانی کیفیت سے معمور ہے وہ ہر سمت سے آزاد ہے۔ جب سیاہ نقطہ تکرار کے بعد نزول کر کے روشنی کی حدوں میں داخل ہوتا ہے تو ٹائم اسپیس کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کو جب تلاش کرتے ہیں تو اللہ کی ہر صفت نور در نور پردے میں ہے۔ نور در نور پردے میں اللہ کی صفات ہر وقت ہر آن متحرک ہیں۔

جس سیاہ نقطے کا تذکرہ کیا گیا ہے یہ ہی نقطہ چاروں ادراک کا سرچشمہ ہے۔

(جاری ہے)




اگست 1989ء کے شمارے کا سرورق

اس ماہ کے مضامین میں بشارات نبویؐ، جہاد کربلا، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، والدین کی نافرمانی، نسبت عشق اور حضوری، ایسا بھی ہوتا ہے، جسم کی چھلنی گردے، سانپ، ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ ماں کا کردار، بچے اور پیٹ کی بیماریاں، بیچارے پیر، توانائی، بدکردار ساتھی جبکہ سلسلہ وار مضامین میں نوالٰہی نور نبوت، آواز دوست، صاحب خلق عظیمؐ، ڈاکٹر شہد مکھی، گیارہ فریکوئینسی، پیراسائیکولوجی، علم الاعداد اور انسان، محفل مراقبہ، خلائی مہمان، اللہ رکھی، آپ کے مسائل شامل تھے۔ اس شمارے سے منتخب تحریر "اپنا محاسبہ کیجیے" قارئین کے ذوق مطالعہ کے لیے دی جارہی ہے۔

اپنا محاسبہ کیجیے

"پڑھ اپنی کتابِ زندگی! آج اپنے نامۂ عمل کا جائزہ لینے کے لیے تو خود ہی کافی ہے۔"

مختلف مذاہب و مکاتب کے مفکرین قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تصدیق کرتے ہیں کہ زندگی ایک کتاب کی مانند ہے۔ زندگی کی ہر حرکت ایک لفظ، ہر عمل ایک جملہ اور اس کا ہر دور ایک باب کی طرح ہے۔ بچپن کا بھولپن، لڑکپن کی شرارتیں، جوانی کی رعنائیاں اور بڑھاپا جو ان سب کا حاصل ہے۔ سب زندگی کی اس کتاب کے مختلف ابواب کی طرح ہے۔ لمحات الفاظ، ساکت جملے اور دن رات ایک ورق کے دو صفحات کی مانند ہیں۔ وقت نے ان دیکھے ہاتھ زندگی کی اس کتاب کا ایک ایک ورق ہر روز الٹ دیتے ہیں۔

کتاب زندگی کے اوراق ایک ایک کر کے الٹ رہے ہیں، اور ہم وقت کے ان دیکھے ہاتھوں اس بادبانی سفینے کی طرح محو سفر ہیں جو زندگی کے نشیب و فراز سے ہچکولے کھاتا ہوا نہایت آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا ہے۔ جو ہر

مرتبہ حوادث کے جھونکوں سے اس فاصلے سے جو وہ طے کرتا ہے کئی گنا پیچھے چلا آتا ہے۔ لمحات ساعت میں ساعت دن رات میں، ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں بدل رہے ہیں۔ سفینۂ حیات اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ کتاب کا ایک ایک ورق الٹ رہا ہے اور ایک دن.... جی ہاں! ایک دن اس کتاب زندگی کا آخری صفحہ بھی الٹ جائے گا۔ ہماری آنکھیں بند ہو جائیں گی۔ چلتا پھرتا ہنستا بولتا جسم بے حس و حرکت ہو جائے گا۔ روح قفسِ عنصری سے نکل چکی ہوگی۔

ہر فرد کی زندگی ایک کتاب کی طرح ہے۔ ہم سے وابستہ ہر شے، سب افراد اور تمام مقامات ہماری اس کتاب زندگی کے کردار اور مناظر ہیں اور خود ہماری حیثیت اس کتاب کے ایک مرکزی کردار کی طرح ہے۔

کبھی ہم نے غور کیا کہ ہم زندگی کی اس کتاب میں اپنے کردار کے ساتھ کس حد تک انصاف کر رہے ہیں....؟ کیا ہمارا طرز عمل ایسا ہے جو لوگوں کے دلوں میں اپنے لیے خلوص اور محبت کے جذبات کو ابھارتا ہو....؟ کیا ہم سے وابستہ سب لوگ ہم سے خوش اور راضی ہیں....؟

یاد رکھیے ہم اپنی پوری قوت، توجہ اور صلاحیتوں سے زندگی کی اس کتاب کو آخری شکل دینے میں منہمک اور مصروف ہیں۔ اہم اپنی گفتگو سے اپنے طرز عمل سے ہر لمحہ ایک لفظ، ہر ساعت ایک جملہ درج کر رہے ہیں اور ہر آن زندگی کی منظر کشی کرنے میں مصروف ہیں۔ کوئی اس حقیقت کا اقرار کرے یا نہ کرے فطرت کی یہ کارگزاری ازل سے ہوتی چلی آرہی ہے۔ ہماری روح، ہمارا ضمیر ہر لمحہ ہر آن زندگی کے ہر موڑ پر ہماری ہدایت اور راہنمائی کر رہا ہے۔ ہمیں آواز دے رہا ہے.... یہ راستہ سیدھا ہے! یہ بات اچھی ہے! یہ عمل صالح ہے!.... یہ کرنا ہے اور وہ نہیں کرنا....

روزانہ رات کو سونے سے قبل کم از کم دس منٹ اپنے اندر محاسبہ کرنے کی عادت ڈالیے۔ ضروریات زندگی سے فارغ ہو کر آرام دہ نشست میں کچھ دیر بیٹھ جائیے۔ جب سکون اور اطمینان محسوس کرنے لگیں تو تھوڑی دیر کے لیے غیر جانبدار ہو کر خود اپنا، اپنے ماضی کا، اپنے افکار و اعمال کا محاسبہ کیجیے اور اپنے شب و روز کا جائزہ لیجیے۔ شاید ہم نے اس بات پر کبھی غور نہیں کیا کہ ہم اپنی زندگی کا نصف حصہ راتوں کو سو کر گزار دیتے ہیں۔ شاید ہم نے اس بات کی طرف کبھی توجہ نہیں دی۔ بچپن سے لے کر تا وقت حال ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا....؟ اپنے مفاد میں تو ساری زندگی مصروف رہے لیکن دوسروں کی فلاح و بہبود کے لیے کتنے کام کیے....؟

اپنی سابقہ زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالیے، کتاب زندگی کے پلٹے ہوئے صفحات دوبارہ پڑھیے۔

لیکن کیوں....؟ اس لیے کہ ایک روز ہمارے افکار و اعمال کی خود ساختہ کتاب ہمارے ہاتھوں میں ہوگی اور اس کتاب کا ایک ایک لفظ ایک ایک جملہ اور ایک ایک منظر کی منہ بولتی تصویریں ہماری نظروں کے سامنے زندہ اور متحرک ہوں گی اور ہاتفِ غیبی ہم سے یوں مخاطب ہوگا۔

اقرا کتابک ط کفیٰ بنفسک

الیوم علیک حسیباہ (القرآن)

"پڑھ اپنی کتابِ زندگی! آج اپنے نامۂ عمل کا جائزہ لینے کے لیے تو خود ہی کافی ہے۔"

اس وقت آپ کا ردعمل کیسا ہوگا....؟

ذرا آنکھیں بند کر کے اس منظر کا تصور کیجیے اور اپنا محاسبہ خود کیجیے۔



گوشۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کی دو جلدیں ارسال کریں....

ہمدرد نونہال
جون 2014 خاص نمبر

مدیر اعلیٰ: مسعود احمد برکاتی

قیمت: 50روپے

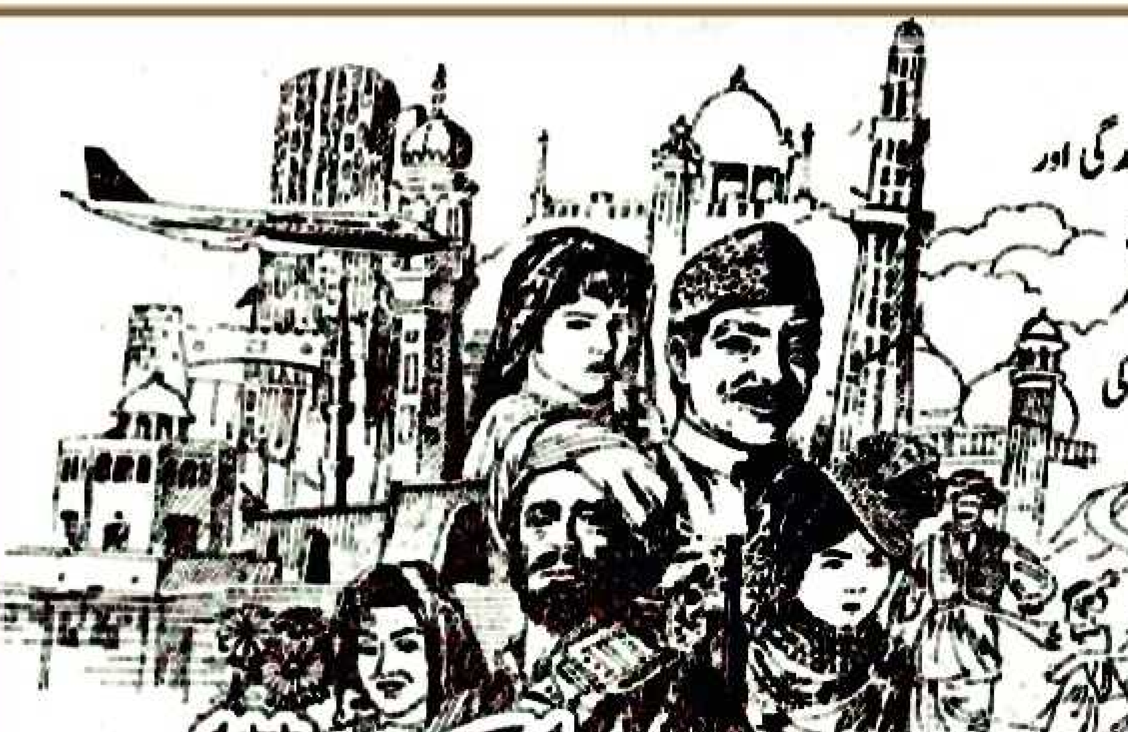
قیمت: 304صفحات

ناشر: ہمدرد فاؤنڈیشن، کراچی

دور جدید میں اگر آپ کا دس سالہ پانچویں یا چھٹی جماعت کا بچہ آپ کو بتائے کہ دنیا کے فلاں کونے میں فلاں حادثہ رونما ہوا ہے یا ہزاروں فٹ گہرائی سے فلاں دھات دریافت ہوئی ہے تو اس میں حیرت زدہ ہونے والی کوئی بات نہیں سب جانتے ہیں اندرونیڈ فونز اور ٹیبلیٹ کمپیوٹر کی صورت میں انٹرنیٹ کی باآسانی دستیابی سے اب کسی بھی خطے کے کسی بھی کونے کا حال جاننا مشکل نہیں رہا۔ معلومات کا ایک خزینہ ہے جسے ایک چھوٹی سی چپ میں سمو دیا گیا ہے۔ معلومات سے لیس جدید ترین آلات بھی بچوں کی کردار سازی اور بنیادی تربیت کے معاملے میں مددگار ثابت نہیں ہو پا رہے۔ سر سید احمد خان دو سو سال پہلے فرما گئے تھے کہ تعلیم انسان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی یقیناً تعلیم تربیت کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ اس زبوں حالی میں ایسی کتب اور رسائل کی اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے جو بچوں کو معلومات تفریح و طبع فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ہلکے پھلکے دلچسپ انداز میں ان کی تربیت بھی کرتے رہیں۔ جب تبصرے کے لیے نونہال کا خاص نمبر سامنے آیا تو سنہرے بچپن کی ان گنت سنہری یادیں نظروں کے سامنے جگمگانے لگیں بچوں کے لئے شائع کئے جانے والے رسائل میں ہمدرد نونہال واحد رسالہ ہے جو پچھلے ۵۰ سال سے زائد عرصے سے یہ ذمہ داری باحسن وخوبی نبھا رہا ہے۔ اپنی تہذیب، تاریخ اور مذہب سے محبت اور قلبی تعلق پیدا کرنے والی سادہ آسان اور معیاری تحریریں، رسالے کے بانی شہید حکیم محمد سعید کی یادوں کو تازہ کرتی ہیں۔



❖❖❖



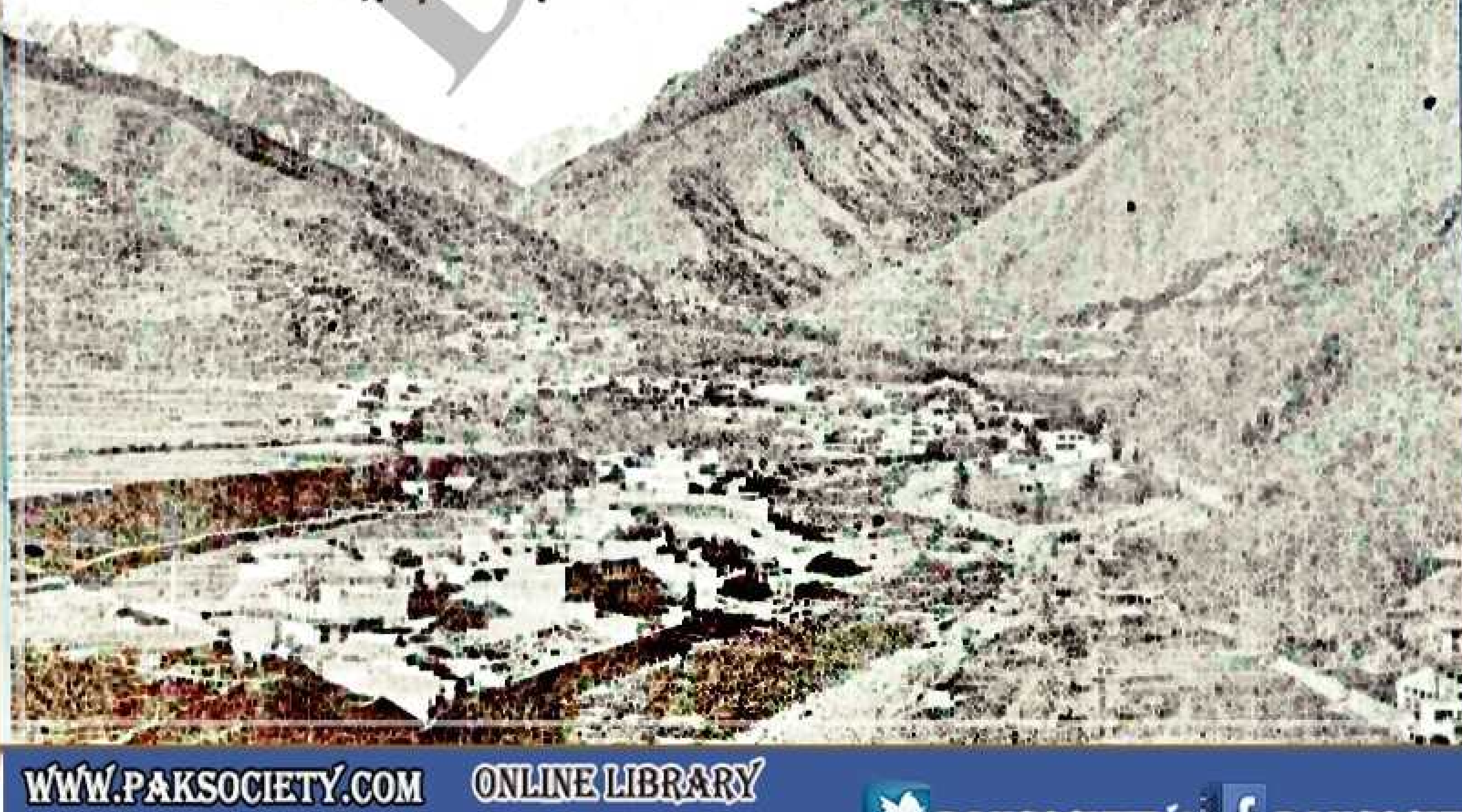
یہ ہے پاکستان

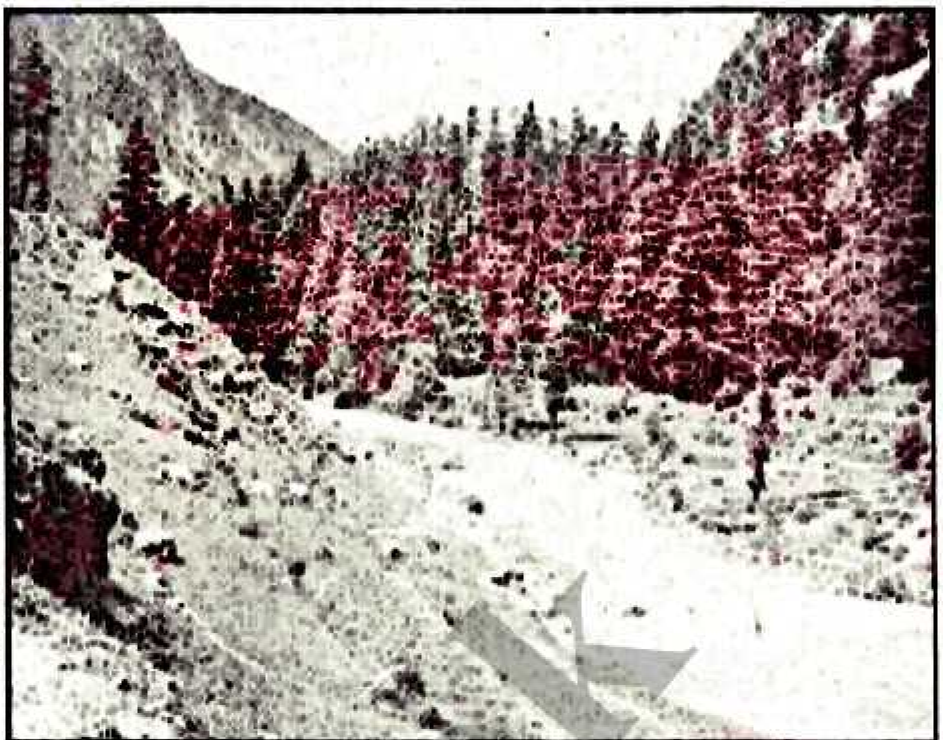
شہر کے ہنگاموں سے دور ایک پُرفضا مقام۔۔۔ وادئ مدین

شہروں کی پرہنگام زندگی اور روزوشب کی تھکا دینے والی مصروفیات سے دور، چند روز سوات کی دلکش وادی میں گزارنے جائیں تو جسم اور روح تازہ ہوجاتی ہے دل میں نئی امنگیں انگڑائیاں لینے لگتی ہیں۔ زندگی کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے حوصلہ جوان ہوجاتا ہے۔

پاکستان کی اس جاں فزا وادی میں ایسے متعدد مقامات ہیں جہاں سیاح پڑاؤ ڈال لیتے ہیں۔ دریائے سوات کے تیز اور پر شور پانیوں کے ساتھ ایک ایسا ہی مقام "مدین" ہے جو مناظر کی خوبصورتی اور طعام و قیام کی سہولتوں کی وجہ سے ملکی و غیر ملکی سیاحوں میں نہایت مقبول ہے۔

سطح سمندر سے 1321 میٹر بلندی پر واقع یہ حسین بستی، وادی سوات کے مخصوص انداز اور دلکش ماحول میں رنگی ہوئی ہے۔ وہی ہنستے مسکراتے خوبصورت بچے، سواتی ٹوپی پہنے سرخ و سفید جوان





اور باوقار بوڑھے، نیم شہری انداز کا بازار اور دکانوں کے ساتھ تنگ گلیاں جن کے اونچے راستے ان مکانوں کو جاتے ہیں جن کے اندر کا ماحول جاننے کی خواہش ہر سیاح کو ہوتی ہے چاہے جہاں چلے جائیں دریا کے پانیوں کی موسیقی کانوں میں مسلسل سنائی دیتی ہے۔ اوپر نگاہ اٹھائیں تو زمین اور آسمان کے درمیان تیرتے سفید بادلوں کے نیچے جنگلات سے ڈھکے پہاڑ اور ان کے پس منظر میں برف کی فرغل اوڑھے بلند چوٹیاں کسی ویو کارڈ کا منظر پیش کرتی نظر آتی ہیں۔

"مدین" کا قدیم نام چیر ڑئی ہے یہاں پر تقریباً بیس اقوام نے اپنے رہن سہن کے آثار چھوڑے ہیں۔ یہ وادی کئی مرتبہ دریائے سوات کے شدید سیلاب کی زد میں آکر دریا برد ہوئی۔ علاقائی جنگوں اور فسادات کے نتیجے میں بھی اسے نقصان پہنچا۔ مختصر یہ کہ مدین کئی مرتبہ ویران اور کئی مرتبہ پھر آباد ہوا۔

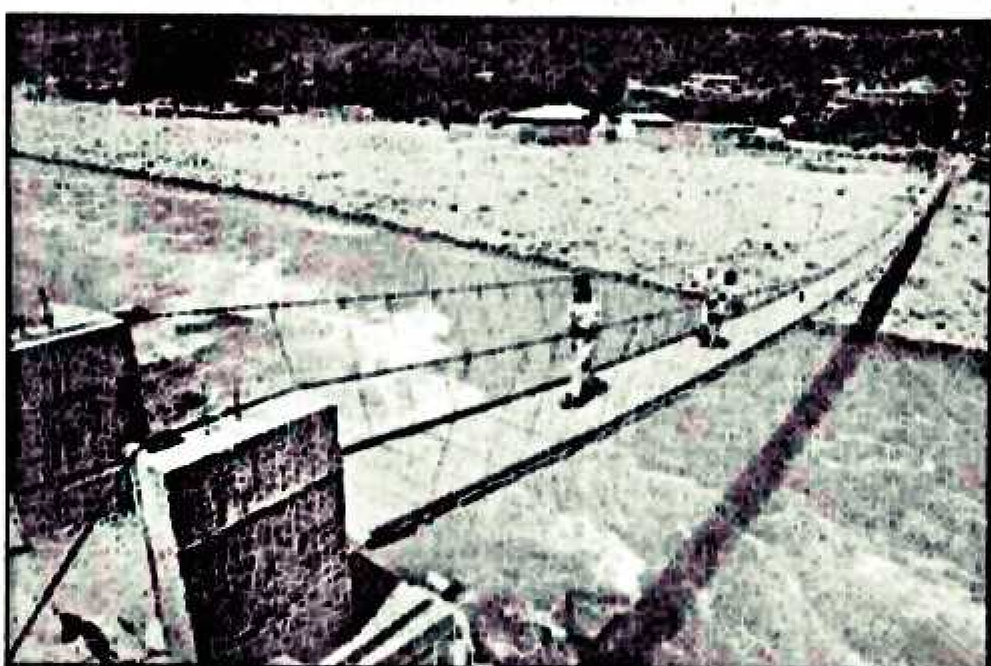
گیارہویں صدی عیسوی میں سلطان محمود غزنوی کی آمد سے یہاں اسلام کی روشنی پھیلنا شروع ہوئی۔

1921ء میں بانی ریاست سوات بادشاہ صاحب میاں گل عبدالودود نے کوہستانی لشکر کو شکست دے کر وادی مدین کو ریاست سوات میں شامل کردیا۔ بادشاہ صاحب کے عہد میں پہلی مرتبہ منگورہ سے مدین تک پختہ سڑک بچھائی گئی۔ ان کے عہد حکومت کے آخری ایام میں مدین میں دریائے سوات پر ایک آہنی پل بنایا گیا۔

مدین کے نواح میں جنوب کی طرف دریائے سوات کی مغربی سمت میں ایک حسین و جمیل علاقہ تیراتھ واقع ہے جو قدیم ثقافت، تہذیب، تاریخ اور آثار قدیمہ کا گڑھ سمجھا جاتا ہے تیراتھ قندیل سے لے کر چکھلی شاہ گرام تک وسیع و عریض پہاڑی رقبے پر پھیلا ہوا سرسبز اور پُر فضا علاقہ ہے۔ جس میں قندیل، آریانہ، دامانہ، چورکلی، تیراتھ، مورپنڈئی، مولالئی، دالبئی، کالاگرام شینگل اور گھڑی نامی گاؤں بستے ہیں۔ علاقہ تیراتھ کے ان تمام دیہات کو منگورہ کالام روڈ سے ملانے کے لیے دریائے سوات کے اوپر لکڑی کے تین خوبصورت پل بنائے گئے ہیں۔ جہاں سے نقل و حمل میں آسانی رہتی ہے۔

وادی مدین میں دریائے سوات کے کنارے واقع علاقہ تیراتھ آثار قدیمہ، بدھ مت اور گوتم بدھ کی باقیات کے لیے مشہور ہے۔

وادی مدین میں دریائے سوات اپنی تمام تر رعنائی، دلکشی اور غیر معمولی تیزی کے ساتھ تنگ

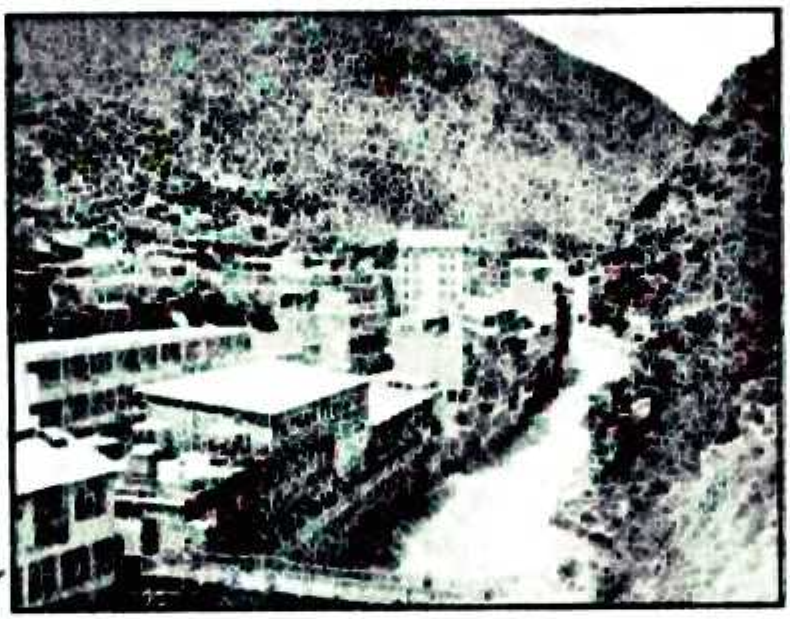


گھاٹیوں اور چٹانوں کو پھلانگتا اور گنگناتا ہوا گزرتا ہے مدین پہنچ کر دریائے سوات کا پاٹ چوڑا ہو جاتا ہے اور مغرب کی جانب سے ذرا بلندی سے دیکھا جائے تو یہ دریا انگریزی حرف ڈبلیو سے مشابہ نظر آتا ہے۔ دریائے سوات وہی دریا ہے جسے رگ وید میں سواستو کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ دریا کے نام پر یہ سارا علاقہ بھی سوات کہلاتا ہے دریائے سوات کا منبع کالام کے پہاڑی سلسلے میں ہے جس کی اونچائی سطح سمندر سے تقریباً سولہ ہزار فٹ ہے۔ وہاں پر شمال سے آنے والی اوشوندی اس کا پہلا معاون بنتی ہے پھر گبرال اور زندرئی کی ندیاں اس میں شامل ہوتی ہیں۔ یہ تینوں ندیاں یکجا ہو کر دریائے سوات میں شامل ہو کر چالیس کلومیٹر تک شمالاً جنوباً بہتی ہیں پھر تنگ گھاٹیوں سے ہوتی ہوئی مدین کے مقام پر میدانی علاقے میں داخل ہو جاتی ہیں۔ بحرین کے مقام پر دریائے درال اس میں شامل ہوتا ہے جبکہ مدین میں دریائے بشیگرام دریائے سوات کا معاون بنتا ہے۔

دریائے سوات کے وافر اور شفاف پانی میں مختلف اقسام کی مچھلیاں بھی پائی جاتی ہیں یہاں کی ٹراؤٹ مچھلی اپنی لذت اور ذائقے کی وجہ سے بہت پسند کی جاتی ہے۔ مدین سے لے کر اتروڑ اور گبرال تک ان ٹراؤٹ مچھلیوں کی افزائش اور شکار کے لیے سرکاری طور پر مکمل بندوبست کیا گیا ہے۔

وادی مدین جتنی حسین ہے اتنی ہی زرخیز بھی ہے۔ یہاں کے کھیتوں میں مٹی سونا اگلتی ہے اور پھلوں سے لدے ہوئے درختوں سے باغات ہن برساتے ہیں۔ دریائے سوات کے وافر پانی نے زمین کی زرخیزی کو دو چند کر دیا ہے۔ سیب، ناشپاتی، اخروٹ، خوبانی، آلوچہ، املوک، بیر اور انگور یہاں کی خاص پیداوار ہیں۔ خصوصاً یہاں کے سیب اور شہد زیادہ پسند کیے جاتے ہیں۔ پہاڑی اور نشیبی علاقوں میں سیبوں سے بوجھل درختوں کے باغات اور کالام روڈ شینکو روڈ پر شہد کی مکھیوں کے فارم بکثرت نظر آتے ہیں۔ دسمبر، اپریل اور جون کے مہینوں میں شہد حاصل کیا جاتا ہے۔ مدین آنے والے سیاح یہاں کا شہد، سوغات کے طور پر ساتھ لے کر جاتے ہیں۔

وادی مدین کا بازار سیاحوں کے لیے بڑی کشش رکھتا ہے۔ یہاں روزمرہ ضرورت کی تمام چیزیں بآسانی مل جاتی ہیں۔ ملکی و غیر ملکی سیاحوں کے لیے مخمل چڑھے دستی پنکھے جو شیشے کے کام سے مزین ہوتے ہیں۔ قدیم و جدید طرز کی خوبصورت شالیں، روایتی، سواتی کشیدہ کاری کا لباس، قبائلی زیورات،



منقش لکڑی کا سامان اور قدیم سکے، دلچسپی کا باعث ہوتے ہیں۔ سوات کی شالیں مشہور ہیں۔ یہ شالیں زیادہ تر مدین مشرق میں واقع ایک بستی میں تیار ہوتی ہیں۔ یہ صنعت دو ہزار سال پرانی ہے۔ مدین بازار مدین کے بس اسٹاپ سے شروع ہو کر دریائے سوات پر آہنی پل تک کالام روڈ کے دونوں طرف پھیلا ہوا ہے۔ قدیم بازار سے دریائے بشیگرام اور دریائے سوات کے اتصال کا نظارہ کیا جاسکتا ہے اور اگر پل کے نیچے سے بنے ہوئے راستے سے اتر کر اس منظر کو ذرا قریب سے دیکھیں تو ایک دل خوش کن منظر دیکھنے کو ملتا ہے۔ پختہ پل سے آگے جدید بازار اور چند ہوٹل ہیں۔ یہاں سب سے پہلے تکہ کڑاہی کی خوشبو آپ کو اپنی طرف متوجہ کرے گی۔ آگے چل کر دریائے سوات پر آہنی پل عبور کریں تو ایک سڑک سیدھی دریائے سوات کے ساتھ ساتھ بحرین کو جاتی ہے۔ جبکہ بائیں جانب ایک کچی سڑک چڑھائی چڑھ کر مدین کے نواحی دیہات کو جانے کا ذریعہ ہے۔ مدین میں کئی ایک آرام دہ ہوٹل اور موٹل موجود ہیں۔ سوات کی سیاحت کے دوران سیاح دور دراز سے آنے کے بعد سب سے پہلے یہیں قیام کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

وادی مدین میں دسمبر اور جنوری کے مہینے میں برفباری ہوتی ہے۔ یہاں گرمیوں کا موسم خوشگوار رہتا ہے۔ جبکہ سردیاں بھی اپنے پورے جوبن پر رہتی ہیں۔ بہار کا موسم یہاں دیدنی ہوتا ہے۔ موسم گرما میں یہاں خوب رونق اور چہل پہل رہتی ہے۔ سیر وسیاحت سے رغبت رکھنے والے حضرات کی یہ من پسند تفریح گاہ ہے۔ طلباء طالبات مطالعاتی پروگرام کے لیے اس جگہ کا انتخاب کرتے ہیں اور یہاں قدرت کے حسین مناظر سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اندرونِ ملک اور بیرون ملک کے ہزاروں سیاح سیر وسیاحت کے لیے مدین کو موزوں جگہ اور صحت افزا مقام تسلیم کرتے ہیں۔

مدین کی مرکزی مسجد چوبی تعمیر کا خوبصورت نمونہ ہے۔ اس قدیم مسجد کے در و دیوار پر چوبی نقاشی کے نادر فن کا خوبصورت مظاہرہ کیا گیا ہے خصوصاً مسجد کی اندرونی قبلہ سمت دیوار پر نہایت دلکش نقاشی کی گئی ہے۔ وادی مدین جانے کے خواہشمند افراد کو سب سے پہلے منگورہ پہنچنا ہوگا۔ جو سوات کا سب سے بڑا شہر اور مرکزی مقام ہے۔ راولپنڈی اسلام آباد سے مینگورہ جانے کے لیے ہوائی جہاز، بس، ویگن، کوچ ہر طرح کی سواری دستیاب ہے۔

مینگورہ کے مرکزی بس اسٹاپ (اڈا اڈہ) سے مدین کے لیے بسیں اور ویگنیں مل جاتی ہیں۔

وادی سوات اور شمالی علاقوں میں جانے والے سیاحوں کو دریا کے تیز بہاؤ کی وجہ سے دریا میں نہانے سے گریز کرنا چاہیے۔


بچوں کا
روحانی ڈائجسٹ
ملائکہ۔ کراچی
حیدر رضا۔ کراچی
زینب رضا۔ کراچی
حمرہ سید۔ کراچی

مونگ پھلی

ثناء سعید

اسلم نیچے کی طرف بھاگا۔ اس کی آنکھیں غصے سے لال تھیں۔ وہ غصہ سے لال پیلا ہو رہا تھا۔ وہ چلاتا ہوا اندر داخل ہوا۔ ''اماں میں آج کے بعد ثاقب کے ساتھ نہیں کھیلوں گا۔''

''کیوں....؟''

''میرے خیال میں تو ثاقب تمہارا بہترین دوست ہے۔''

ماں نے کام کرتے ہوئے پوچھا۔ تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ گے نہیں کہ کیا ہوا ہے....؟

''ثاقب نے چوری کی ہے۔'' وہ چور ہے۔ میں اسے یہاں آنے سے منع کر دوں گا۔

کسی کو بلا وجہ ایسا نہیں کہنا چاہیے جب تک تمہارے پاس ثبوت نہ ہو کہ اس نے چوری کی ہے۔

اس نے میری مونگ پھلی کی تھیلی اٹھائی ہے۔ وہ تھیلی جس میں میں نے مونگ پھلی جمع کی تھی۔

''اس نے ایسا کب کیا....؟''

''کل جب وہ یہاں آیا تھا۔''

''کیا تم نے اسے چوری کرتے دیکھا تھا....؟''

''نہیں'' جب ہم کل اوپر والے کمرے میں تھے تو وہ دیکھ رہا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ گھر جانے کی تیاری میں تھا۔

میری تھیلی میں دس مونگ پھلیاں تھیں۔ اب صرف نو باقی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ایک مونگ پھلی چرائی ہے۔

''ثاقب ایسا لڑکا تو معلوم نہیں ہوتا۔'' ماں نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔

فکر نہ کرو، ہو سکتا ہے کہ ابو تمہیں اور مونگ پھلی کی تھیلی لا دیں۔

''نہیں مجھے اپنی ہی مونگ پھلی چاہیے اور میں ثاقت کے پاس جا رہا ہوں۔ اس سے مونگ پھلی واپس لاؤں گا۔'' اسلم نے جواب دیا۔

''ہو سکتا ہے کہ وہ مونگ پھلی کھا چکا ہو۔''

''اگر ایسا ہوا تو میں اسے ماروں گا۔''

''شاید اسے اپنی غلطی کا احساس ہو اور جلد معافی مانگ لے۔''



کیا تم مجھے بازار سے سودا سلف لا دو گے....؟ اسلم نے بازار سے واپس آکر سودا صحن کی چارپائی پر رکھا اور دروازہ بند کر کے ثاقب کی طرف چلا گیا۔

''پتا نہیں وہ اس وقت کیا کر رہا ہو گا....؟'' اس نے دل ہی دل میں سوچا اور واپس اپنے گھر آ گیا۔

شام کے کھانے پر بھی وہ بہت اداس تھا۔ اس

نے بہت تھوڑا کھانا کھایا۔ کسی نے بھی مونگ پھلی یا ثاقب کا ذکر نہیں کیا۔

شام کے وقت وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ لیکن کچھ سمجھ نہ آیا۔

دوسرا دن بہت ہی بھاری محسوس ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ اسے اکیلے کھیلنے کی عادت نہیں تھی۔ جب وہ اوپر والے کمرے میں گیا تو اسے اپنے دوست کی یاد آنے لگی۔ وہ واپس نیچے آ گیا۔ پھر وہ صحن میں چلا گیا اسے اور بھی تنہائی کا احساس ہونے لگا۔ اسے وہاں سے ثاقب کا گھر نظر آ رہا تھا۔ وہ کھڑکی کے پاس بیٹھ گیا اور سنبل کے درخت کو گھورنے لگا۔

پھر اچانک اپنی کرسی سے اچھل پڑا۔ سامنے دروازے پر ثاقب آواز لگا رہا تھا۔ پھر آواز لگائی۔

"بیٹا کیا تم سب اخلاقی باتیں بھول چکے ہو....؟" ماں نے سخت لہجے میں کہا کہ جاؤ جا کر دروازہ کھولو۔"

جاؤ بیٹا وہ تمہیں آوازیں لگا رہا ہے۔ کب سے کھڑکی کی طرف دیکھ رہا ہے۔

"اسلم نے آہستہ سے دروازہ کھولا۔ اور اندر آ کر کہنے لگا کہ وہ کھیلنے آیا ہے۔ ماں سے دو گھنٹے کھیلنے کی اجازت بھی لے کر آیا ہے۔"

اسلم نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ واپس چلے جاؤ۔

"میں تمہارے ساتھ نہیں کھیلنا چاہتا تم ایک چور ہو۔ تم نے چوری کی ہے۔

میں نے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے....؟ ثاقب نے پریشانی سے پوچھا۔

تم جانتے ہو کہ تم نے کیا کیا ہے۔

کیا مطلب....؟

"تم نے میری مونگ پھلی کی تھیلی میں سے ایک مونگ پھلی چرائی ہے۔"

کیا کہا تم نے....؟ میں نے مونگ پھلی چرائی ہے....؟

"جی ہاں تم نے۔"

"جی نہیں۔" ثاقب نے جواب دیا۔ میں نے آج تک کبھی کسی کی چیز نہیں چرائی۔ پھر کیا میں اپنے قریبی دوست کی چیز چراؤں گا....؟ بولو۔

اس پر اسلم چڑ گیا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ وہ اپنے آپ کو بڑا تنہا محسوس کر رہا تھا۔ اس کا دل کچھ کہنے کو چاہتا تھا مگر کچھ نہ بول سکا۔ کھڑکی سے باہر منظر بہت دلکش تھا۔ ستارے آسمان پر چمک رہے تھے۔ آسمان کے ستاروں میں بھی ثاقب کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ ستارے پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہے تھے۔ ہر ستارے کی اپنی چمک تھی۔

اسلم اگلے دن بھی بڑا تلخ تھا۔ ثاقب کے ساتھ وہ ہمیشہ کھیلتا تھا۔ جس سے وہ اپنی ہر بات شیئر کرتا تھا۔ اسلم کے لیے دوسرا دن بھی بڑا دشوار تھا۔ اس کو یہ احساس تھا کہ ثاقب بھی اداس اور پریشان ہو گا۔

اچانک اس کی نظر کھڑکی کی جانب گئی۔

"امی جلدی آیئے۔"

اس وقت وہ صحن کی طرف بھاگا جا رہا تھا۔

"کیا بات ہے....؟" ماں نے پوچھا۔

میں تمہارے کپڑوں کی سلائی میں مصروف ہوں میں اپنا کام بند نہیں کر سکتی۔

امی آپ کو اسی وقت آنا ہو گا۔ ورنہ دیر ہو جائے گی۔ اپنی ماں کو آستین سے پکڑتے ہوئے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ ذرا شور نہ کیجیے گا۔ اس۔ نے سامنے کمرے کی

طرف اشارہ کیا۔

"وہ دیکھیے۔"

"کھڑکی کی جالی کے سوراخ سے ایک گلہری دُم ہلاتی ہوئی مونگ پھلی کی تھیلی میں منہ ڈال کر مونگ پھلی کو باہر نکال رہی تھی۔ پھر وہ کھڑکی کی چوکھٹ پر بیٹھ کر مونگ پھلی کے دانے کو اپنے ہاتھ اور درخت کی نوک کے ساتھ کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔



اسلم کو دیکھتے ہی گلہری چوکھٹ پر سے اچھلتی ہوئی ٹیلی فون کی تار سے گزر کر سنبل کے درخت پر جا بیٹھی۔ لیکن مونگ پھلی کا دانہ ابھی بھی اس کے منہ میں ہی تھا۔

اسلم کی ماں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "اب تمہارا کیا خیال ہے....؟"

اسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر خوشی سے اس کی آنکھیں چمکنے لگی۔

"ہم نے چور پکڑ لیا۔" وہ پھر سے زور سے چلایا ہم نے چور پکڑ لیا۔

"اب مجھے پتا چل گیا کہ میری تھیلی میں سے مونگ پھلی کے دانے کس نے چرائے۔"

"بالکل ٹھیک" ماں نے کہا۔ پھر وہ اس کا ردعمل دیکھنے لگی۔

ماں میرے سوٹ کی سلائی کا کام کب ختم ہو گا۔

کیوں....؟ ماں نے تعجب سے پوچھا میں اپنا سوٹ ثاقب کو دے دوں گا اور اس سے معافی بھی مانگوں گا۔ وہ اپنی بات مکمل کرنے نہ پایا تھا کہ ماں اس کی بات سمجھ گئی۔

چند گھنٹوں بعد اسلم کے ہاتھ میں نیا سوٹ تھا اور وہ ثاقب کے گھر کے باہر کھڑا تھا۔ دروازہ کھٹکھٹانے پر ثاقب کی ماں نے دروازہ کھولا لیکن اندر آنے کا نہ بولا۔

اس سے اسلم کو پریشانی نہ ہوئی کیونکہ اس نے بھی ثاقب کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا تو شاید اس نے اپنی ماں کو بتلایا ہو گا۔

"اسلم نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔" ثاقب گھر پر ہے....؟ کیا میں اس سے مل سکتا ہوں....؟

ثاقب کی ماں نے طبیعت کی خرابی کا بہانہ کیا مگر اسلم کی آواز سن کر ثاقب کمرے سے باہر آ گیا۔

"ثاقب میں اپنی حرکت پر بہت شرمندہ ہوں اور معافی کا طلب گار ہوں۔"

یہ لو میری طرف سے ایک تحفہ یہ میں تمہارے لیے لایا ہوں۔ میں نے اپنے مونگ پھلی کے چور کو بھی پکڑ لیا ہے۔

اور وہ کون ہے....؟ ثاقب نے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

"وہ ایک گلہری ہے۔"

اس لیے کہتے ہیں کہ کوئی بھی فیصلہ یا کام جلد بازی میں نہیں کرنا چاہیے ہو سکتا ہے آپ اس سے نقصان اٹھاؤ۔

❖

رحم دل لکڑ ہارا



ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک گاؤں میں ایک لکڑہارا رہتا تھا۔ وہ روزانہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا اور انھیں بیچ کر اپنا اور اپنے خاندان کا پیٹ پالتا تھا۔ لکڑہارا بہت غریب لیکن ایمان دار، رحم دل اور اچھے اخلاق کا آدمی تھا۔ وہ ہمیشہ دوسروں کے کام آتا اور بے زبان جانوروں، پرندوں وغیرہ کا بھی خیال رکھتا تھا۔

ایک دن جنگل میں لکڑیاں اکٹھی کرنے کے بعد وہ کافی تھک گیا اور ایک سایا دار درخت کے نیچے سستانے کے لیے لیٹ گیا لیکن جیسے ہی اس کی نظر اوپر گئی اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اس نے کیا دیکھا کہ ایک سانپ درخت پر بنے ہوئے گھونسلے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس گھونسلے میں کوے کے بچے تھے جو سانپ کے ڈر سے چیں چیں کر رہے تھے۔ بچوں کے ماں باپ دونوں دانہ چگنے کہیں دور گئے ہوئے تھے۔ رحم دل لکڑہارا اپنی تھکان بھول کر فوراً اٹھ بیٹھا اور کوے کے بچوں کو سانپ سے بچانے کے لیے درخت پر چڑھنے لگا۔ سانپ نے خطرہ بھانپ لیا اور گھونسلے سے دور بھاگنے لگا۔ اسی دوران کوے بھی لوٹ آئے۔ لکڑہارے کو پیڑ پر چڑھا دیکھا تو وہ سمجھے کہ اس نے ضرور بچوں کو مار دیا ہوگا۔ وہ غصے میں کائیں کائیں چلانے لگے اور لکڑہارے کو چونچیں مار مار کر ادھ مرا کر دیا۔ بے چارہ لکڑہارا کسی طرح جان بچا کر نیچے اترا اور چین کی سانس لی۔

جب کوے اپنے گھونسلے میں گئے تو بچے وہاں دبکے ہوئے بیٹھے تھے، بچوں نے ماں باپ کو ساری بات بتادی اور تب ہی انہوں نے دیکھا کہ سانپ بھی درخت سے اتر کر بھاگ رہا ہے۔ اب کوؤں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ بہت زیادہ شرمندہ ہوئے۔ کوے لکڑہارے کا شکریہ ادا کرنا چاہتے تھے۔ کوے نے گھونسلے میں رکھا ہوا اصلی موتیوں کا قیمتی ہار جو انہیں کچھ ہی دن پہلے گاؤں کے تالاب کے کنارے ملا تھا، اٹھا کر لکڑہارے کے آگے ڈال دیا اور تھوڑی دور ہٹ کر بیٹھ کر کائیں کائیں کرنے لگے۔ جیسے کوے اپنے پیارے بچوں کی جان بچانے پر رحم دل لکڑہارے کا شکریہ ادا کر رہے ہوں۔ غریب لکڑہارا بھی قیمتی ہار پا کر بہت خوش ہوا اور اس نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

جب لکڑہارا لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھا کر اپنے گاؤں کی طرف چلا تو کوے بھی اس کے اوپر کائیں کائیں کرتے اڑ رہے تھے۔

لیکن چونچ مارنے کے لیے نہیں بلکہ اسے دور تک الوداع کرنے کے لیے۔

زینب رضا۔ کراچی

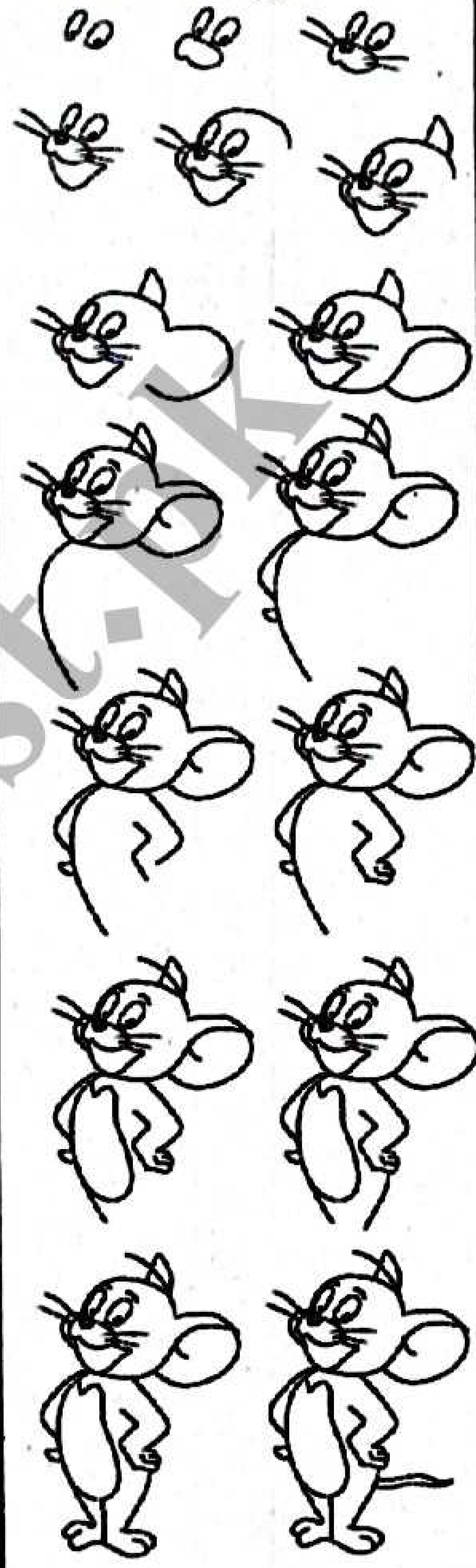
❖

ملا نصر الدین کی حاضر جوابی

ملا نصر الدین آفندی کی ذہانت کی کہانیاں، حکایتوں، اخلاقی محاوروں اور لطیفوں کے روپ میں مشرق وسطیٰ اور دیگر ممالک میں کافی دلچسپی سے پڑھی جاتی ہیں۔ کچھ لوگوں کو خواہ مخواہ دوسروں کو چھیڑنے کا مرض لاحق ہوتا ہے۔ ایک ملا نصر الدین جب چراغ خریدنے بازار نکلے تو انہیں وہاں ایک ایسا پڑوسی مل گیا جو انہیں چکمہ دینا چاہتا تھا۔ مگر کیا وہ اپنی چال میں کامیاب ہوا؟ آپ خود پڑھ کے دیکھئے....



مصوّر بنیں

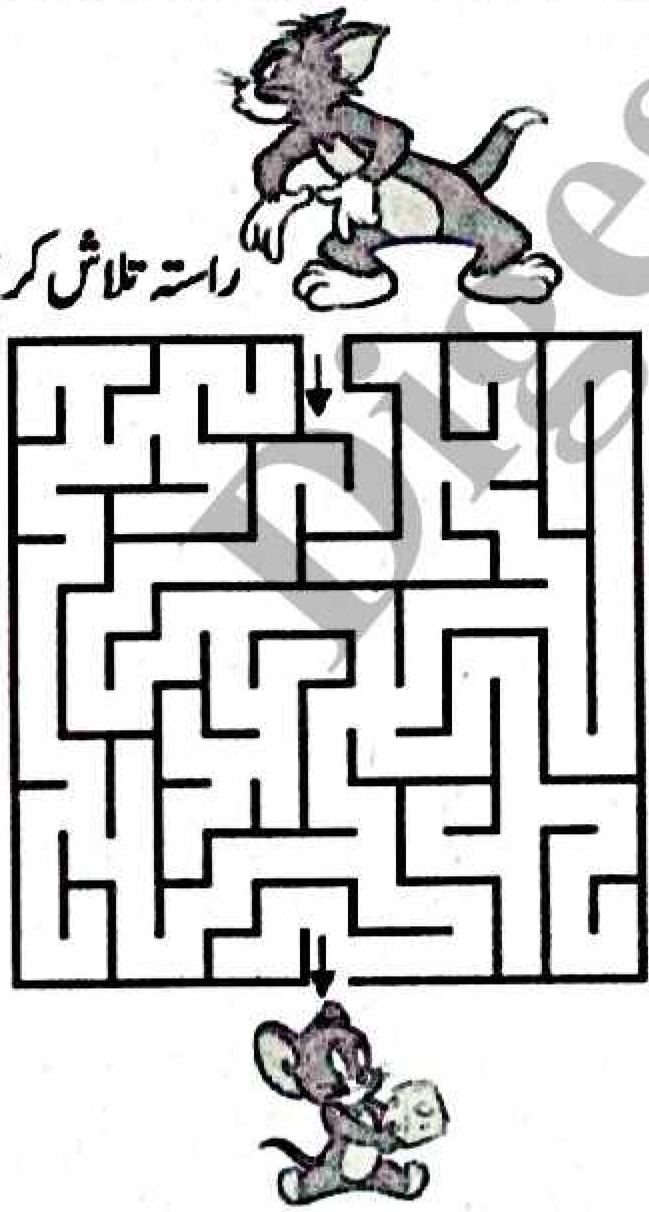




نقطے ملائیں

رنگ بھریں

راستہ تلاش کریں





☺.... ایک آدمی کی بھینس چوری ہو گئی۔
کسی نے مشورہ دیا کے اخبار میں اشتہار دے دو۔ اس نے جواب دیا۔
"یار افسوس کی بات تو یہ ہے کہ میری بھینس اخبار نہیں پڑھ سکتی۔"
(مرسلہ: راحیلہ احمد۔ کراچی)

☺.... ایک دوست دوسرے سے: یار تم اپنی جیبوں میں پتھر کیوں بھر رہے ہو....؟
دوسرا دوست: تمہیں پتا نہیں ہے کہ آج کل صرف اسی کی عزت کی جاتی ہے جس کی جیب بھاری ہو۔
(مرسلہ: فیضان علی۔ اسلام آباد)

☺.... مریض (ڈاکٹر سے): جناب مجھے بہت خطرناک بیماری لاحق ہو گئی ہے۔
ڈاکٹر: کون سی....؟
مریض: جب میں آنکھیں بند کرتا ہوں تو مجھے کچھ بھی نظر نہیں آتا۔
(مرسلہ: کامران فرید۔ حیدر آباد)

☺.... گاہک: تمہاری رس گلے کی دکان ہے۔ کیا تمہارا دل کھانے کو نہیں چاہتا....؟
دکاندار: بہت دل کرتا ہے کھانے کو مگر ابو رس گلے گن کر جاتے ہیں اس لیے صرف چوس کر رکھ دیتا ہوں۔
(مرسلہ: محمد حیدر شاہد۔ راولپنڈی)

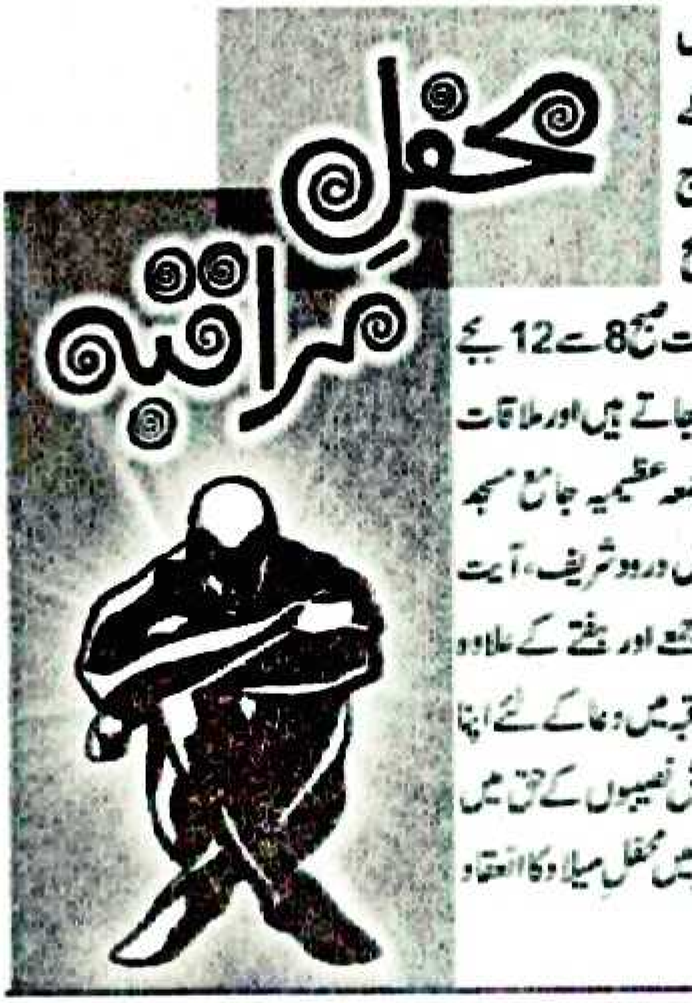
☺.... ایک بے وقوف: یار رات کو سورج کیوں نہیں نکلتا۔
دوسرا بے وقوف: نکلتا ہے۔ بھئی کس نے کہا نہیں نکلتا۔
پہلا بے وقوف: تو نظر کیوں آتا....؟
دوسرا بے وقوف: ارے بے وقوف اندھیرا جو ہوتا ہے، نظر کیسے آئے گا۔
(مرسلہ: ضیا جبار۔ کراچی)

☺.... استاد شاگرد سے: ہمارے اسکول میں انسپکٹر صاحب آنے والے ہیں وہ جو بھی پوچھیں فرفر جواب دینا۔
تھوڑی دیر کے بعد انسپکٹر صاحب تشریف لائے۔
انہوں نے آتے ہی ایک لڑکے سے سوال کیا۔
بتاؤ اکبر کہاں پیدا ہوئے....؟
شاگرد: فر فر۔
(مرسلہ: مہتاب خان۔ کوئٹہ)

☺.... اسکول کے بچوں کو کرکٹ پر مضمون لکھنے کے لیے دیا گیا۔
ایک بچے نے صرف ایک منٹ میں مضمون مکمل کر لیا۔ ساتھ بیٹھے ہوئے بچے نے حیرانگی سے اس کا مضمون دیکھا تو اس پر لکھا تھا۔
"بارش کی وجہ سے میچ نہ ہو سکا۔"
(مرسلہ: طوبیٰ دانش۔ کراچی)

☺.... گاہک (دکاندار سے): جناب کل جو مرغی آپ نے مجھے دی تھی وہ گھر جاتے ہی مر گئی۔
دکاندار: حیرت ہے۔ اس نے ایسی حرکت دکان پر تو کبھی نہیں کی۔
(مرسلہ: احسن ریاض۔ لاہور)

☺.... ڈاکٹر مریض سے: آخر تمہیں ایسی کیا بیماری ہے جس کی وجہ سے تم اس قدر پریشان ہو....؟
مریض: جناب مجھے کھانا کھانے کے بعد بھوک نہیں لگتی۔
(مرسلہ: بریرہ احمد۔ کراچی)



مرکزی مراقبہ ہال

سرجانی ٹاؤن کراچی میں جذبۂ خدمتِ خلق کے تحت جمعے کے روز خواتین و حضرات کو بلا معاوضہ روحانی علاج کی سہولت مہیا کی جاتی ہے۔ خواتین و حضرات کو جمعے کی صبح 7:45 بجے ملاقات کے لئے نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات صبح 8 سے 12 بجے دوپہر تک ہوتی ہے اور ہفتے کی دوپہر 3:45 بجے نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات 4 بجے سے شام 7 بجے تک ہوتی ہے۔ ہر ہفتے، بعد نمازِ جمعہ عظیمیہ جامع مسجد سرجانی ٹاؤن میں اجتماعی محفلِ مراقبہ منعقد ہوتی ہے جس میں درود شریف، آیت کریمہ کا ختم اور اجتماعی مراقبہ کے بعد دعا کی جاتی ہے۔ جمعے اور ہفتے کے علاوہ خواتین و حضرات ملاقات کے لئے زحمت نہ کریں۔ محفلِ مراقبہ میں دعا کے لئے اپنا نام، والدہ کا نام اور مقصدِ دعا تحریر کرکے ارسال کیجیے۔ جن خوش نصیبوں کے حق میں اللہ رحیم و کریم نے ہماری دعائیں قبول فرمائی ہیں وہ اپنے گھر میں محفلِ میلاد کا انعقاد کرائیں اور حسبِ استطاعت غریبوں میں کھانا تقسیم کریں۔

کراچی:- آئشہ احمد۔ آمنہ بیگم۔ آمنہ شاکر۔ آمنہ احمد۔ آمنہ طاہر۔ آمنہ خان۔ آئشہ حسن۔ آصف علی۔ آصف محمود۔ احسان اللہ خان۔ احسان ریاض۔ احسن ریاض۔ احمد قیس۔ اختر حسین۔ ارسلان ضمیر۔ ارسلان خان۔ ارم خالد۔ ارم علی۔ اسماء ارم۔ اسماء شفیق۔ اسمٰعیل فاروقی۔ اشتیاق شاہد۔ اشفاق احمد گوندل۔ اشفاق احمد۔ آصف صدیقی۔ اعجاز اعوان۔ اعظم علی۔ آفتاب احمد۔ آفتاب شاہد۔ افسری بیگم۔ الحسین الطاف۔ افضل خان۔ اکبر علی۔ اکرم ولاور۔ امتیاز احمد۔ امتیاز علی۔ امتیاز محسن۔ امیر الدین۔ انجم صدیقی۔ انجم شاکر۔ انعم نور۔ انور جہاں۔ انیقہ بانو۔ انیلا مشتاق۔ انیلہ حسن۔ انیلہ ریاض۔ ایمن خان۔ ایوب شیخ۔ بختاور بانو۔ بشریٰ آفتاب۔ بشریٰ احمد۔ بشریٰ فیاض۔ بلال حامد بٹ۔ بلال قریشی۔ بلقیس بی بی۔ بلقیس اشتیاق۔ بی بی خدیجہ۔ پرویز انور۔ پروین اختر۔ تابش بشیر۔ تاج الدین۔ تحسین سمیع۔ تحسین فاطمہ۔ تنزیلہ صبا۔ تنویر اختر۔ تہمینہ انور۔ تہمینہ مقصود۔ تیمور خان۔ ثاقب سہروردی۔ ثروت سلطانہ۔ ثروت شہزاد۔ ثریا ارشد۔ ثریا بی بی۔ ثمینہ منظور۔ ثمینہ شمشیر۔ ثوبیہ پرویز۔ جاوید اصغر۔ جاوید جلیل۔ جمشید اقبال۔ جمیلہ بیگم۔ جمیلہ بانو۔ جمیلہ اختر۔ جویریہ سحر۔ جیا محمود۔ حاجی مراد۔ حاذق یعقوب۔ حافظ اشفاق گوندل۔ حافظ جمال۔ حبیب احمد۔ حسن فاروق۔ حسین محمد۔ حفصہ احمد۔ حنیفاں بی بی۔ حمیرا انجبین۔ حمیرا ادریس۔ حمیرا شاہنواز۔ حنا شاکر۔ خالدہ جاوید۔ خاور اسلم۔ خضری شاہد۔ خلیق الزمان۔ دانش حسن۔ دانش علی۔ دانش عاصم۔ درخشاں انجم۔ درخشاں مقصود۔ دردانہ بنت غازی۔ دلاور غفور۔ ذکیہ رخسانہ۔ ذیشان کمال۔ ذیشان احسن۔ رئیس النساء بیگم۔ راجہ عبدالمالک۔ راجہ علی۔ راحت اخلاق۔ راحیلہ نسرین۔ راشد محمود خان۔ رافی۔ رحمت بی بی۔ رخسانہ بی بی۔ رخسانہ یاسمین۔ رخشندہ ظفر۔ رضوان احمد۔ رضوانہ ناز۔ رضوانہ ناصر۔ رضیہ اقبال۔ رفعت مقصود۔ رفعت عابد۔ رفعت ہلال۔ رقیہ فردوس۔ رمشا احمد۔ رمیز یاسر۔ روبینہ اسلم۔ روبینہ اکرم۔ روبینہ ذوالفقار۔ روبینہ یاسمین۔ روبینہ اسلم۔ روزینہ اشرف۔ رونق شاہد۔ ریاض ضمیر۔ ریحان علی۔ ریحانہ خانم۔ ریحانہ ملک۔ ریحانہ ناز۔ ریحانہ یاسمین۔ ریحانہ جاوید۔ زاہد حسین۔ زاہدہ سعید۔ زاہدہ لطیف۔ زاہدہ پروین۔ زبیدہ ناز۔ زبیدہ علی۔ زرقا خان۔ زرینہ احمد۔ زرین صدیقی۔ زلیخا تبسم۔ زنیرہ خالد۔ ذوالفقار شاہد۔ زینب عادل۔ سائرہ بی بی۔ ساجدہ اقبال۔ ساجدہ نسیم۔ ساجدہ امین۔ ساجدہ بیگم۔ ساجدہ عادل۔ سجاد شاہد۔ سحر انور۔ سرشار جہاں۔ سروش کاشف۔ سعد قریشی۔ سعدیہ افتخار۔ سعدیہ امین۔ سعدیہ ناز۔ سعید احمد۔ سعیدہ بی بی۔ سکینہ بانو۔ سلطانہ ولی۔ سلطان علی۔ سلمان خان۔ سلمان سعد۔ سلمان علی۔ سلمیٰ بیگم۔ سلیم آفاق۔ سیمان اعظم۔ سمیرا انصاری۔ سمیرا کنول۔ سنبل فاطمہ۔ سنبل ریاض۔ سنبلہ اطہر۔ سید احمد علی۔ سید آصف علی۔ سید

لمان علی۔ سید احمد حسین۔ سید توصیف حیدر۔ سید حسن جاوید۔ سید خرم عالم۔ سید راشد علی۔ سید شاہد احمد۔ سید شہاب احمد۔ سید عارف علی۔ سید عرفان جعفری۔ سید عرفان علی۔ سید عظمت علی۔ سید علی سجاد۔ سید فارعہ علی۔ سید فواد احمد۔ سید مرشد حسن۔ سید نعمان علی۔ سیدہ قمر النساء۔ سیدہ یاسمین۔ شائستہ ارم۔ شازیہ تیمور۔ شازیہ سعید۔ شازیہ عادل۔ شازیہ عامر۔ شازیہ مقبول۔ شازیہ نور۔ شان عباس۔ شاہد انور۔ شاہد بشیر۔ شاہدہ بیگم۔ شاہدہ پروین۔ شاہدہ عاشق۔ شاہدہ محمود۔ شاہدہ نسرین۔ شاہدہ۔ شبانہ کنول۔ شبانہ ناز۔ شبانہ سلیم۔ شبنم مجید۔ شرف الدین۔ شعیب خان۔ شعیب ماجد۔ شکیل خان۔ شکیلہ پروین۔ شکیلہ طاہر۔ شمس الدین۔ شمس النساء۔ شمشاد۔ شمشیر انور۔ شمیم احمد صدیقی۔ شمیم سعید۔ شوکت حسین۔ شہریار۔ شہزاد عبدالرحمٰن۔ شہزاد مختار۔ شہناز غنی۔ شیخ کامران عزیز۔ شیخ کامران عزیز۔ شیر علی خان۔ شیریں۔ صائمہ ایوب۔ صائمہ راشد۔ صائمہ زرین۔ صائمہ صدف۔ صائمہ ناظم۔ صائمہ نورین۔ صابرہ بیگم۔ صبا پرویز۔ صبا حیدر۔ صدف حسن۔ صدف زبیر۔ صلاح الدین۔ صنوبر اقبال۔ صوفیہ بانو۔ طارق سعید۔ طارق مجید۔ طارق سلیم۔ طارق محمود۔ طارق وسیم۔ طاہرہ احمد۔ طاہرہ الحسین۔ طاہرہ بیگم۔ طلعت ریاض۔ طلعت حبیب۔ طیبہ طاہر۔ ظفر اقبال۔ ظہیر الحسن شاہ۔ عائشہ عابد۔ عائشہ ناصر۔ عائشہ واجد۔ عابد عباس۔ عارف علی۔ عارفہ بیگم۔ عارفہ تبسم۔ عارفہ سلطانہ۔ عاشق علی۔ عاصم رضا۔ عاصم قریشی۔ عاطف سلمان۔ عالیہ شاہد۔ عامر احسن۔ عامر خان۔ عامر مرزا۔ عبدالرحمان۔ عبدالرزاق۔ عبدالعلیم۔ عبدالغفار۔ عبدالواجد۔ عبدالولی۔ عتیق الرحمٰن۔ عثمان طیب۔ عدیلہ ندیم۔ عرفان جعفری۔ عرفان منیر۔ عروج راشد۔ عشرت شاہد۔ عصمت معراج۔ عطیہ حامد۔ عظمٰی پروین۔ عظمٰی توصیف۔ عظمٰی عزیز۔ عظمٰی عمران۔ عظمٰی کامران۔ علی احمد۔ علی اکبر۔ علیم الدین۔ عم کلثوم۔ عمران عباس۔ عمران خان۔ عنایت بیگم۔ عنبرین صدیقی۔ عینی زاہد۔ غزالہ پروین۔ غزالہ فاروق۔ غضنفر علی۔ غلام اکبر۔ غلام دستگیر۔ غلام سول۔ غلام صفدر۔ غلام علی۔ غیور حسین۔ فائزہ نذیر۔ فائزہ یوسف۔ فائزہ احمد۔ فائزہ علی۔ فاطمہ بیگم۔ فاطمہ عادل۔ فراز حسین۔ فرح راشد۔ فرح سلطانہ۔ فرح عالم۔ فرح فاطمہ۔ فرح ناز۔ فرحان علی۔ فرحانہ فرحان۔ فرحت حسین۔ فرحت ناز۔ فرحت جبین۔ فرخ جبیں۔ فرخ جمال۔ فردوس شاہ۔ فرزانہ انعام۔ فرزانہ۔ فریحہ جمیل۔ فرید حسین۔ فریدہ بانو۔ فریدہ جمال۔ فضل معبود۔ فصیح حسین۔ فواد عالم۔ فوزیہ شبنم۔ فہمیدہ جلیل۔ فہیم بلوچ۔ فہیم نعیم۔ فیصل شیخ۔ فیصل عامر۔ فیضان علی خان۔ قاسم محمود۔ قاضی شیر محمد۔ قرۃ العین۔ قیصر سلطانہ۔ کاشف۔ کامران اعجاز۔ کرن جاوید۔ کریم جمال۔ کلثوم انور۔ کلثوم بانو۔ کنول ریاض۔ کوثر اقبال۔ لائبہ

عادل۔ لبنیٰ اشفاق۔ لبنیٰ نور۔ ماجد عزیزی۔ ماجد محمود۔ ماجدہ ناز۔ ماریہ محمود۔ ماہ نور علی۔ مجاہد حسین۔ مجیب احمد۔ محبوب عالم۔ محسن سکندر۔ محمد ابراہیم۔ محمد احسن۔ محمد احمد۔ محمد اسلم۔ محمد اسمٰعیل۔ محمد آصف۔ محمد اطہر۔ محمد آفتاب۔ محمد افضل خان۔ محمد افضل شاہد۔ محمد افضل علی۔ محمد اکرم۔ محمد امین۔ محمد انیس۔ محمد انور الدین۔ محمد اویس۔ محمد بدالغفور۔ محمد پرویز۔ محمد جنید۔ محمد حسن شاہ۔ محمد حسن عظیم۔ محمد حسین علی۔ محمد حنیف۔ محمد خالد خان۔ محمد رضوان۔ محمد رفیق۔ محمد زبیر خان۔ محمد ساجد لطیف۔ محمد سراج۔ محمد سرور شاکر۔ محمد سلطان۔ محمد سلیم خان۔ محمد سلیمان۔ محمد شاہد۔ محمد شفیق۔ محمد ظفر۔ محمد عارف۔ محمد عامر۔ محمد عثمان۔ محمد فیروز۔ محمد علی۔ محمد عمر۔ محمد عمران۔ محمد غیب خان۔ محمد ناصر۔ محمد نبیل مصطفیٰ۔ محمد ندیم خان۔ محمد کلیم۔ محمد نعیم۔ محمد نوید احمد۔ محمد ہاشمی۔ محمد یاسر۔ محمد یوسف۔ محمد یونس۔ محمد اعظم۔ محمد حنیف۔ محمد عبدالغفور۔ محمود عالم۔ محمود یاسر۔ مدثر عالم۔ مراد خان۔ مرزا زاہد بابر۔ مرزا عمیر حنیف۔ مریم نبیل۔ مسز ادریس۔ مسز کاظمی۔ مسعود احمد۔ مسعود کمال۔ مشتاق احمد۔ مصدق خان۔ مصطفیٰ مظہر۔ مصطفیٰ علی۔ مطلوب حسین۔ معزم حیدر۔ مقبول عالم۔ مقصود احمد۔ مقصود عالم۔ ملیحہ احمد۔ ملیحہ خان۔ ملیحہ سعید۔ ممتاز اظہر۔ منصور۔ منظور عالم۔ منور بابر۔ منور سلطانہ۔ منیبہ ہاشمی۔ منیزہ سلیم۔ موسیٰ خان۔ مہر النساء۔ مہرین اشہد۔ میر جبین۔ میر ظہیر الدین۔ میمونہ طاہر۔ نازش افروز۔ نازش جمال۔ ناصر عزیز۔ ناہید اکرم۔ نبی طاہر۔ نجیل خان۔ نبیلہ تبسم۔ نجمہ عرفان۔ ندا ظہور۔ ندیم راشد۔ نزہت آرا۔ نسرین اختر۔ نسرین خاور۔ نسرین جاوید۔ نسرین حیدر۔ ناصر فہد۔ نسیم احمد۔ نسیم اختر۔ نسیم صنوبر۔ نسیم مسعود۔ نصرت ارشد۔ نصرین الدین۔ نعمان خان۔ نعیم بلوچ۔ نعیمہ عظیم۔ نعیمہ وحید۔ نغمہ ریاض۔ نفیس احمد۔ نگہت سیما۔ ناہید آفریدی۔ نمرہ کنول۔ نمرہ نواز۔ نواز شاہ۔ نور الحق۔ نور جہاں۔ نوشین۔ نوید احمد۔ نوید سعید۔ نوید فیض۔ نوید فیصل۔ نہال احمد صدیقی۔ واجد حنفی۔ واصف حسین۔ وجیہ الدین۔ وجیہہ خان۔ وحید انور۔ ڈاکٹر فہمیدہ۔ ہما نفیس۔ ہمایوں خورشید۔ ہمایوں عظیم۔ یاسمین۔ یاسمین۔ یوسف۔

حیدر آباد:- اجمل۔ احمد سعید۔ احمد کبیر۔ احمد نسیم۔ احمد۔ احمد علی۔ اختر محمد۔ ارجمند۔ ارسلان۔ ارشاد۔ ارشد علی۔ ارم۔ اسد۔ اسماء۔ اسرار حسین۔ آصف قریشی۔ آصف۔ اعظم۔ افتخار احمد۔ الحسین۔ اقبال علی۔ اقبال۔ اقراء۔ اکبر بھائی۔ امبرین۔ امجد محمود۔ امیر بیگم۔ امیر۔ آمینہ۔ انجم سعید۔ انیلا۔ بدر علی۔ بشریٰ شاہد۔ بشریٰ سعید۔ بشریٰ ریاض۔ بہاؤ الدین۔ تابندہ۔ تجمل حسین۔ تصور جمیل۔ تنویر۔ توصیف۔ ثاقب۔ ثروت۔ ثریا بانو۔ ثمینہ نور۔ ثمینہ۔ ثناء فاطمہ۔ ثناء فیصل۔ ثناء گل۔ ثناء نور۔ ثناء جان محمد۔ جاوید۔ جعفر۔

جنید۔ جہانزیب۔ حارث۔ حافظ نسیم۔ حافظ۔ حبیب عالم۔ حسین بخش۔ حسین۔ حسینہ۔ حسینہ۔ حفظ عارف۔ حنظلہ۔ حمید۔ حمیرا۔ حیدر علی احمد۔ حیدر۔ خادم علی۔ خالدہ۔ خرم شہزاد۔ خرم۔ خلیل۔ خواجہ رابعہ۔ دانش۔ درخشاں۔ دلاور حسین۔ دلشاد۔ رابعہ۔ راحت فاطمہ۔ راحیلہ۔ راشدہ۔ رحمان۔ رحمت۔ رحیم۔ رخسانہ احمد۔ رسول بخش۔ رضا علی۔ رضوانہ طاہر۔ رضیہ مجید۔ رفیق شکور۔ روبینہ غوری۔ روبینہ اشرف۔ ریاست علی۔ ریاست خان۔ ریحانہ علی۔ زاہد محمود۔ زبیدہ عاشر۔ زوبیہ جبین۔ زہرہ حیدر۔ ساجدہ شفیق۔ سجاد احمد۔ سدرہ کاظمی۔ سدرہ شاہد۔ سعدیہ منصور۔ سلمان رفیع۔ سلمان فاطمہ۔ سلمیٰ احمد۔ سمیع اللہ۔ سمیع غفور۔ سونیا علی۔ سید امجد علی شاہ۔ سید کاشف۔ سید محمد منور۔ سیدہ عبرین بانو۔ سیما اکبر۔ سیما۔ شائستہ رضا۔ شاہ زیب۔ شاہد جمال۔ شاہدہ نسرین۔ شاہدہ بانو۔ شرمین کنول۔ شگفتہ عابد۔ شمائلہ فاروق۔ شمس الدین۔ شمع حیدر۔ شمیم جہاں۔ شہزاد خالد۔ شہناز خالد۔ صائمہ مجید۔ صادق وحید۔ صبا علی۔ صدف نفیس۔ صغیر حسن۔ صفیہ اختر۔ صفیہ بیگم۔ صنوبر شفیق۔ ضمیرہ بیگم۔ ضیاء خالد۔ طارق جمیل۔ طاہر محمود۔ طاہر احمد۔ طاہرہ طفیل۔ عارف جمیل۔ عاصمہ بی بی۔ عامر اسد۔ عامر سمیع۔ عامر ضیاء۔ عامر اسد۔ عبد الغفور۔ عبداللہ۔ عبدالعلیم غوری۔ عبدالغفور۔ عبدالغنی۔ عبدالکریم۔ عبدالوحید۔ عبرین۔ علی اکبر۔ علی حماد۔ علی رضوان۔ علی نواز۔ علیشا زاہد۔ عمران خان۔ غلام علی۔ غلام فاطمہ۔ فاطمہ علی۔ فرحان احمد۔ فرحان طاہر۔ فرخندہ حامد۔ فرزانہ جمشید۔ فرقان علی۔ فرقان حنیف۔ فضیلہ۔ شہباز۔ فلک محمد۔ فہیم اختر۔ کلیم اللہ۔ کنزہ محمود۔ کنول مجید۔ کنول علی۔ کوثر پروین۔ کوثر ضمیر۔ کوثر شاہد۔ کوثر شہناز۔ گل رخ۔ گلزار مجید۔ لائبہ قمر۔ ماریہ فیاض۔ لبنیٰ رضا۔ ماریہ انجم۔ ماریہ کاشف۔ ماریہ فاضل۔ محسن احمد۔ محسن علی۔ محمد محسن۔ محمد ارشد۔ محمد اسلم۔ محمد اعظم۔ محمد امان اللہ۔ محمد امجد۔ محمد انور۔ محمد جاوید۔ محمد جمیل۔ محمد جنید۔ محمد جواد۔ محمد حیات۔ محمد دانش۔ محمد زبیر۔ محمد شاہد۔ محمد شعیب۔ محمد طارق۔ محمد علی۔ محمد علیم۔ محمد عمار۔ محمد عمران۔ محمد قیس۔ محمد گل۔ محمود حسین۔ مشتاق احمد۔ مصطفیٰ حیدر۔ مطلوب الحق۔ مقصود حسن۔ منصور رضیہ۔ منصور مرزا۔ منور سلطانہ۔ منیر خالد۔ مہوش خان آفریدی۔ ناصر نعمان۔ ناہید اختر۔ نجمہ اکبر۔ نزہت حسین۔ نسرین جمال۔ نسیم احمد۔ نعیم احمد۔ نفیسہ بیگم۔ نور العین۔ نور النساء۔ نور جہاں۔ نور محمد۔ نور نظر۔ نورین اختر۔ نورین۔ نوشابہ قیوم۔ نوشین اظہر۔ نوید اقبال۔ نیاز احمد۔ واثق علی۔ واصف علی۔ وحید علی۔ ہاجرہ بی بی۔ ہارون اشرف۔ ہما نفیس۔ ہمزہ طاہر۔ یاسر عرفان۔ یاسمین کوثر۔ یاقوت شاہزیب۔ یعقوب ابراہیم۔ نورین نعمان۔ نوید طاہر۔ نوید طاہر۔ ولید خالد۔ ڈاکٹر لبنیٰ۔ ہمنہ شاہد۔

لاہور:۔ ابوبکر۔ احمد اقبال۔ احمد حسن۔ اسلم شاہد۔ ارشد۔ احمد علی۔ ارم۔ اسد۔ اسماء جاوید۔ اسماء۔ اشتیاق۔ اشرف۔ اصغر۔ آصف۔ آصفہ۔ اعجاز احمد۔ اقبال۔ اکرام اللہ۔ آمنہ بی بی۔ آمنہ۔ انجم رضا۔ انیسہ بٹ۔ باجی اقبال۔ بشریٰ۔ بلال صابر۔ پاکیزہ۔ پروین۔ تنویر۔ ثمن۔ ثمینہ۔ ثناء۔ ثوبیہ۔ جاوید۔ جاوید۔ جہانگیر۔ حنا عمر۔ حیدر علی۔ خالدہ۔ خلیل احمد۔ داؤد۔ دعا فاطمہ۔ دل نواز۔ ذیشان۔ راحیل احمد۔ رضوان۔ رفعت۔ رقیہ۔ رمل اشرف۔ روبینہ۔ زاہد حسین۔ زاہد محمود۔ زاہد۔ زاہدہ بیگم۔ زاہدہ۔ زینت۔ سائرہ بانو۔ سائرہ۔ ساجدہ بیگم۔ سبحان جاوید۔ سدرہ۔ سعدیہ۔ سلمان۔ سلمیٰ اشفاق۔ سمرا۔ سمیرا۔ سہیل احمد۔ سید واصف علی۔ شائستہ جبین۔ شاذیہ۔ شاہد رحمان۔ شاہد رسول۔ شاہد محبوب۔ شاہدہ۔ شبانہ۔ شبیر حسین۔ شکیل۔ شگفتہ۔ شمائلہ۔ صائمہ۔ صحر۔ ضمیر الحق۔ طاہرہ۔ طارق لطیف۔ طفیل۔ ظفر احمد۔ ظہور۔ عائشہ۔ عابدہ بیگم۔ عاشر۔ عاشق حسین۔ عاصم۔ عامر محمود۔ عباس۔ عثمان۔ عرفا۔ عرفان عظمی۔ عرفان۔ عرفان۔ عرفان۔ عروسہ۔ علی۔ عمر۔ عمران افضل۔ عمران۔ غزالہ۔ غلام عباس۔ غلام محمد۔ فائزہ۔ فاروق احمد۔ فاطمہ۔ فریدہ جاوید۔ فہد۔ قدوسیہ۔ قرۃ العین۔ کائنات۔ کامران۔ کامران۔ کنزول۔ مائدہ۔ مبارک علی۔ مبشرہ۔ محمد احمد۔ محمد ارشاد خان۔ محمد اسلم۔ محمد اصغر۔ محمد بابر۔ محمد راشد۔ محمد زبیر۔ محمد شہزاد۔ محمد عرفان۔ محمد علی۔ محمد عمر۔ محمد عمران۔ محمد مجاہد۔ محمد نور۔ محمد وقاص۔ مدثر بٹ۔ مدثر حسین۔ مریم۔ مظہر اقبال۔ ملک ناصر سعید۔ ملک وحید۔ منظور احمد۔ منیر احمد۔ مہرین ناصر۔ مہک۔ مہناز۔ مہوش۔ میاں مشتاق احمد۔ نجمہ۔ نسرین۔ نصرت۔ نعمان۔ نعیم احمد۔ نعیم علی۔ نعیم۔ نورین۔ نوید احمد۔ نوید حسین۔ نیلم۔ وسیم اسلم۔ وقاص۔ یحییٰ۔ یوسف۔

راولپنڈی/اسلام آباد :۔ آصف جاوید۔ آصف خان۔ آصف عباس۔ اویس محمد ملک۔ باجی نجہت پروین۔ بشیر بیگم۔ بلاول حسین۔ بنت حوا۔ بہروز حیدر۔ بینش حسن۔ بینش عمر۔ تاج۔ تنویر اقبال۔ ثریا۔ ثوبیہ تبسم۔ حافظ مہناز۔ حسن اختر۔ حمیدہ۔ حمیرا۔ خالد محمود اعوان۔ خالدہ بی بی۔ خالدہ بیگم۔ خورشید بی بی۔ خورشید بی بی۔ یوسف۔ خورشید بیگم۔ دانیال۔ محمد ذوالفقار۔ ذیشان محمد ملک۔ راحیمہ بی بی۔ رافع۔ رانا محمد اقبال۔ رحمت بی بی۔ رحیم جان۔ رضیہ بیگم۔ اجمل۔ رقیہ بی بی۔ اشرف روبینہ۔ ریحانہ بی بی۔ ریحانہ۔ زبیدہ بی بی۔ زبیدہ۔ زینب بی بی۔ سائرہ۔ سجاد الحسن۔ سکینہ۔ سحرش شہزادی۔ سرداراں بانو۔ سرداراں بی بی۔ سرور جان۔ سعدیہ۔ سکندر اعوان۔ سکندر خان۔ سکینہ بی بی۔ سلطانہ بیگم۔ سلمان حیدر۔ سنبل حیدر۔ شازیہ۔ شاذیہ کنول۔ شائستہ۔ شاہدہ بی بی۔ شہناز رشید۔ شہناز۔ شمیم۔ شبیب کمال۔ شرجیل۔ شفقت۔ شگفتہ ناز۔ شمسہ بی بی۔ شمس حسن۔ شمیم اختر۔

شمیم۔ شہناز بلوچ۔ شہد ان بی بی۔ صائمہ ملک۔ صائمہ کاشف۔ صدیقہ بیگم۔ صنوبر بیگم۔ صفیہ بیگم۔ طاہر سعید۔ طاہر محمود۔ ظہیر عباس بٹ۔ عابدہ پروین۔ عاشق حسین بٹ۔ عاصمہ طاہر۔ عامر حسین بٹ۔ عامر حسین قریشی۔ عائشہ اقبال۔ عائشہ حسن۔ عائشہ مسعود۔ عبد القادر۔ عبد الرزاق۔ عبد العزیز۔ عبد القدیر۔ عبد المعید۔ عبیدہ اللہ۔ عدنان۔ عذرا سلطانہ۔ عذرا۔ عصمت حسین۔ علی حسن۔ عمران جاوید۔ عمران۔ فاطمہ تبسم۔ فائزہ مجاہد۔ فائزہ۔ فتح بی بی۔ فرح اقبال۔ فرحت یاسمین۔ فوزیہ اشرف۔ فیروزہ بی بی۔ قدسیہ۔ قمر عباس بٹ۔ قمر فاروق۔ کنیرہ بی بی۔ کاشف جاوید۔ کاشف۔ کامران جاوید۔ گل فرین۔ ماہ رخ۔ مبارک الہٰی۔ محمد اذکار۔ محمد اشرف۔ محمد افضل۔ محمد اقبال۔ محمد ذیشان۔ محمد رفیق۔ محمد شہباز۔ محمد عابد۔ محمد عاصم۔ محمد علی بٹ۔ محمد عمر۔ محمد فراحت۔ محمد مختار۔ محمد نذیر۔ محمد یعقوب۔ محمد یوسف۔ محمودہ بیگم۔ مختار ملک۔ مسرت۔ مسعودہ۔ مسعود احمد گل۔ مصباح۔ مظفر بی بی۔ مظفر بیگم۔ ممتاز بیگم۔ منیر احمد۔ موحد۔ مومنہ احمد۔ مہوش شاہد۔ نائلہ طاہر۔ ناصر خان۔ ناہید حمید۔ نجیب۔ ندیم احمد۔ ندیم حمید۔ نسرین بی بی۔ نسرینہ۔ نسیم اختر۔ نسیم بیگم۔ نصرت بی بی۔ نصرت پروین۔ نصرت کمال۔ نعمان حسن۔ نعیم احمد۔ نعیم حمید۔ نقاش حسن۔ نگہت ملک۔ نور جہاں۔ نوشابہ خان۔ نوید حمید۔ نوشین بی بی۔

فیصل آباد:۔ آسیہ سرفراز۔ آفتاب جمال۔ اللہ بخش۔ احمد حسنین۔ احمد سلمان۔ احمد مسعود۔ ارشد فیاض۔ ارم خوشنود۔ ارم شاہین۔ اریبہ اسد۔ اسماء مسعود۔ افشاں صادق۔ اقراء اختر۔ ام حبیبہ۔ ام کلثوم۔ انجم بلال۔ انجم سرفراز۔ انجم۔ انور خان۔ انور مقصود۔ باسط عزیز۔ بشریٰ جاوید۔ بشریٰ شیخ۔ پروین اختر۔ تحریم شیخ۔ تنویر احمد۔ جابر حنیف۔ جاوید اقبال۔ جمیل اختر۔ حاجی عزیز۔ حریم شیخ۔ حمیرا یاسمین۔ خالد محمود۔ خالد محمود۔ خرم سرفراز۔ خوشنود احمد۔ ذکیہ۔ ذوالفقار علی۔ ذیشان فاروقی۔ رحیمہ خاتون۔ راج بیگم۔ راحت حسین۔ راشد گل۔ راشد منیر۔ رضوان احمد۔ رضوان۔ رفعت شاہین۔ رقیہ شاہین۔ روبینہ شاہین۔ زاہد وسیم۔ زاہدہ یاسمین۔ زرافشاں۔ زرین تاج۔ زیب النساء۔ ساجد جاوید۔ ساجد حسین۔ ساجد علی۔ ساجد منیر۔ سرفراز اللہ خان۔ سرفراز خان۔ سعد حسین۔ سعدیہ کنول۔ سعید۔ شازیہ اعظم۔ شازیہ۔ شاد میر۔ شاہد اقبال۔ شاہدہ یاسمین۔ شیراز عطاری۔ صفیہ۔ طارق محمود۔ طارق۔ عابدہ صادق۔ عاشر رفیق۔ عاطف اسماعیل۔ عامر اقبال۔ عباس فارقی۔ عبد الرزاق۔ عبد الرشید۔ عبد السلام۔ عبد المالک۔ عدنان۔ عدیل اختر۔ عذرا مقصود۔ عذرا۔ عرفات احمد۔ عرفان فاروقی۔ عظمیٰ تبریز۔ علی عمران۔ عمران۔ عنبر ارم۔ عنبرین اسلم۔ فداء۔ فرخ زوہیب۔ فیصل خوشنود۔ گلاب دین۔ گلزار بی بی۔ گلفرین ظہور۔ گلنار عظیم۔ لبنیٰ شاہین۔ محسن۔ محمد اختر۔ محمد ارشاد۔ محمد اسلم۔ محمد آصف۔ محمد افضل۔ محمد اقبال۔ محمد شفیق۔ محمد شفیق۔ محمد شکیل۔ محمد صادق۔ محمد عثمان۔ محمد عزیز۔ محمد عظیم۔ محمد مسکن۔ محمد نعمان۔ محمد نواز۔ مدثر احمد۔ مریم جان۔ مسرت جہاں۔ مصباح۔ ملک عابد۔ مہرین شیخ۔ مہرین فاطمہ۔ میاں محمد۔ نازیہ حکیم۔ نازیہ کنول۔ نصیر احمد۔ نصیر الدین۔ نعمان۔ نگہت جبیں۔ نگہت طاہرہ۔ نور خانم۔ نور البشر۔ نورین فاطمہ۔ نوشین اسلم۔ نوید اسلم۔ نوید حسین۔ نویدہ۔ وقار احمد۔ وقار احمد۔ وقار عدیل۔ یاسمین اختر۔

ایبٹ آباد:۔ اسلم پرویز۔ برکت بی بی۔ صلاح الدین۔ ایمن صلاح الدین۔ ام حبیبہ۔ بلقیس بانو۔ جاوید علی۔ حسن الروف۔ حنیفہ۔ خدیجہ فاروق۔ دردانہ۔ ذوالفقار۔ ذیشان محمد خان۔ راحت سلطانہ۔ رخسانہ۔ رقیہ بیگم۔ ریحانہ۔ زاہدہ حبیب۔ زاہدہ خاتون۔ ساجد علی۔ سرور جان۔ سعدیہ۔ سعید احمد خان۔ سعیدہ۔ سفینہ شیخ۔ سکینہ خانم۔ سلیم شہزاد۔ سیف احمد۔ شازیہ سعید۔ شازیہ۔ شایان۔ شاہد احمد۔ شبانہ سعید۔ شبانہ۔ شمائلہ۔ شہناز اختر۔ طاہرہ۔ عابد جان۔ عارف۔ عبد الرشید۔ عبد السلام۔ عبد المتین۔ عبد الحمید۔ عبد العزیز۔ عبد الہادی۔ عدنان محمد خان۔ عدنان۔ عرفان مجید۔ عرفان۔ عصمت النساء۔ عفت۔ عقیلہ خواجہ۔ غزالہ نعمان۔ غلام رسول۔ غلام مصطفیٰ۔ غلام نبی۔ فرح۔ فرزانہ نصیر۔ فوزیہ۔ فہمیدہ۔ فہیم النساء۔ قمر النساء۔ قیصر سلطانہ۔ کامران مجید۔ کمال الدین۔ گوہر جہاں۔ ماجد علی۔ ماریہ۔ محسن ہاشم۔ محفوظ الحسن۔ محمد جہانگیر۔ محمد خواجہ شہاب الدین۔ محمد سجاد۔ محمد سراج الدین۔ محمد صدیق۔ محمد عثمان غنی۔ محمد عمر فاروق۔ محمد وسیم۔ محمد فاضل خواجہ۔ محمد کامل۔

ملتان:۔ آپا منظور النساء۔ ارسلان۔ ارشد۔ ارم۔ اسد۔ اسلم۔ آصف۔ افروز۔ اقبال۔ امام الدین۔ امان اللہ۔ آمنہ۔ امیر محمد۔ امیر۔ انیلا۔ بشیر۔ ثمینہ۔ جان محمد۔ جعفر۔ حاجی غلام رسول۔ حافظ قربان۔ حسن بخش۔ حسن علی۔ حسین علی۔ حلیم۔ حماد۔ خدیجہ۔ دانش نیاز۔ دلنواز۔ دین محمد۔ ذوالفقار۔ رابعہ رضوانہ۔ راحیلہ۔ رخسانہ۔ رقیہ۔ رمضان۔ روشن۔ ریحانہ۔ ریشم۔ ساجدہ۔ سبحان بیگم۔ سجاد حسین۔ سجاد علی۔ سعید۔ سکندر۔ سلیم خان۔ سلیم۔ سلیمان۔ سمیر۔ سمیع اللہ۔ سمیع۔ سوحیل۔ سونیا۔ شائستہ۔ شازیہ۔ شاہد علی۔ شاہنواز۔ شبیر۔ شمائلہ۔ شمشاد۔ شہناز۔ صبور۔ صدوری۔ الطاف۔ عائشہ۔ عابد جتوئی۔ عابدہ۔ عامر۔ عبد الغنی۔ عبد القدیر۔ عبد المالک۔ عثمان۔ عطاء اللہ۔ علی گوہر۔ عماد۔ غزل۔ غوث بخش۔ فاضل۔ فاطمہ۔ فرزانہ ارشد۔ قرۃ العین۔ کائنات۔ گل شیر۔ ماریہ۔ مبارک علی۔ مجتبیٰ شاہ۔ محسن عباسی۔ ملک طاہر۔ منظور احمد۔ منظور۔ منور۔ مہران۔ میر زادی۔ نازیہ۔ ناہید۔ نعیم۔ نواب خاتون۔ نور محمد۔ نوید۔ نیاز محمد خان۔ نیک محمد۔ وحید۔ وزیران۔ وقار۔ ہدایت خاتون۔ ہیر۔ یاسمین۔

استقبال رمضان

عجمان

مراقبہ ہال عجمان متحدہ عرب امارات کے زیر اہتمام استقبالِ رمضان کی مرکزی تقریب بعنوان "رمضان بالعمل" 26جون بروز جمعرات بعد نماز مغرب شارجہ میں منعقد ہوئی۔ تقریب کے مہمان خصوصی ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی تھے جو کہ اس تقریب میں شرکت کے لیے خصوصی طور پر کراچی سے تشریف لائے تھے۔

پروگرام کے پہلے حصے میں عمران خان اور محمد سلمان نے ماہِ رمضان کی روحانی غرض وغایت کو ایک مکالمہ کی شکل میں پیش کیا جس میں باہمی سوال و جواب کے ذریعے شرکاء کو رمضان کے مختلف پہلوؤں پر سلسلۂ عظیمیہ کی تعلیمات کی روشنی میں معلومات فراہم کی گئیں۔

پروگرام کے دوسرے سیشن میں عمران خان نے استقبالِ رمضان کے حوالے سے تیار کی گئی ایک خصوصی پریزینٹیشن پیش کی جس کے ذریعہ رمضان کے مقصد، آداب اور اس کے نتائج پر توجہ مبذول کروائی گئی۔ مہمانِ خصوصی جناب ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی اور شرکاء پروگرام نے پریزینٹیشن کو بہت سراہا۔

بعد ازاں ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی نے شرکاء محفل سے خطاب فرمایا۔ آپ نے قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں روزے کی فرضیت اس کے پراسس اور روزے کی جزا کے متعلق مختلف زاویوں سے روشنی ڈالی۔ آپ نے عوام الناس کی تربیت اور تزکیہ نفس کے





ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی و دیگر استقبالِ رمضان کے شرکاء سے مخاطب ہیں۔



عجمان: استقبالِ رمضان کی تقریب کے شرکاء محوِ ساعت ہیں۔

لیے صوفیائے کرام کی کوشش و جدوجہد کو شرکاء کے سامنے پیش کیا اور سلسلہ عظیمیہ کی تعلیمات اور دعوت سے شرکاء کو آگاہ کیا۔

قبل ازیں وسیم تقی نے تلاوت کلام پاک اور محترمہ تہمینہ جمیل نے نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی۔ پروگرام کے انتظام کے فرائض محترمہ یسریٰ فواد عظیمی اور قرۃ العین عظیمی نے انجام دیے۔

ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی نے نگراں مراقبہ ہال عجمان محمد شاہد اور انتظامی ٹیم کے اراکین کو پروگرام کے حسن انتظامات پر مبارک باد پیش کی۔

تربیتی پروگرام: "معالج"

"خدمت خلق" سلسلہ عظیمیہ کا شعار اور سلسلہ کی تعلیمات کا بنیادی جزو ہے اور خدمت خلق کے ضمن میں علاج معالجہ نے عوام الناس میں سلسلہ کے تعارف و ترویج میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس بات کی ضرورت ہمیشہ محسوس کی گئی ہے کہ اراکین سلسلہ کو خدمت خلق کے اس بہترین ذریعہ کی ابتدائی تربیت کے لیے موقع فراہم کیا جانا چاہیے۔

اس ضرورت کے پیش نظر معالج کے نام سے ایک دو روزہ تربیتی نشست کا اہتمام کیا گیا۔ اس میں جناب ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی نے روحانی علاج، رنگ و روشنی سے علاج، ریکی اور ریفلیکسولوجی طریقہ علاج پر تعارفی لیکچرز دیے۔

ابوظہبی میں استقبالِ رمضان:

اراکین سلسلۂ عظیمیہ ابوظہبی کی جانب سے استقبال رمضان کے سلسلے میں ایک تقریب کا انعقاد یکم رمضان المبارک بروز اتوار کو ابوظہبی میں کنونشن سینٹر میں کیا گیا۔ تقریب میں ابوظہبی، دبئی، شارجہ اور عجمان سے تعلق رکھنے والے اراکین سلسلہ نے شرکت کی۔ تقریب کے آغاز میں جناب ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی نے شرکاء سے مختصر خطاب میں روزے کی افادیت اور تزکیہ نفس کے سلسلے میں روزے کے فیوض و برکات پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں نگراں مراقبہ ہال

ابو ظہبی عرفان عدیل نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

سانگھڑ

رمضان المبارک کے شب و روز سے بہتر طور پر استفادہ کرنے کے لیے سلسلہ عظیمیہ کے زیر اہتمام مراقبہ ہال سانگھڑ میں استقبالِ رمضان کے عنوان سے علمی نشست کا اہتمام کیا گیا۔ محفل کے آغاز میں تلاوت کلام پاک اور نعت رسول مقبولؐ پیش کی گئی۔ جس کی سعادت نصرت علی، غلام حسین اور اظہر حسین نے حاصل کی۔ دورانِ تقریب شیراز، ارشد علی، اظہر حسین اور کاشف نے مقالات پیش کیے۔ آخر میں نگران مراقبہ ہال سانگھڑ شوکت علی نے رمضان المبارک کی رحمت، روزوں کے روحانی فوائد پر لیکچر دیا۔ تقریب کے اختتام پر اجتماعی دعا کروائی گئی۔

قاسم آباد، حیدرآباد

23 جون 2014ء بروز پیر کو مراقبہ ہال قاسم آباد حیدرآباد برائے خواتین کے زیر اہتمام استقبالِ رمضان کی تقریب کے آغاز پر عابدہ قاضی نے تلاوت جبکہ ہدیۂ نعت رخسانہ پروین نے پیش کی۔ جویریہ ثناء، شازیہ، نوری بی بی نے مقالے پیش کیے آخر میں مہمان خصوصی پروفیسر ناہید اور آپا عابدہ قاضی نے حاضرین محفل سے خطاب کیا اور ذکر و مراقبہ کے بعد دعا کرائی گئی۔ (رپورٹ: زبیدہ)

چنیوٹ

مراقبہ ہال چنیوٹ کی جانب سے "استقبالِ رمضان" کے دو خصوصی تقریبات کا اہتمام کیا گیا،

مورخہ 8 جون کو پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآن مجید سے ملک مختار احمد نے کیا۔ اکبر علی نے ہدیۂ نعت و درود پیش کیا۔ پروفیسر محمد سلیم اور ڈاکٹر محمد مظاہر نے رمضان المبارک کے موضوع پر مقالات پیش کیے۔ نگراں مراقبہ ہال چنیوٹ پروفیسر محمد طاہر نے روزہ کے جسمانی اور روحانی فوائد کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ پروگرام کے اختتام پر اجتماعی مراقبہ اور دعا کی گئی۔

دوسری تقریب کے آغاز پر تلاوت ملک محمد شہزاد نے جبکہ ہدیۂ نعت حاجی صفدر علی، ملک مختار احمد نے پیش کی۔ نگراں مراقبہ ہال پروفیسر محمد طاہر نے روزے کی اہمیت کے موضوع پر خطاب کیا۔ دیگر مقررین میں عرفان حیدر، صفدر علی اور مختار احمد رانا نے مقالات پیش کیے۔ تقریب کے اختتام پر مراقبہ، ذکر اور ہدیۂ درود و سلام پیش کیا گیا۔ (رپورٹ: محمد مظاہر)

اٹک

22 جون بروز اتوار مراقبہ ہال اٹک کی جانب سے "استقبالِ رمضان" کا خصوصی پروگرام منعقد کیا گیا۔
تقریب کے پہلے حصے میں روزوں کے اہمیت اور کردار کے موضوع پر مقالات پیش کیے گئے۔
پروگرام کا دوسرا حصہ ورکشاپ پر مشتمل تھا قبل ازیں پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک اور نعت رسول کریم ﷺ سے ہوا۔
نگراں مراقبہ ہال ڈاکٹر احمد ممتاز نے رمضان المبارک اور روزے کی اہمیت و افادیت پر اظہارِ خیال کیا۔ تقریب کے اختتام پر مراقبہ، ذکر اور ہدیۂ درود و سلام پیش کیا گیا۔



دودو بھائی ہیں مگر....!

☆☆☆

سوال: میں دو بھائیوں کی اکلوتی بہن ہوں۔ والدین کا انتقال ہو چکا ہے۔ بڑے بھائی شادی کے کچھ عرصے بعد علیحدہ رہنے لگے۔ اب تو انہوں نے ہم سے اپنا تعلق تقریباً ختم ہی کر لیا ہے۔ کبھی کبھی ان کا فون آجاتا ہے۔

میں نے B.A کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مختلف کورسز بھی کر رکھے ہیں۔ میرے رشتے تو کئی آئے مگر وہ لوگ پلٹ کر نہیں آئے۔ میں صبر شکر کے ساتھ زندگی گزار رہی تھی۔ کچھ عرصہ بعد میرا چھوٹا بھائی اپنی پسند کی دلہن کورٹ میرج کر کے گھر لے آیا۔

چھوٹے بھائی کی دلہن اپنے والدین کی رضامندی کے بغیر شادی کرنے پر ایسا برتاؤ کر رہی تھی جیسے کہ اس نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ بھائی تو اس کے آگے پیچھے اور فرمائشیں پوری کرتے نہیں تھکتے۔ شادی کے بعد میرے اپنے سگے چھوٹے بھائی کا رویہ بھی میرے ساتھ بالکل غیروں جیسا ہو گیا۔

میں نے بھائی سے ملازمت کرنے کی اجازت مانگی تو اس نے منع کر دیا اور کہا کہ ہم تمہارا پورا کر رہے ہیں تو نوکری کی کیا ضرورت ہے۔ بھابھی نے بھی چٹکلا چھوڑا کہ اگر نوکری کا اتنا ہی شوق ہے تو گھر کی صفائی، ستھرائی، جھاڑ پونچھ، کپڑے دھولیا کرو اس کے بدلے میں ہم تمہیں کچھ رقم دے دیا کریں گے.... یہ سن کر بھی میرا چھوٹا بھائی خاموش رہا۔

کبھی کبھی تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں اس کی سگی اور اکلوتی بہن ہوں ہی نہیں بلکہ ان کی نوکرانی ہوں۔ چھوٹی بھابھی بہانے بہانے سے میری شکایت کرتی رہتی ہے جس کی وجہ سے مجھے اپنے چھوٹے بھائی کی طرف سے ذلت آمیز ڈانٹ پھٹکار بھی سننی پڑتی ہے۔

آج میری والدہ زندہ ہوتیں تو مجھے یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔ میں اپنا دکھ کسی سے شئیر نہیں کر سکتی۔ کسی سے کوئی گلا شکوہ نہیں کر سکتی بس سارا دن گھر کے اور چھوٹی بھابھی کے کام کرتی ہوں۔

میری والدہ اپنی زندگی میں میری شادی کے لیے بہت فکر مند رہا کرتی تھیں۔ وہ کہتی تھیں کہ میری آنکھوں کے سامنے میری بیٹی کی شادی ہوجائے تو میں سکون سے مر سکوں گی۔ میں ان کی یہ بات سن کر بہت ناراض ہوتی تھی اور کہتی تھی کہ امی آپ ایسی بات کیوں کرتی ہیں۔ اگر میری شادی میں دیر سویر ہوئی تو کیا مسئلہ ہوگا....؟

اللہ رکھے میرے دو دو بھائی تو ہیں نا۔ میری مرحومہ والدہ اس بات پر ایک ٹھنڈی آہ بھر کر رہ جاتی تھیں۔

آج میری امی اس دنیا میں نہیں۔ ان کی بیٹی اپنے چھوٹے بھائی کے در پر پڑی ہوئی ہے۔

میرے رشتے کے لیے پہلے تو دونوں بھائی کوشش کرتے تھے لیکن جب سے انہوں نے اپنی اپنی شادی کی ہے وہ کوششیں بھی نظر نہیں آتیں۔

میں سوچتی ہوں کہ جب تک میری شادی نہیں ہوجاتی اس وقت تک "عزت" سے رہنے کے لیے مجھے اپنے بھائی اور اس کی بیگم کے ہاتھوں یہ ذلت تو سہنی ہی پڑے گی۔

محترم وقار عظیمی صاحب....! آپ کوئی وظیفہ بتائیں کہ میرے دونوں بھائیوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوجائے اور وہ کسی اچھی جگہ میری شادی کے لیے کوششیں کریں۔

جواب: آپ کا خط پڑھ کر بہت دکھ ہوا۔

میرے دل سے دعا نکلی کہ آپ پر اللہ کا کرم ہو۔ آپ کو اچھا جیون ساتھی ملے۔ آپ کی آئندہ زندگی بہت عزت و احترام کے ساتھ اور خوشیوں کے ساتھ گزرے۔ آمین

آپ عشاء کی نماز کے بعد اکتالیس مرتبہ سورہ بقرہ کی آیت 163 اور 201-202 گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اچھی جگہ خیر و عافیت کے ساتھ شادی کی اور خوش و خرم ازدواجی زندگی کی دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے اسم الٰہی یاسَمِیعُ یا خَبِیرُ کا ورد کرتی رہیں۔

آسیب یا نظر بد....!!

☆☆☆

سوال: میرے شوہر نے دس سال پہلے معمولی سرمائے سے کاروبار شروع کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس کام میں خوب ترقی ہوئی۔ موجودہ جگہ کم پڑنے لگی تو میرے شوہر نے ایک بڑی جگہ خرید کر وہاں کارخانہ بنایا۔ آٹھ ماہ پہلے سارا کام نئے کارخانے میں شفٹ کر دیا گیا لیکن جب سے اس جگہ شفٹ ہوئے ہیں کاروبار بہت تیزی سے نیچے کی طرف آنے لگا ہے۔

کئی بڑے آرڈر کینسل ہوگئے ہیں۔ مشینیں بھی چلتے چلتے کسی نہ کسی وجہ سے خراب ہوجاتی ہیں۔ اب تو بغیر کسی وجہ سے کاریگروں نے چھٹیاں کرنا بھی شروع کر دی ہے۔

میرے شوہر نے دو تین حضرات کو یہ جگہ دکھائی سب کا یہ کہنا ہے کہ اس جگہ پر آسیب ہے۔

ہم نے اپنا سب کچھ اس جگہ کی خرید اور یہاں سیٹ اپ بنانے میں لگا دیا ہے۔ ایک صاحب نے مشورہ دیا ہے کہ چونکہ یہ جگہ بھاری ہے اس لیے کارخانہ یہاں سے کہیں اور شفٹ کر لیا جائے۔

اس مشورے پر میرے شوہر بہت پریشان ہیں کیونکہ کارخانہ یہاں سے کہیں اور شفٹ کرنا تو آسان ہے اور فی الحال نہ ہی ہمارے پاس اتنی رقم ہے کہ ہم یہ کام کر سکیں۔

جواب: یہ بات تو صحیح ہے کہ بعض جگہیں

عظیمی ریکی سینٹر...............تاثرات

(سعدیہ۔ کراچی)

ابو کے انتقال کے بعد امی نے ہمیں کسی چیز کی کمی کا احساس نہ ہونے دیا۔ پھر ایک روز امی بھی خالق حقیقی جا ملیں۔ امی کی اچانک موت کے صدمے نے مجھے نڈھال کر دیا۔ ہر وقت اداس، مایوس اور گم سم رہنے لگی تھی۔ بھوک بہت کم ہو گئی تھی اور بے خوابی کا مرض بھی لاحق ہو گیا تھا۔ ہر وقت کھوئی کھوئی رہتی ہوں۔

ڈپریشن کی وجہ سے ذہنی یکسوئی نہ ہونے کی وجہ سے تعلیم بھی متاثر ہو رہی تھی۔ ہر وقت ڈپریشن اور سر درد بھی رہنے لگا ہے۔ چند ماہ قبل میں نے عظیمی ریکی سینٹر سے رابطہ کیا۔ ریکی کے چند سیشن لینے سے ہی میں نے اپنے اندر سکون اور یکسوئی محسوس کی۔ بے خوابی میں کمی آئی ہے۔ سر درد سے نجات ملی اور حافظہ بھی بہتر ہوا ہے۔

کاروبار یا رہائش کے لیے بھاری ہوتی ہیں۔ ایسی جگہوں پر کوئی نیا کاروبار جم نہیں پاتا یا یہاں کوئی کاروبار شفٹ کیا جائے تو اس میں رکاوٹوں کا سامنا ہو سکتا ہے لیکن کاروبار میں رکاوٹوں یا زندگی کے کئی دوسرے مسائل کے اسباب کچھ اور بھی ہو سکتے ہیں۔

آپ کے شوہر کو اللہ تعالیٰ نے برکتیں عطا فرمائیں۔ اس پر انہیں اور آپ کو شکر گزار بننا چاہیے تھا۔ عاجزی اور انکساری اختیار کرنی چاہیے تھی۔ پیسے کی فراوانی ہو جانے کے بعد لوگوں کے ساتھ خصوصاً اپنے سے کم مالی حیثیت والے رشتہ داروں کے ساتھ عزت واحترام کے ساتھ اور نرم لہجے میں بات کرنی چاہیے تھی۔

آپ کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے اور یہ جائزہ لینا چاہیے کہ پیسہ آجانے کے بعد اپنے رشتہ داروں اور پرانے تعلق داروں کے ساتھ آپ لوگوں کے رویے کیسے رہے۔ غربت سے امارت کی طرف آنے کے بعد آپ کی باتوں سے، حقارت آمیز سلوک سے کسی کی دل آزاری تو نہیں ہوئی۔

ایسی خطائیں سامنے آنے پر پہلے اپنے دل میں ان غلطیوں کو تسلیم کیا جائے۔ پھر اپنے ان رشتہ داروں سے کھلے دل کے ساتھ معافی مانگیں۔ اپنے غریب رشتے داروں کی بہت عزت واحترام کے ساتھ مالی مدد کی نیت بھی کریں۔

اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کیا جائے۔

عشاء کی نماز کے بعد 101 مرتبہ سورہ انفال (8) آیت 2 تا 4 گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کیجیے۔

صبح اور شام سات مرتبہ سورہ فلق، سات مرتبہ سورہ الناس اور تین مرتبہ آیت الکرسی پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلیں۔

وضو بے وضو کثرت سے یَا ھَادِیُ یَا رَشِیۡدُ یَاحَفِیۡظُ یَاسَلَامُ کا ورد کرتے رہیں۔

گھر برباد نہ ہوجائے.....!!

☆☆☆

سوال: میری شادی سترہ سال پہلے ہوئی تھی۔ میرے شوہر ایک پرائیویٹ فرم میں کام کرتے تھے۔ ان کی آمدنی

زیادہ نہیں تھی اس وقت وہ اپنی ماں کو ہر ماہ پانچ سو روپے دیا کرتے تھے۔ دوسرے دو بیٹے ان کی زیادہ خدمت کیا کرتے تھے۔ میری ساس اپنے دونوں بیٹوں سے خوش اور میرے شوہر سے ناراض رہتی تھیں۔ یہ مکان چھوٹا پڑنے لگا تو ساس نے ہمیں کہا کہ تم لوگ اپنا بندوبست کہیں اور کرلو چنانچہ میرے میاں مجھے اور بیٹی کو لے کر کرایہ کے مکان میں آگئے۔

شوہر کی تنخواہ میں سے مکان کا کرایہ دینے کی وجہ سے ہمارے وسائل مزید محدود ہوگئے چنانچہ شوہر نے ایک ادارے میں پارٹ ٹائم جاب کی۔ اس ادارہ میں میرے شوہر کو کاروبار کے کئی راستے نظر آئے تو میرے شوہر نے اس ادارے میں کا کنٹریکٹر بننے کا فیصلہ کرلیا۔

جب معاملات بہتر ہونے لگے تو شوہر اپنی پرانی نوکری چھوڑ کر کاروبار سنبھالنے میں جت گئے۔ خدا کا شکر کہ شوہر کا کام جم گیا۔ انہوں نے بہت دیانتداری اور محنت سے کام کیا۔ میں گھر کا خرچ نہایت کفایت شعاری کے ساتھ چلاتی رہی۔

شوہر نے چند سالوں بعد ایک کے بعد ایک تین پلاٹ خرید لیے۔ جب جائیداد کی قیمتیں بہت زیادہ بڑھ گئیں تو ان تینوں پلاٹوں کو فروخت کرکے اور مزید کچھ رقم لگا کر دو سو گز پر ایک اچھے علاقے میں ذاتی مکان بنالیا۔

پچھلے ایک سال سے ہم اپنے اس ذاتی مکان میں رہ رہے ہیں۔ میری دو بیٹیاں ہیں۔ یہاں شفٹ ہونے سے پہلے حمل کی کچھ پیچیدگیوں کے باعث مجھے آپریشن کروانا پڑا تھا جس کی وجہ سے مجھے اب مزید اولاد نہیں ہوسکتی۔

اصل کہانی اب شروع ہورہی ہے۔

جب سے ہم اپنے ذاتی مکان میں شفٹ ہوئے ہیں میری ساس کو اپنے بیٹے کی یاد بہت ستانے لگی۔ وہ انہیں ہفتہ میں دو تین دن اپنے پاس بلاتی ہیں۔ اب انہیں یہ بھی خیال آرہا ہے کہ ان کے بیٹے کو مجھ سے نرینہ اولاد نہیں مل سکتی اس لیے انہوں نے میرے شوہر کو سمجھانا شروع کردیا ہے کہ بیٹے کی خاطر دوسری شادی کرلو۔ وہ یہ بھی کہتی ہیں کہ اپنا مکان بیچ کر میرے پاس آکر رہو یا مجھے اپنے ساتھ رکھو۔

میرے شوہر یہ تمام باتیں مجھے بتاتے رہتے ہیں اور مجھے بے فکر رہنے کی تلقین کرتے ہیں مگر بے فکر رہنا میرے لیے کیسے ممکن ہے۔

مجھے اپنے شوہر پر مکمل یقین ہے لیکن ڈرتی ہوں کہ برسوں پہلے انہوں نے ہمیں اپنے گھر سے بے دخل کردیا تھا اب اولاد نرینہ کا بہانہ بنا کر وہ مجھے اپنے شوہر کی زندگی سے بے دخل نہ کروادیں۔

جواب: آپ رات سونے سے پہلے 101 مرتبہ سورۂ ہود (11) کی آیت 56 گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز یا نوے روز تک جاری رکھیں۔

چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے اللہ تعالیٰ کے اسماء **یَاحفیظُ یاکریمُ** کا ورد کرتی رہا کریں۔

مندرجہ ذیل خطوط کے جوابات حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب نے تحریر فرمائے ہیں۔

نظر کمزور ہوگئی

☆☆☆

سوال: میں میٹرک کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ تین چار ماہ سے سر میں مسلسل درد کی شکایت تھی۔ پین کلر کھانے سے کبھی تو درد کم ہوجاتا ہے اور کبھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ والد صاحب نے آئی اسپیشلسٹ کو دکھایا تو میری دور کی نظر

کمزور آئی ہے۔ڈاکٹر نے ڈراپ اور ٹیبلیٹ لکھ کر دی ہے۔

میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے نظر کی کمزوری کا کوئی عمل بتائیں جو میں ڈاکٹری علاج کے ساتھ ساتھ جاری رکھوں۔

جواب: ہر نماز کے فرض کے بعد دونوں ہاتھ ملا لیں اور آٹھ انگلیوں کے پوروں پر تین مرتبہ یَا بَصِیْرُ پڑھ کر دم کردیں اور تین مرتبہ انگلیاں دونوں آنکھوں پر پھیر لیں۔

سونف، بادام اور کوزہ مصری کا سفوف بنا لیں۔ اس سفوف پر عشاء کی نماز کے بعد گیارہ دن میں گیارہ ہزار مرتبہ "اَلْحَقُّ النُّوْرُ" پڑھ کر دم کریں اور گیارہویں دن سے ہی صبح، شام دو دو چمچی کھائیں۔

آپ نے نوٹ کیا ہوگا کہ جب آپ پڑھتی ہیں تو گردن کافی جھک جاتی ہے۔بصارت کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی بیماری نہ ہو تو نظر جب دور تک دیکھنے کی عادی ہو جاتی ہے تو دور کی نظر تیز ہو جاتی ہے اور جب کم فاصلے سے گردن جھکا کر پڑھا جاتا ہے تو دور کی نظر کمزور ہو جاتی ہے۔

علاج اور پرہیز دونوں لکھ دیئے گئے ہیں۔ آپ عمل کریں۔ انشاء اللہ نظر ٹھیک ہو جائے گی۔ڈاکٹر کے مشورے پر بھی عمل کریں۔

صدمہ

☆☆☆

سوال: ہم چار بہنیں ہیں۔بھائی کوئی نہیں۔ایک سال پہلے والد صاحب کا انتقال ہو گیا تھا۔سب سے چھوٹی بہن جس کی عمر اکیس سال ہے والد صاحب سے بہت زیادہ اٹیچ تھی۔ اس نے والد صاحب کی موت کا بہت گہرا اثر لیا۔وہ سکتے میں چلی گئی۔

سوئم والے دن وہ تھوڑی سی روئی تھی۔وہ یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہے کہ اس کے والد مر چکے ہیں۔ہر وقت روتی رہتی ہے۔اپنا کچھ ہوش نہیں ہے۔ زبردستی پکڑ کر نہلایا اور پہنایا جاتا ہے۔بے انتہا کمزور ہو گئی ہے۔ اپنے آپ سے باتیں کرتی ہے اور کہتی ہے کہ ابھی ابو آئے تھے۔

ہم چھوٹی بہن کے لیے بہت پریشان ہیں۔ آپ مہربانی فرما کر کوئی وظیفہ بتائیں کہ چھوٹی بہن اس حقیقت کو تسلیم کرے اور نارمل زندگی گزارنے لگے۔

جواب: اس کا علاج نیند ہے۔ کسی ماہر معالج کے مشورے سے چودہ، پندرہ گھنٹے سوئیں۔بیداری کے اوقات میں اُسے مصروف رکھیں۔

جب گہری نیند میں ہو بڑے آرٹ پیپر پر سیاہ چمکدار روشنائی کے ساتھ خوش نویسی سے جلی حروف میں لکھوا کر اس کے سامنے رکھ دیں۔

تمہارے والد دوسری دنیا میں ہیں اور الحمدللہ خیریت کے ساتھ خوش ہیں۔

یہ عمل اکیس دن کرنا ہے۔غذا میں نمک نہ ہونے کے برابر دیں اور زیادہ شہد اور عمدہ قسم کی کھجور کھلائیں۔ مطلب یہ نہیں کہ کھانا پینا بند کردیں۔ مختلف کھانے کھلائیں لیکن نمک استعمال نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات سے یقین ہے کہ اکیس دن میں بچی نارمل ہو جائے گی۔

زندگی سے بیزار

☆☆☆

سوال: عرصہ پانچ سال سے میرا بیٹا نفسیاتی مریض بن گیا ہے۔اس کی عمر اس وقت چھبیس سال ہے۔ہر وقت غصہ کرتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کا پر لڑنا شروع کر دیتا ہے۔اپنے چھوٹے بہن بھائیوں پر ہاتھ بھی اٹھا دیتا ہے۔ مجھ پر ایسے حکم چلاتا ہے جیسے مجھ سے بہت بڑی عمر کا ہو۔میری کوئی بات نہیں سنتا۔جس بات سے منع کرو وہ ضرور کرتا ہے۔میں ساٹھ سالہ بیوہ اس کی خوشامد کرتی رہتی ہوں۔ کبھی ناراض ہو کر گھر سے چلا جاتا ہے اور رات گئے تک واپس آتا ہے۔ہر

وقت مایوسی کی باتیں کرتا ہے۔ بعض مرتبہ تو کہتا ہے کہ میں خود کشی کرلوں گا۔

جواب: تسبیح کے دانوں پر یَا شَافِیُ یَا کَافِیُ گیارہ سو مرتبہ اس طرح پڑھیں کہ ہر دفعہ 111 کا اضافہ کرتے چلے جائیں۔ مثلاً تیسری مرتبہ 444 مرتبہ پڑھیں اور اسی طرح 11 تسبیح ایک سو گیارہ گیارہ دفعہ پڑھیں۔ اتنے ہی باجرے کے دانے شمار کرکے روزانہ ان پر تین پھونکیں ماریں اور یہ عمل 11 دن تک جاری رکھیں۔ جتنی تعداد باجرے کی بنتی ہو اتنی مقدار میں چڑیوں اور پرندوں کو کھانا کھلادیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک سیر باجرہ خرید کر اس کا شمار کرلیں۔ جتنی مقدار بنتی ہو وہ پرندوں کو کھلادیں۔

کوشش کریں کہ بیٹے کو نمک مرچ کھانے کو نہ دیں اور بڑا گوشت، شیور کی مرغی اور شیور کے انڈے بھی نہ دیں۔ میٹھی چیزوں کا کوئی پرہیز نہیں ہے۔

اگر حالات کا تقاضہ ہو تو پرندوں کو دانہ ڈالنا قسطوں میں بھی کیا جاسکتا ہے۔

حسب استطاعت صدقہ کردیں۔

کاروبار کرنے کی ضد

☆☆☆

سوال: میری شادی کو پانچ سال ہوگئے ہیں۔ میرے دو بچے ہیں۔ ایک بیٹی اور ایک بیٹا۔ میرے شوہر شادی سے پہلے ملازمت کرتے تھے۔ شادی کے ایک سال بعد انہوں نے ملازمت چھوڑ دی اور کہنے لگے کہ کاروبار کروں گا۔ پہلے ایک دوست کے ساتھ مل کر پولٹری فارم کا کاروبار شروع کیا جو ایک سال بھی نہیں چلا اور ختم ہوگیا۔ پھر کہنے لگے P.C.O کے کاروبار میں بہت آمدنی ہے۔ یہ کام بھی دس ماہ میں ہی قرض کی زیادتی کی وجہ سے ختم ہوگیا۔

اس کے بعد ایک سال تک گھر میں بیٹھے رہے۔ کوئی ملازمت نہیں کی۔ بس ایک ہی رٹ لگائے ہوئے ہیں کہ مجھے کاروبار کرنا ہے۔

ایک دوست نے کہا کہ میری دکان میں تین فوٹو اسٹیٹ مشین لگی ہوئی ہیں تم بھی ایک مشین لے کر میری دکان میں بیٹھ جاؤ۔ کچھ دنوں تک تو بہت خوش رہے اور شوق سے دکان جانے لگے پھر پتہ نہیں کیا ہوا کہ مشین اونے پونے داموں اپنے دوست کو بیچ دی۔

میں کہتی ہوں کہ آپ ملازمت کریں، کاروبار آپ کو راس نہیں آرہا ہے تو مجھ سے لڑتے ہیں۔ سارا دن گھر میں رہتے ہیں۔ کوئی کام نہیں کرتے بلکہ کام کرنے کو ان کا دل ہی نہیں کرتا۔

آپ سے گزارش ہے کہ کوئی وظیفہ بتائیں کہ ان کے ذہن سے کاروبار کا بھوت نکل جائے اور وہ ملازمت کرنے کے لیے تیار ہوجائیں۔

جواب: دنیا میں ہر کام وظیفے سے نہیں ہوتا۔ وظیفہ دعا کی حیثیت رکھتا ہے اور دعا کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ آدمی محنت مزدوری کرکے اعضاء کا وظیفہ پورا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے الگ الگ ذہن بنائے ہیں۔ ان کو ملازمت کرنی چاہیے۔ آپ جس طرح بھی ہو لڑ کر، خوشامد کرکے انہیں صبح سویرے ناشتہ کے بعد گھر سے باہر بھیج دیجئے اور ان سے کہیں کہ آپ ملازمت ڈھونڈیں۔

رات کو سونے سے پہلے وضو کرکے خوشبو لگا کر گیارہ سو مرتبہ یَا رَزَّاقُ گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر آنکھیں بند کرکے بیٹھ جائیں اور اندازے سے دس منٹ تک اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔

صبح نہار منہ دودھ یا چائے پر ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یَا وَدُودُ پڑھ کر کے انہیں پلادم کردیا کریں۔

❄

بچیوں کے مستقبل کے لیے دوسری شادی

☆☆☆

سوال: میری عمر پینتیس سال ہے۔ میں ایک اچھے ادارے میں جاب کرتی ہوں۔ میری دو بیٹیاں ہیں۔ میرے شوہر نے تین سال پہلے ایک چھوٹی سی بات پر غصہ میں آکر مجھے طلاق دے دی تھی۔ اس کے بعد سے انہوں نے بچوں کے حوالے سے بھی کوئی رابطہ نہیں کیا یعنی انہیں اپنے کیے پر کوئی ندامت و شرمندگی نہ تھی۔

میری جاب اچھی ہے۔ میں اسے چھوڑنا نہیں چاہتی۔ ساری زندگی بھی بچیوں کے ساتھ اکیلے نہیں رہ سکتی۔ میں شادی کرنا چاہتی ہوں لیکن ایسا کوئی فرد نہیں مل رہا جو مجھے میری دونوں بیٹیوں کے ساتھ قبول کرلے۔ رشتے آتے ہیں، مجھے پسند بھی کرتے ہیں لیکن جب دو بیٹیوں کا سنتے ہیں تو خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔

جواب: عشاء کی نماز کے بعد گیارہ مرتبہ

یَا حَفِیْظُ یَا اللّٰہُ یَارحمنُ

کے ساتھ 101 مرتبہ سورہ شوریٰ (42) کی آیت نمبر 11 میں سے

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا

تک گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اچھی جگہ شادی کے لیے دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے

یَا اللّٰہُ یَارحمنُ یَارحیم

کا ورد کرتے رہا کریں۔

حسب استطاعت صدقہ خیرات کر دیا کریں۔

ہاتھ میں شفا

☆☆☆

سوال: مجھے سر میں سخت درد ہوتا تھا۔ ساتھ ہی شدید گھبراہٹ بھی ہوتی تھی۔ میں نے کئی جگہ علاج کروانے کے بعد ایک دوست کے مشورے پر آپ سے رجوع کیا تھا۔ آپ کے علاج سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔

آپ نے مجھے چند ہربل دوائیں دی تھیں۔ مراقبہ کرنے کے لیے کہا تھا۔ دوران علاج آپ مجھ پر دم بھی کرتے تھے۔ آپ کے علاج سے چند ہفتوں بعد ہی میری حالت کافی بہتر ہو گئی تھی۔

اس کے بعد کبھی سر میں بھاری پن محسوس ہوتا تو میں آپ کے پاس آتا تھا۔ آپ مجھ پر دم کرتے تھے تو حیرت انگیز طور پر میری تکلیف دور ہو جاتی تھی اور مجھے بہت سکون بھی محسوس ہوتا تھا۔ پھر میرا تبادلہ لاہور ہو گیا۔

لاہور آنے کے بعد جب کبھی مجھے سر میں درد ہوتا تو میں فون پر آپ سے دم کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ ٹیلی فون پر آپ کے دم کرنے سے بھی مجھے فوری آرام آجاتا ہے۔

میرے دل سے آپ کے لیے بہت دعائیں نکلتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں بہت شفاء عطا کی ہے۔ دعا ہے کہ اس میں روزبروز اضافہ ہوتا رہے۔ آمین

آپ کے بتائے ہوئے علاج، آپ کے مشورے اور آپ کے دم کرنے سے بہت بڑی تعداد میں لوگوں کو فائدہ ہو رہا ہے۔ اللہ آپ کی ان خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین

جواب: اللہ تعالیٰ آپ کو خوش اور صحت مند رکھیں۔ میرے حق میں آپ کی دعائیں قبول

ہوں۔ آمین

آپ کے خط سے مجھے خوشی ملی اور خدمت کرنے کے لیے میرا عزم مزید پختہ ہوا... جزاک اللہ

والدہ تعلیم کے خلاف ہوگئیں....

☆☆☆

سوال: ہم تین بہنیں ہیں۔ بڑی بہن شادی شدہ ہے۔ بہنوں میں میرا دوسرا نمبر ہے۔ میری تعلیم بی کام ہے۔ میں مزید تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے پرائیویٹ ایم اے (اکنامکس) کی فیس جمع کروادی۔ پیپرز کی تیاری مکمل کی لیکن آخری وقت میں والدہ صاحبہ نے امتحان دینے سے منع کر دیا۔

والدہ کہتی ہیں کہ لڑکیوں کو تو زیادہ تعلیم حاصل نہیں کرنی چاہیے۔ شادی کے بعد تو گھر داری ہی تو کرنی ہے۔ مجھے تعلیم حاصل کرنے کا جنون کی حد تک شوق ہے لیکن والدہ کی اچانک تبدیلی رویے سے میرا شوق اور مستقبل داؤ پر لگ گیا ہے۔ آپ کوئی مشورہ دیجئے کہ والدہ مجھے مزید تعلیم جاری رکھنے کی اجازت دے دیں۔

جواب: تعلیم حاصل کرنا بہت اچھا کام ہے۔ آپ نے بھی ماشاء اللہ گریجویشن تک ڈگری حاصل کرلی ہے۔ ماسٹرز ڈگری کے لیے آپ کی والدہ راضی نہیں ہیں۔ ان کی نارضامندی کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔

بعض خاندانوں میں لڑکیوں کو زیادہ تعلیم بھی ان کے رشتوں میں رکاوٹ کا سبب بن جاتی ہے۔ ایسے گھرانوں میں انٹر تک یا زیادہ سے زیادہ گریجویٹ سطح تک تعلیم یافتہ لڑکی کو کم عمر جبکہ ماسٹرز یا اس سے زیادہ تعلیم یافتہ کو زیادہ عمر کا سمجھا جاتا ہے۔ آپ کی والدہ کے پیش نظر بھی شاید یہی نکتہ ہو۔

اگر میرا یہ اندازہ درست ہے تو پھر میرا آپ کو مشورہ ہوگا کہ فی الحال آپ اپنی والدہ کے سامنے ضد نہ کریں۔ ان کی بات مان لیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ والدہ کی فرمانبرداری و سعادت مندی کے طفیل آپ کو خوب نوازے اور آپ کو ایسا جیون ساتھی عطا فرمائے جو آپ کی مزید تعلیم میں بھی آپ کا معاون و مددگار ہو۔ آمین

نشے کی عادت

☆☆☆

سوال: میں ایک بیوہ خاتون ہوں۔ شوہر کے انتقال کو دس سال ہوگئے ہیں۔ میرے دو بیٹے ہیں۔ بڑے بیٹے کی عمر پچیس سال اور چھوٹے بیٹے کی عمر اکیس سال ہے۔ میں نے بڑی مشکل سے بچوں کو پال کر اس قابل بنایا کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوسکیں۔

ایک سال پہلے جس فیکٹری میں بڑا بیٹا کام کرتا تھا وہاں ایک نشئی لڑکے سے اس کی دوستی ہوگئی۔ اس نے میرے بیٹے کو بھی نشہ کا عادی بنادیا ہے۔

میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میرا بیٹا نشہ کا عادی ہوجائے گا۔ میں بہت روئی بیٹے کو خوب نصیحتیں کیں بالآخر بیٹے نے وعدہ کرلیا کہ وہ آئندہ اس لڑکے سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا اور نہ ہی نشہ کرے گا۔ میرے بیٹے نے وہ جاب چھوڑ دی اور دوسری جگہ ملازمت کرنے لگا۔

میں خوش تھی کہ میرا بیٹا سدھر گیا ہے لیکن یہ میرا خیال تھا۔ کچھ عرصہ تو وہ ٹھیک رہا لیکن.... بعد میں وہ اوور ٹائم کے بہانے اپنے نئے نشئی دوستوں کے ساتھ وقت گزارتا رہا۔ وہ نشے کا اتنا عادی ہوگیا ہے کہ اگر ڈیڑھ دو گھنٹے کا وقفہ گزر جائے اور اسے بھری ہوئی سگریٹ نہ ملے تو وہ شدید بے چین ہوجاتا ہے۔ گھر سے

باہر نکل جاتا ہے اور صبح تک گھر واپس آتا ہے۔

جواب: رات سونے سے پہلے اکتالیس مرتبہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 219 میں سے

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا ۝

تک تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلائیں۔ یہ عمل تین ماہ تک جاری رکھیں۔

صبح شام اکیس اکیس مرتبہ یَا ہَادِیُ یَا رَشِیْدُ تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلائیں اور دعا کریں۔ یہ عمل دو ماہ تک جاری رکھیں۔

کزنز میرج نہیں ہونی چاہیے....!!

☆☆☆

سوال: ہم دو بہنوں کا رشتہ ہمارے دادا نے بچپن میں ہی ہمارے چچا کے بیٹوں سے طے کر دیا تھا۔ خاندان میں شادیوں کا سلسلہ شروع ہوا تو والدہ نے چچی سے پوچھا کہ ان کا کب تک ارادہ ہے تو انہوں نے کہا کہ بیٹے اس شادی کے لیے تیار نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جدید میڈیکل کہتی ہے کہ خاندان میں شادی کرنے سے ان کے معذور بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے ہم خاندان میں شادی نہیں کریں گے۔

ہمارے کئی کزنز کی آپس میں شادیاں ہوئی ہیں اور ان کے بچے صحت مند اور نارمل ہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے رشتے وہیں ہوں جہاں ہمارے دادا جان نے طے کیے تھے۔ اس سلسلے میں آپ ہمیں کوئی مشورہ دیں۔

جواب: مغربی ممالک میں ایک ہی خاندان سے تعلق رکھنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کی باہمی شادیوں پر طبی نقطہ نظر سے کئی نکات زیر بحث ہیں۔ ماہرین کا خیال ہے کہ ایک دادا یا ایک نانا کی اولاد یا ان دونوں کی اولادوں میں باہمی شادیاں اولاد میں کئی طبی مسائل کا سبب بن سکتی ہیں۔ ان میں بعض بیماریاں دماغی ہیں اور بعض جسمانی۔

اگر کسی خاندان میں بعض جنیاتی بیماریاں ہوں تو کزنز میرج کی صورت میں اولاد کے ان بیماریوں میں مبتلا ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ اگر کسی خاندان میں ایسے امراض نہیں ہیں تو پھر جنیاتی وجوہات سے بیماریوں میں مبتلا ہونے کے امکانات نہیں ہوتے۔

آپ اس بات کا جائزہ لیجیے کہ آپ کے خاندان میں صحت کی عمومی صورت حال کیا ہے....؟ اگر بعض خاص بیماریاں آپ کے خاندان میں نہیں پائی جاتیں تو پھر اپنی چچی صاحبہ اور ان کے بیٹوں کو یہ بات آپ کے گھر کے بڑے سمجھائیں یا پھر کسی ماہر ڈاکٹر سے ان کی بات کروا دیں۔

گود ہری ہوجائے

☆☆☆

سوال: میری شادی کو دس سال ہو گئے ہیں۔ ابتدائی دو سال تک ہم نے پرہیز رکھا۔ اس کے بعد جب اولاد کے لیے کوششیں کیں تو کامیابی نہ ہوئی۔ ہم دونوں میاں بیوی نے ڈاکٹر سے رجوع کیا تو پتہ چلا کہ میرے رحم میں بہت ساری چھوٹی چھوٹی رسولیاں ہیں۔

میرے شوہر کی تمام رپورٹ کلیئر ہیں۔ میں نے ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق دو تین مرتبہ مختلف کورسز کیے ہیں لیکن رسولیوں میں کوئی خاص کمی نہیں آئی۔

جواب: آپ کراچی میں مقیم ہیں۔ اگر آپ چاہیں

تو مطلب کے اوقات میں عظیمی دواخانہ تشریف لا کر طبیبہ وسیم فاطمہ صاحبہ سے بالمشافہ ملاقات کرلیں۔ مزید تفصیلات کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کرلیں۔

021-36688931-021-36685469

اکلوتے بیٹے میں نسوانیت

☆☆☆

سوال: میری سات بیٹیوں کے بعد بڑی منتوں مرادوں اور دعاؤں کے بعد بیٹا پیدا ہوا۔ گھر میں اکلوتا ہونے کی وجہ سے یہ بہنوں کی آنکھ کا تارا تھا۔ میرے شوہر بیرون ملک مقیم ہیں اور میں بھی جاب کرتی ہوں۔ بچپن اور لڑکپن اس نے گھر میں بہنوں کے ساتھ زیادہ وقت گزارا۔

وہ اکثر شرارتاً اپنی بہنوں کا سوٹ پہن کر گھر میں ڈانس کرتا رہتا تھا۔ ہمارا خیال تھا کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی عادتوں میں تبدیلی آتی جائے گی لیکن گزرتے وقت کے ساتھ اس کا لڑکیوں کے کپڑے پہن کر رقص کرنے کی عادت پختہ ہو گئی۔

اس وقت میرے بیٹے کی عمر انیس سال ہے۔ اس کا بولنا، چلنا پھرنا بالکل لڑکیوں کی طرح ہو گیا ہے۔ اب اکثر اپنے دوستوں کے گھر میں بھی ڈانس کرتا ہے جس کی وجہ سے ہمیں بڑی شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔

پہلے تو وہ اپنی ان باتوں پر بہت خوش تھا لیکن اب وہ بھی یہ چاہتا ہے کہ اس میں یہ عادت ختم ہو جائے۔

جواب: بعض مردوں میں نسوانیت زیادہ ہوتی ہے۔ بات کرنے کے انداز، چال ڈھال اور شکل وصورت میں صنف نازک کا عکس جھلکتا ہے۔ کچھ مردوں کی آواز بھی عورتوں کی آواز کی طرح ہو جاتی ہے۔

اپنے بیٹے سے کہیں کہ صبح بیدار ہونے کے بعد اور رات سونے سے پہلے 101 مرتبہ سورہ النساء کی آیت 34 کا ابتدائی حصہ

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ

پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر دم کرکے چہرے پر پھیر لے۔ یہ عمل کم از کم تین ماہ تک جاری رکھا جائے۔

کلر تھراپی کے اصولوں کے مطابق سرخ شعاعوں میں تیار کردہ پانی صبح اور شام ایک پیالی پلائیں۔

نسوانی حسن

☆☆☆

سوال: میری عمر تئیس سال ہے۔ دوسرے بیٹے کی پیدائش کے بعد آہستہ آہستہ نسوانی حسن کی کمی آنے لگی۔ میں نے دو تین نسخے استعمال کیے ہیں لیکن مجھے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔ ہمارے محلے کی ایک صاحبہ کے ساتھ بھی ایسا ہی مسئلہ تھا۔ انہوں نے عظیمی دواخانے سے علاج کروایا تھا جس سے انہیں کافی فائدہ ہوا تھا۔ آپ نے انہیں ایک سفوف اور روغن دیا تھا۔ میں یہ روغن گھر بیٹھے منگوانا چاہتی ہوں۔

جواب: نسوانی حسن کے لیے روغن حسن افزاء اور سفوف کے استعمال کے بہت اچھے نتائج سامنے آئے ہیں۔ یہ سفوف اور روغن کم از کم دو ماہ استعمال کرنا چاہیے۔

روغن حسن افزاء اور عظیمی کی دیگر مصنوعات کی کراچی میں ہوم ڈیلیوری کے لیے درج ذیل ٹیلی فون نمبر پر رابطہ کریں۔ 021-36604127

آپس میں لڑائیاں

☆☆☆

سوال: میری شادی کو پانچ سال ہو گئے ہیں۔ میرے تین بیٹے ہیں۔ بڑے بیٹے کی عمر چار سال ہے۔ منجھلے بیٹے کی عمر ڈھائی سال ہے۔ دونوں بڑے بیٹے

بہت زیادہ ضد کرتے ہیں اور آپس میں بہت لڑتے ہیں۔ چھوٹا بیٹا ہر وقت چیخیں مار کر روتا رہتا ہے۔

میرے گھر میں ہر وقت شور شرابا رہتا ہے جس کی وجہ سے ہر وقت میرے سر میں درد رہنے لگا ہے۔ آپ مہربانی فرما کر ایسا عمل بتائیں کہ میرے بچے پیار و محبت اور سکون سے رہیں۔

جواب: رات سونے سے پہلے اکیس مرتبہ سورہ بنی اسرائیل (17) کی آیت نمبر 110 گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر دونوں بچوں کا تصور کر کے دم کر دیں اور انہیں آپس میں بہتر سلوک کے ساتھ رہنے کی دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم دو ماہ تک جاری رکھیں۔

موٹاپے سے نجات

☆☆☆

سوال: میری شادی کو چھ سال ہو گئے ہیں۔ دو سال بعد اللہ کے کرم سے میرے گھر بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ بیٹے کی پیدائش کے بعد ہی میرا سارا جسم پھول گیا ہے۔ ہاتھ پاؤں کا گوشت فربہ ہو کر لٹک سے گئے ہیں۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ کھانے کو دل کرتا ہے جس وجہ سے میرا وزن مزید تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

میں نے آپ کے ادارے کی ہربل ٹیبلیٹ مہزلین کے بارے میں پڑھا ہے کہ اس سے وزن میں کافی کمی ہوتی ہے۔ کیا میں بھی ہربل ٹیبلٹ مہزلین استعمال کر سکتی ہوں۔

جواب: وقت بے وقت کھانے کی عادت ویسے بھی صحت کے لیے مفید نہیں ہے۔ صبح کا ناشتہ پیٹ بھر کر کھائیں۔ رات کے وقت بھی ہلکی غذا لیں۔ کھانے کھانے کے فوراً بعد پانی نہ پئیں۔

کھانوں میں شکر، مٹھائیاں، سوفٹ ڈرنکس، آئسکریم وغیرہ نہ لیں۔ ان تدابیر کے ساتھ صبح نہار منہ اور شام کے وقت دو دو گولی مہزلین پانی کے ساتھ لیں۔

مختصر مختصر

غصہ کی عادت

نیلم۔ قمر النساء۔ محمد الیاس۔ شاہد

جواب: رات سونے سے پہلے اکتالیس مرتبہ سورہ بقرہ (2) کی آیت نمبر 115 اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر مزاج میں مثبت تبدیلی اور رویہ میں بہتری کے لیے دعا کریں۔ تین ماہ تک یہ عمل جاری رکھیں۔ خواتین ناغہ کے دن شمار کر کے بعد میں پورے کر لیں۔

طلبہ وطالبات

فواد۔ نسرین۔ مہ رخ۔ شرجیل۔ نعمان۔ شکیل۔ فریحہ۔ ذولیقا

جواب: شام کے وقت یا عشاء کی نماز کے بعد اکیس مرتبہ "یَا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر ایک ٹیبل اسپون شہد پر دم کر کے پی لیں۔ یہ عمل اکیس روز تک جاری رکھیں۔

پروموشن

مہتاب۔ جہاں آراء۔ سائرہ۔ ندیم۔ عدیل۔ شہاب۔ ثریا۔ عبدالوحاب

جواب: عشاء کی نماز کے بعد ایک سو ایک مرتبہ سورہ شوریٰ (42) کی آیت 19 گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور ایک مقصد پر موشن کے لیے دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم چالیس یا زیادہ سے زیادہ نوے روز تک جاری رکھیں۔

چلتے پھرتے کثرت سے یاحی یاقیوم کا ورد کریں۔

احساس کمتری

نبیلہ۔شاکر۔مریم۔شہناز۔فرخندہ۔محمد ہادی۔ نصیر۔نعمان۔

جواب: احساس کمتری سے نجات اور خود اعتمادی میں اضافہ کے لیے مراقبہ سے مدد لی جاسکتی ہے۔مراقبہ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ رات سونے سے پہلے آرام دہ نشست میں بیٹھ جائیں اور 101 مرتبہ درود خضری

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَسَلَّمْ

اور 101 مرتبہ یاحی یاقیوم کا ورد کریں اوراس کے بعد یہ تصور کریں کہ آپ نیلی روشنیوں سے منور ماحول میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ مراقبہ دس یا بارہ منٹ تک جاری رکھیں۔

پرکشش چہرہ

فرح۔ارم۔عبید۔سلمان۔عالیہ۔نسیم

جواب: صبح سورج نکلنے کے پہلے سورہ یوسف کا پہلا رکوع پڑھ کرپانی پر دم کرکے پئیں۔ اس کے بیس منٹ بعد ایک عدد سیب کھالیں اوراوپر سے ایک کپ دودھ پی لیں۔

عشاء کی نماز کے بعد 101 مرتبہ اسم الٰہی یَا جَمِیْلُ گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر دم کرکے اپنے چہرہ پر پھیرلیں اور دعاکریں۔یہ عمل کم ازکم چالیس روز یا زیادہ سے زیادہ نوے روز تک جاری رکھیں۔

اکثر نزلہ رہتا ہے

شگفتہ۔عثمان۔صفیہ۔شہلا۔ریاض۔معید۔

جواب: گل بنفشہ ۔اسطخودوس ۔ملیٹھی ۔ گاؤزبان۔ہرایک چھ چھ گرام لے کر تقریباً دو پیالی پانی میں اچھی طرح جوش دے کر یہ جوشاندہ صبح نہار منہ اور رات کو سونے سے پہلے پئیں۔دونوں وقت کے لیے تازہ جوشاندہ تیار کریں۔

کچھ عرصہ تک دودھ ،دہی، کیلا، ٹھنڈی اور کھٹی چیزوں سے پرہیز کریں۔

قرض کی وصولی

ذوالفقار۔شاہد۔انور۔نورالصباح۔زرینہ

جواب: عشاء کی نماز کے بعد تین سو مرتبہ

یَا مُجِیْبُ الدَّعْوَاتِO

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں ۔ یہ عمل کم ازکم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

گلے شکوے کی عادت

ناصر امین۔فرخندہ۔سیما

جواب: رات سونے سے پہلے اکتالیس مرتبہ سورہ توبہ (9) کی آیت نمبر 129 اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اہلیہ کا تصور کرکے دم کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں شکر گزاری اور خوشی کے ساتھ نعمتوں کے قدر کی توفیق عطا فرمائے۔

❄